

خاص نمبر



نہیں... نہیں نہیں

گاڑی رکنے کی آواز کے ساتھ ہی اوپر والی منزل کی ایک کھڑکی کھلی اور اس سے کسی نے نیچے جھانکا.... نیچے دو آدمی گاڑی سے کوئی وزنی سائڈل اٹھا رہے تھے پھر جونہی انہوں نے اندرونی دروازے کا رخ کیا وہ نیچے کی طرف لپکا.... کوٹھی کا مین گیٹ اس نے ان کے انتظار میں پہلے ہی کھلا چھوڑ دیا تھا.... اس لئے گاڑی سیدھی اندر آئی تھی.... جونہی وہ صحن میں پہنچا ان میں سے ایک نے کہا:

”آپ کی مطلوبہ چیز حاضر ہے پروفیسر۔“

”ہوں! پہلے مین گیٹ بند کر آؤ۔“

”شکریہ پروفیسر۔“ اس نے کہا اور بیرونی گیٹ کی طرف چلا

گیا۔

پروفیسر نے ہڈل کی طرف دیکھا اور دوسرے سے ہلا:

”ہڈل میں حرکت نہیں ہے.... کہیں یہ مر تو نہیں گیا۔“

”بے ہوش کر کے لائے ہیں پروفیسر.... آپ لی دی ہوئی

دوا زیادہ تیز تو نہیں تھی۔“ اس نے پوچھا۔

”اتنی جی مہیا نہیں تھی.... ہنڈل کو کھولو۔“ پروفیسر نے

کہا۔

اتنے میں وہ۔ اہی آ مہیا.... دونوں نے ہنڈل کو کھول دیا۔

اس میں ایک بے ہوش آدمی لپے لپے سانس لیتا نظر آیا.... اس کے کپڑے پھٹے پرانے تھے۔ تھکے ہونے والے تھے۔

”ٹھیک ہے.... کیا تم نے معلومات حاصل کر لی تھیں۔“

”ہاں پروفیسر.... ہمارا طہینان کر کے لائے ہیں۔“

”اوکے.... رہا تو مارا باقی کا نصف۔“

اس نے نوٹوں کا ایک ہنڈل ان کی طرف بڑھا دیا اور بولا :

”اب اسے اندر لے جاؤ.... لمبی میز پر لٹا دو.... اوپر والے

کپڑے اتار دو اور ہاتھ ہم تسموں سے باندھ دو۔“

”بہت بہتر پروفیسر.... لیکن آپ کرنا کیا چاہتے ہیں۔“

”ہمارے درمیان چند باتیں ملے ہوئی تھیں.... ان میں سے

ایک یہ تھی کہ تم مجھ سے کوئی بات نہیں پوچھو گے.... کسی بات کی وجہ

جاننے کی کوشش نہیں کرو گے۔“

”جی.... جی ہاں.... پروفیسر.... یہ تو ہے۔“

”بس تو پھر.... معاہدے پر کاربند رہو.... منہ مانگا معاوضہ

دے رہا ہوں۔“

”جی بالکل!“

”تو پھر کام میں اپنی مرضی کالوں گا۔“

”او کے سر.... غلطی ہو گئی.... آئندہ کچھ نہیں پوچھیں گے.... کیا اور مال لائیں۔“

”اور مال چاہیے یا نہیں.... یا پھر کس دن.... کس وقت ضرورت ہے.... یہ میں خود بتاؤں گا....“

”معافی چاہتے ہیں۔“

”کوئی بات نہیں....“

وہ جلدی جلدی اپنا کام مکمل کرنے لگے.... اسے خوب کس دینے کے بعد انہوں نے پروفیسر کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا۔

”یہ لو اپنا معاوضہ.... میرے بارے میں کسی کو ایک لفظ بھی بتایا تو معاہدہ ختم.... پھر میں تو بیل میں جاؤں گا ہی.... چو گئے تم بھی نہیں.... آخر تم بھی تو اس کیس میں مجرم ہو۔“

”ہم جانتے ہیں پروفیسر....“

”اب تم جاسکتے ہو۔“

دونوں وہیں کھڑے رہے... جانے کے لیے مڑے نہیں، پروفیسر نے حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا۔

”کیا بات ہے.... جا نہیں رہے۔“

”ہمیں آپ کا یہ کام کرتے ہوئے کئی ماہ ہو گئے.... شاید ہم

ب تک سات انسانوں کو یہاں لا چکے ہیں.... آخر آپ ان کا کرتے کیا

”ہیں....“

”اور ابھی میں نے کیا بات یاد کرائی تھی۔“

”مم.... معافی چاہتے ہیں.... ہم بھول گئے۔“

”کوئی بات نہیں.... اب تم جاؤ۔“

دونوں نہ چاہتے ہوئے بھی جانے کے لیے مڑ گئے.... اور وہ

کر بھی کیا سکتے تھے.... باہر نکل کر ایک نے دوسرے سے کہا۔

”یار گنگو.... میرا بہت جی چاہ رہا ہے.... اور آج معاملہ برداشت سے باہر ہے۔“

”کیا کہنا چاہتے ہو رگھو۔“ گنگو بولا۔

”میں چاہتا ہوں.... ہم چھپ کر دیکھیں.... پروفیسر ان

انسانوں کے ساتھ کرتا کیا ہے۔“

”اگر اس نے ہمیں دیکھ لیا کہ ہم چھپ کر دیکھ رہے ہیں تو نہ

جانے وہ ہمارے ساتھ کیا کرے۔“

”وہ اکیلا تو ہے.... ہم سے بہت کمزور ہے.... ہمیں اس سے

ڈرنے کی ضرورت کیا ہے۔“

”اس طرح ہماری روزی کا یہ آسان سلسلہ ختم ہو جائے گا۔“

”آسان سلسلہ.... یہ تم نے کیسے کہہ دیا.... میرے خیال

میں تو یہ خطرناک کام ہے.... پکڑے گئے تو پچانسی سے کم سزا نہیں ہو

گی.... ذرا سوچو.... پولیس ہم سے پوچھے گی.... وہ سات آدمی کہاں

ہیں جنہیں تم نے اغوا کیا ہے۔“

”ہاں! یہ کام خطرناک بھی ہے.... لیکن اس لحاظ سے آسان

بھی ہے کہ پروفیسر صرف بھکاریوں کو اغوا کرتا ہے، وہ بھی ایسے بھکاریوں کو.... جن کے آگے پیچھے کوئی نہ ہو.... دیسے کسی کو اچھے کھانوں کا لالچ دے کر اپنے گھر لے جا کر انہیں کھانا کھلانا اور کھانے میں بے ہوشی کی دوا ملا دینا کیا مشکل ہے۔ ایسے بھکاریوں کی گم شدگی کی نہ کوئی رپورٹ درج کرتا ہے.... نہ کوئی انہیں تلاش کرتا ہے۔“

”لیکن کب تک.... آخر یہ آپس میں ایک دوسرے کے واقف تو ہوتے ہیں.... کسی دن کسی بھکاری کو کھوج شروع ہو گئی تو اس کے پاس جو ایک بھکاری بھیک مانگا کرتا تھا.... وہ بہت دنوں سے نظر نہیں آ رہا.... آخر وہ کہاں گیا.... اس طرح ان کی تلاش کا سلسلہ بھی آخر شروع ہو سکتا ہے۔“

”ہو تو سکتا ہے.... لیکن کوئی پروا نہیں کرے گا.... پولیس بھی دلچسپی نہیں لے گی.... لاوارثوں کو کون پوچھتا ہے، پھر کوئی لاش بھی تو کہیں نہیں پائی گئی.... بھکاریوں کے بارے میں عام طور پر بھکاری یہ خیال کر لیتے ہیں کہ اس کے ساتھی کو کوئی زیادہ اچھا ٹھکانہ مل گیا ہو گا.... جہاں زیادہ بھیک مل جاتی ہو گی.... اس لیے وہ چپ چاپ رہتے چلا گیا.... ایک یہ بھی ہے۔“

”ہاں! یہ واقعی ہے.... لیکن گنگو.... تم آج میرا ساتھ دو یا نہ

دو.... میں آج یہ دیکھ کر ہی جاؤں گا.... وہ کیا کرتا ہے۔“
 ”اچھی بات ہے.... تب پھر مجبوری ہے.... میں تمہارا
 ساتھ تو نہیں چھوڑ سکتا۔“

”آؤ پھر.... کچھلی طرف پائیں باغ ہے.... کسی درخت کے
 ذریعے کو ٹھی کی چھت پر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔“

دونوں تھوڑی دیر کی کوشش کے بعد کو ٹھی کی چھت پر پہنچ
 گئے.... اب وہ زینے کے راستے نیچے اترے اور اس کمرے کے
 دروازے پر جا پہنچے.... جس میں پروفیسر بھکاری کے ساتھ موجود
 تھا.... رنگو نے تالے کے سوراخ میں سے اندر دیکھا.... اور پھر اس
 کے منہ سے ایک زوردار چیخ نکل گئی.... بارے خوف کے وہ اپنی چیخ کو
 نہ روک سکا۔

”یہ.... یہ کیا کیا رنگو۔“ گنگو نے کانپ کر کہا۔
 ”آؤ.... جلدی۔“

وہ صدر دروازے کی طرف دوڑے.... لیکن پھر ٹھٹک
 گئے.... اندر کی طرف تالا لگا دیا گیا تھا....

”رنگو.... زینے کی طرف۔“ گنگو نے سرگوشی کی۔

اب وہ زینے کی طرف لپکے.... اچانک انہیں زوردار جھٹکا
 لگا.... پروفیسر ان کے سامنے کھڑا تھا.... اور اس کے ہاتھ میں ایک
 پستول تھا.... آنہیں شعلے اگل رہی تھیں۔

”تو تم نے.... معاہدہ توڑ ہی دیا۔“

”غغ.... غلطی ہو گئی پروفیسر۔“

”چنیے کیوں تھے.... کیا اندر جھانکا تھا۔“

”نن نہیں.... نہیں پروفیسر۔“

”اندر جھانکا نہیں تو چیخ کیوں نکلی۔“

”پتا نہیں.... پاؤں کے نیچے کوئی چوہا آ گیا تھا۔“

”نہیں بھائی.... جھوٹ نہیں چلے گا.... میرے گھر میں

کہی چوہا نہیں ہے۔“

”وہ.... وہ کوئی اور چیز ہوگی۔“ گنگو نے کانپ کر کہا۔

”کوئی اور چیز بھی میرے گھر میں نہیں ہے۔“

ایسے میں دونوں کی نظریں پروفیسر کے ہاتھوں پر پڑیں....

دونوں ہاتھ خون میں تر تھے....

”نن.... نہیں.... نہیں۔“ دونوں چلائے۔

”اب کیا ہوا۔“

”کک.... کیا.... آپ نے.... اسے مار ڈالا۔“

”تمہیں اس سے کیا.... تم تو اس کی قیمت وصول کر چکے

لو.... تم مجھ سے کم مجرم تو نہیں۔“

”نہیں نہیں....“

”تم اس وقت تک سات ایسے آدمی میرے حوالے کر چکے

”ہو۔“

”آپ.... آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔“

”کیا؟“ پروفیسر نے فوراً پوچھا۔

”یہ.... یہ آپ کے ہاتھ....“

”ہاں! ان ہاتھوں پر خون لگا ہوا ہے.... یہ اسی بھکاری کا

خون ہے.... لیکن تم اپنی بات کرو.... تم نے معاہدہ کیوں توڑا۔“

”غلطی ہو گئی پروفیسر۔“

”لیکن میں ایسی غلطی معاف نہیں کرتا.... لہذا مجھے افسوس

ہے.... اب میں تم سے کوئی اور بھکاری نہیں منگواؤں گا۔“

”کک.... کوئی بات نہیں.... آپ کی مرضی.... کیا اب ہم

جاسکتے ہیں۔“

”یہی تو مشکل ہے.... اندر جھانکنے کے بعد اب تم واپس

نہیں جاسکتے۔“

”تن نہیں۔“ دونوں چلائے۔

”مجبوری ہے.... دوستو.... تم نے میرے لیے بہت کام

کیا.... اس لیے میں تمہیں آسان موت ماروں گا.... بہت آسان....

تمہیں پتا بھی نہیں چلے گا۔“

”نہیں نہیں۔“ وہ خوب زور سے چیخے۔

”میرا پورا گھر ساؤنڈ پروف ہے.... آوازیں باہر نہیں ج

نہیں گی۔“ وہ ہنسا۔

”آپ.... آپ اتنے ظالم کیوں ہیں پردیسر.... اتنے

سنگدل کیوں ہیں۔“

”میں ظالم نہیں ہوں.... نہ سنگدل ہوں.... یہ مجھ پر

سراسر الزام ہے....“

”اور یہ جو ہم نے آنکھوں سے دیکھا ہے.... اور جو آپ

ہمارے ساتھ کرنا چاہتے ہیں۔“

”وہ میری مجبوری ہے۔“

”حد ہو گئی.... یہ اچھی مجبوری ہے.... کسی کی جان جلی جاتی

ہے اور آپ کی ٹھہری مجبوری۔“ گنگو نے جل کر کہا۔

”ہاں! اب ٹھیک ہے.... مجھ پر تاؤ کھاؤ.... بھنجنھاؤ....

چینو.... چلاؤ.... رحم کی درخواست کرو.... مجھے گالیاں دو.... اپنے

دل کی بھڑاس نکالو.... مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔“

”ہمیں جانے دو پردیسر۔“

”یہ تو اب ہو گا نہیں۔“

”پردیسر.... تم بہت کہنے ہو.... ذلیل ہو....“

”چلو مان لیا۔“ وہ ہنسا۔

”تم جیسا بدترین انسان اس دنیا کے تختے پر نہیں ہوگا۔“

”یہ تو میرے لیے فخر کی بات ہے.... اور کچھ۔“

”تمہارے بارے میں جو کہا جائے کم ہے۔“ رنگو چیخا۔

”اس میں بھی شک نہیں.... اور کچھ۔“

”اور یہ کہ ہم تمہیں کچا چبا جائیں گے۔“

یہ کہہ کر دونوں نے لمبی چھلانگ لگادی.... انہوں نے خوب سوچ سمجھ کر چھلانگیں لگائی تھیں.... اس طرح کہ پروفیسر اول تو ان پر فائز نہ کر سکے.... اگر کرنے میں کامیاب ہو جائے تو گولی انہیں لگ نہ سکے.... لیکن دوسرا لمحہ چکر ادا دینے والا تھا.... پستول میں سے گولیاں نکلی ہی نہیں تھیں.... اس میں سے تو دھواں نکلتا تھا.... جو نئی دھواں ان کے ننتھوں میں گھسا.... وہ تڑپ کرے اور بے ہوش ہو گئے۔

”ہو گئے بے ہوش بے چارے.... اب مجھے ان کم ختوں کے

ہاتھ بھی باندھنا پڑیں گے.... خیر کوئی بات نہیں.... یہ سودا بھی برا نہیں رہا.... دو ہندے مفت میں ہاتھ آگئے۔ ان کی قیمت ادا نہیں کرنا

پڑی۔“ یہ کہہ کر وہ ہنسا.... اس کے دانت صاف دکھائی دیے.... کوئی

اس وقت اس کے دانتوں کو دیکھ لیتا تو شاید مارے خوف کے بے ہوش

ہو جاتا....

جلد ہی اس نے رسی سے ان دونوں کو باندھ دیا.... انہیں

ہوش آیا تو پروفیسر ان کے پاس ہی کر سی پر ادا اس بیٹھا نظر آیا۔

”ہمیں چھوڑ دو پروفیسر۔“

”بے کار کی باتیں نہ کرو.... تمہیں چھوڑ کر خود میں پھانسی پر

”جڑھوں؟“

”ہم آپ کے بارے میں کسی کو ایک لفظ بھی نہیں بتائیں

گئے۔“

”اس کی صرف یہی صورت ہے کہ تم یہاں سے نہ جاؤ....

ورنہ تو تم پیٹ دو گے ڈھنڈورا۔“

”نہیں نہیں.... ہم وعدہ کرتے ہیں۔“

”یار رہنے دو.... میں کچی گولیاں نہیں کھیلا.... میں جانتا

ہوں تمہیں اور تم جیسے مجرموں کو.... پولیس کا ایک ہاتھ پڑتے ہی تم

سب کچھ اگل دو گے اور پھر پولیس یہاں آئے گی.... مجھے گرفتار کر

لے گی میری کونٹھی کو سیل کر دے گی.... بھلا میں یہ سب کیوں

ہونے دوں.... کیا مجھے پاگل کتے نے کاٹا ہے۔“ وہ کستا چلا گیا۔

”اف مالک.... یہ.... یہ سب کیا ہوا ہے۔“

”یہ وہی ہو رہا ہے.... جو تم کرتے رہے ہو.... اپنے کیے کی

سزا تو آخر ملا ہی کرتی ہے نا۔“

”تب پھر آپ اپنے انجام کے بارے میں کیوں غور نہیں

کرتے۔“ گنگو بول اٹھا۔

”میں نے غور کیا ہے.... تم فکر نہ کرو۔“

”تو کیا.... تم سچ جاؤ گے۔“

”ہاں بالکل۔“ وہ ہنسا۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“
 ”تم جانتے ہو.... کتنی دیر بے ہوش رہے ہو۔“

”شاید پندرہ بیس منٹ۔“

”بابا! وہ زور سے ہنسا۔“

”کیوں! کیا ہوا؟“

”پورے چوبیس گھنٹے بے ہوش رہے ہو.... اور یہ میز خالی ہے.... لہذا تم میں سے ایک کی باری آگئی ہے اس پر لیٹنے کی۔“
 ”نہیں نہیں نہیں۔“ وہ پوری قوت سے چلائے۔

”میں تم دونوں کو اٹھا کر اس کمرے میں لے جاتا ہوں۔“

یہ کہہ کر ان میں سے ایک کو رسی سے پکڑ کر گھسیٹنے لگا۔

”پروفیسر.... تم اپنی مدد کے لیے کسی کو کیوں نہیں رکھ

لیتے۔“

”میں اس کام میں کسی کو رازدار نہیں بنا سکتا.... اگر تم نے

کچھ آنکھوں سے دیکھا ہے.... لیکن سمجھ تو نہیں سکے.... پھر بھی میں

اتنی سی بات پر تمہیں زندہ نہیں چھوڑ سکتا.... رازکار از رہنا سب سے

زیادہ ضروری کام ہے۔“

”ہمیں معاف کر دیں.... معاف کر دیں۔“ وہ لگے

رونے.... گڑ گڑانے۔

”تمہیں معاف کرتا ہوں تو خود مارا جاتا ہوں.... تم ہی

بتاؤ.... کیا کروں؟“

”ہماری زبان کاٹ دو.... انگلیاں کاٹ دو.... اس صورت میں ہم کسی کو کچھ نہیں بتا سکیں گے۔“

”غلط.... بالکل غلط۔“ پروفیسر ہنسا۔

”کیا غلط۔“ رنگو بولا۔

”تم آنکھوں کے اشارے سے پولیس کو ادھر لے آؤ گے.... میری کوٹھی تو تم نے دیکھی ہے آخر۔“

”اچھا.... ہماری آنکھیں بھی نکال دیں۔“

”یار تم اس حالت میں زندہ رہ کر کرو گے کیا.... نہ ہاتھ ہوں گے.... نہ انگلیاں.... نہ آنکھیں....“ پروفیسر جھلا اٹھا۔

”بس! ہم زندہ رہ لیں گے....“

”نہیں بھائی.... میں ایسے خطرات مول لینے کا عادی نہیں.... جو بعد میں میرے لیے موت کا پھندہ بن جائیں۔“

”اف مالک.... ہم کہاں پھنس گئے۔“ رنگو نے کہا پھر دونوں اونچی آواز سے رونے لگے۔

پروفیسر ان دونوں کو اس کمرے میں لے آیا.... اب اس نے رنگو کو اٹھایا اور اس میز پر رکھ دیا۔

رنگو پوری قوت سے چلایا:

”نہیں.... نہیں نہیں۔“

اس کی آواز سن کر گنگو بہت زور سے اچھلا.... لیکن رسیوں
کی وجہ سے وہیں کا وہیں رہ گیا۔

☆.....☆.....☆

ایک چیخ

”کیا ہو اگلو.... اچھلنا چاہتے ہو۔“

”نن.... نہیں۔“

”اپنے ساتھی کی موت کا نظارہ آنکھوں سے کرنا چاہتے

ہو۔“

”نن نہیں۔“ وہ ہلا۔

”تب پھر کیا بات ہے۔“

”اس بار.... جو رنگو چیخا تھا تا پر د فیسر....“ رنگو نے رازدرا نہ

انداز میں کہا۔

”ہاں ہاں کہو.... کیا بات ہے۔“

”اس بار جو یہ چیخا تھا تا.... تو مجھے ایک مرتے ہوئے آدمی کی

چیخ یاد آگئی تھی.... وہ بالکل اسی کے انداز میں چیخا تھا.... جب رنگو نے

اس کے سینے پر چاقو کا وار کیا تھا.... اور رنگو پر تو ابھی آپ نے وار کیا بھی

نہیں۔“

”تو تم خون بھی کرتے رہے ہو۔“

”اس قسم کے کاموں میں ایسی نوبت بھی آجاتی ہے۔“
 ”جن لوگوں کو تم نے ہلاک کیا.... کیا انہیں ہلاک کرتے
 ہوئے تمہیں کبھی رحم آیا....“

دونوں اس سوال کا کوئی جواب نہ دے سکے....
 ”ہس تو پھر.... آج تمہیں تمہارے اپنے کئے ہوئے جرائم کی
 سزا مل رہی ہے.... اور اب میں اپنا کام شروع کرتا ہوں۔“
 ان الفاظ کے ساتھ اس کے ہاتھ میں نشتر نظر آیا.... گنگو
 نے مارے خوف کے آنکھیں بند کر لیں.... رنگو نے جھر جھری لی....
 اور پھر اس نے بھی آنکھیں بند کر لیں۔

اس کے بعد کمرے میں جو آوازیں ابھریں.... ان آوازوں
 نے گنگو کا خون بالکل خشک کر دیا.... رنگو سے فارغ ہو کر جب کئی گھنٹے
 بعد پروفیسر گنگو کی طرف متوجہ ہوا تو وہ مرچکا تھا۔

”ارے یہ کیا.... بے وقوف.... بے کار میں مر گیا....“
 میرے تو کام آگیا ہوتا۔“ پروفیسر چمک رہا تھا.... اور پھر برے برے
 منہ بناتا اپنے کام میں مصروف ہو گیا.... کچھ دیر بعد اس نے کسی کے
 نمبر مانگے.... سلسلہ ملنے پہنچا۔

”ہیلو.... یہاں ہوا مل آسمان کا نمبر ہے۔“

”ہس سر۔“

”میں ارشاد خان بات کر رہا ہوں.... خاور تیموری سے بات

”راؤ۔“

”لیس سر۔“ دوسری طرف سے کہا گیا.... پھر ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

”خاور تیوری بات کر رہا ہوں پروفیسر صاحب.... فرمائیے“
 ”میں کچھ خوف محسوس کر رہا ہوں.... کوئی مجھے ہلاک کرنے کے چکر میں ہے.... ایک یادو اچھے باڈی گارڈ مل سکتے ہیں.... بہت معقول تنخواہ دوں گا۔“

”پہلے باڈی گارڈ کیا ہوئے پروفیسر.... گنگو اور رنگو۔“
 ”بہت اچھے جا رہے تھے.... خوب ہو شیاری سے پہرہ دے دیتے تھے.... اچانک غائب ہو گئے اور لوٹ کر نہیں آئے۔“
 ”میں ان کا پتا کراتا ہوں۔“

”ضرور.... اگر مل جائیں تو بھیج دیجئے گا.... ورنہ کوئی اور دو.... خوب منجھے ہوئے....“

”آپ فکر نہ کریں.... میں جانتا ہوں.... آپ کس قسم کے آدمی پسند کرتے ہیں۔“

”بھلا کس قسم کے۔“

”پرانے جرائم پیشہ.... جنہوں نے لھاٹ لھاٹ کا پانی پیا

ہو۔“

”ہوں.... بالکل.... یہی بات ہے۔“

”بہت جلد بھیج دوں گا۔“

”اور اگر رنگو اور گنگو مل جائیں تو وہ اور بھی بہتر رہیں

گے.... لیکن اگر وہ آپس نہ کریں تو انہیں مجبور نہ کیجئے گا۔“

”یہ ٹھیک رہے گا.... کسی سے زبردستی کام نہیں لینا

چاہیے۔“

”اوکے.... آپ کی فیس کا چیک آپ کو جلد مل جائے گا۔“

”شکر یہ پروفیسر.... آپ بہت اچھے ہیں۔“

”آپ بھی کسی سے کم تو نہیں۔“ پروفیسر مسکرایا اور فون بند

کر دیا۔

دوسرے دن دوبارہ ڈاکر ڈاکس سے آئے....

”کیا تجربات ہیں تم لوگوں کے۔“

”خاور تیموری صاحب نے ہمیں بتا دیا ہے سر کہ آپ کو کس

قسم کے آدمی درکار ہیں۔“ ایک نے کہا۔

”میں نے پوچھا ہے.... تم لوگوں کے کیا کیا تجربات ہیں۔“

”ہم کئی بار کے سزایافتہ ہیں.... ڈاکے ڈالنے میں مشہور

ہیں.... اور ڈاکوں کے دوران کئی بندے ہمارے ہاتھوں مارے جا چکے

ہیں۔“

”بہت خوب! تب تو شاید دال گل جائے.... دیکھو مجھے باڈی

گارڈوں کی ضرورت نہیں.... یہ کام میں خود کر لیتا ہوں.... میرا

مطلب ہے.... اپنی حفاظت میں خود کر لیتا ہوں۔“

”تب پھر.... تیموری صاحب نے تو ہمیں بتایا تھا۔“ ایک نے الجھن کے عالم میں کہا۔

”باڈی گارڈوں کو تو میں زیادہ سے زیادہ پانچ پانچ ہزار تنخواہ دیا کرتا ہوں.... لیکن میں تمہیں تیس چالیس ہزار روپے ماہوار یا اس سے زیادہ تنخواہ دے سکتا ہوں۔“

”کیا مطلب.... اتنی تنخواہ آپ کیوں دیں گے بھلا۔“

”میں ذرا تم سے اور قسم کا کام لینا چاہتا ہوں.... اصل میں میں کچھ تجربات کر رہا ہوں.... کیا تم میرے پاس ایک بھکاری کو پکڑ کر لا سکتے ہو.... ایسے بھکاری کو.... جس کے آگے پیچھے کوئی نہ ہو.... یعنی اس کا کوئی رشتہ دار نہ ہو۔“

”کیوں.... آپ ایک عدد بھکاری کا کیا کریں گے۔“

”اس پر ایک تجربہ کروں گا.... پھر اس کو چھوڑ دوں گا.... لیکن تم اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر یا بے ہوش کر کے لاؤ گے.... بے ہوشی کی دوا میں تمہیں دوں گا.... تم بھکاری کو کھانے کی دعوت دے کر اسے اپنے گھر لے جاؤ.... وہاں تھوڑی سی دوا اس کے کھانے میں ملا دو.... وہ بے ہوش ہو جائے گا.... رات کی تاریکی میں اسے میرے پاس پہنچا دیا جائے.... اور بس.... اس اتنے سے کام کا میں تمہیں تیس ہزار دوں گا۔“

”یہ کام ذرا بھی مشکل نہیں.... ہم تو پہلے بھی کئی انسانوں کے قاتل ہیں.... ویسے یہ الجھن رہے گی.... آپ اس کا کریں گے کیا۔“

”میرے اور تمہارے درمیاں پہلے یہ بات طے ہو گئی کہ تم مجھ سے کچھ نہیں پوچھو گے.... اگر یہ شرط منظور نہیں تو تم ہوٹل آسمان چلے جاؤ.... مجھے تمہاری ضرورت نہیں.... میں خاور سے کوئی اور نوجوان منگوا لوں گا۔“

”ہمیں غور کرنے دیں پروفیسر۔“

”ہاں! ضرور.... کیوں نہیں۔“

اور پھر وہ واقعی غور کرنے لگے.... آخر ایک نے کہا.... ہمیں منظور ہے۔

”بہت خوب! آج سے تم میرے ملازم.... دس دس ہزار ماہوار تنخواہ دوں گا۔“

”یہ کیا.... ابھی تو آپ تمیں ہزار کی بات کر رہے تھے۔“

ایک بولا۔

”تمیں تمیں ہزار ان دس ہزار سے الگ ہیں.... تمیں ہزار تو اس وقت ملیں گے.... جب کوئی آسامی لا کر دو گے.... یعنی کوئی بھکاری۔“

”ہمیں منظور ہے۔“ دونوں ایک ساتھ بولے۔

”تب پھر آرام کرو.... جب ضرورت ہوگی میں بتا دوں گا....“

”جی اچھا۔“ انہوں نے جواب دیا۔

پھر پندرہ دن گزر گئے.... وہ وہاں اونگھا کرتے۔

آخر پندرہ دن بعد پروفیسر نے انہیں بلایا۔

”ایک دو دن کے اندر ایک بھکاری کی ضرورت ہے۔“

”آجائے گا جناب۔“ دونوں بولے۔

”واضح رہے.... اس کا رشتہ دار کوئی نہ ہو۔“

”آپ یہ شرط کیوں لگاتے ہیں۔“

”اس لیے کہ ایسے آدمی کو کوئی تلاش نہیں کرتا۔“

”کیا مطلب.... جسے ہم یہاں لائیں گے.... کیا.... وہ

واپس نہیں جائے گا۔“

”نہیں.... اگر ڈر لگ رہا ہے تو ہو ٹل چلے جاؤ۔“

”یہ بات نہیں.... ہمیں ڈر نہیں لگتا.... یہ کام بہت آسان

ہے۔“

”یہ اچھی بات ہے.... میں تمہیں بے ہوشی کی دوا دیتا

ہوں.... خیال رہے.... تمہیں ادھر آتے کوئی نہ دیکھے.... عین رات

کی تاریکی میں آؤ گے۔“

”آپ فکر نہ کریں۔“

اور پھر وہ چلے گئے.... آدھی رات کے وقت ان کی واپسی ہوئی تو ان کے ساتھ ایک ہنڈل تھا.... پروفیسر اوپر والی منزل پر کھڑا انہیں آتے اور ہنڈل نکالتے دیکھ رہا تھا.... جب اس نے اطمینان کر لیا کہ کوئی ان کے تعاقب میں نہیں آیا.... تب وہ نیچے اترے....

”بہت خوب! تو تم لے آئے۔“

”جی ہاں بالکل۔“

”کوئی دشواری تو پیش نہیں آئی۔“

”جی بالکل نہیں۔“

”اس کو کھول دو۔“

انہوں نے ہنڈل کو چاک کیا اور اندر سے بے ہوش آدمی کو

نکال لیا.... اب پروفیسر بولا۔

”اے میرے کمرے میں لے آؤ۔“

وہ اسے اٹھا کر اندر کمرے میں لے آئے اور پھر میز پر اسے لٹا

دیا۔

”یہ رہا تمہارا معاوضہ.... اور اب تم جاؤ.... صبح کام پر آ جانا“

اس بارے میں کسی کو کانوں کان پتا نہ چلے۔

”آپ اس کا کیا کریں گے سر۔“

”اس قدر جلد بھول گئے.... تم سوال نہیں کرو گے۔“

”اوہ معاف کیجئے گا پروفیسر۔“

”جاؤ.... معاف کیا۔“ وہ ہنسا پھر چونک کر بولا۔

”تم دونوں نے اب تک اپنے نام نہیں بتائے۔“

”میں ہارڈی ہوں اور یہ سارڈی۔“

”اچھے نام ہیں پسند آئے.... تم جاؤ۔ مجھے کام کرنے دو۔“

وہ چلے گئے.... پروفیسر اپنے کام میں مصروف ہو گیا....

اسے کام شروع کیے قریب دو سال ہو گئے تھے.... ہارڈی، سارڈی، رنگو

اور گنگو جیسے کئی ملازم اس نے رکھے اور غائب کیے تھے اور یہ سب

اوغ اس کے لیے نہ جانے کتنے بھکاری لوگ اغوا کر کے لائے

تھے.... ابھی تک اسے کامیابی نہیں ہوئی تھی۔

آج بھی وہ پوری توجہ سے اپنے کام میں جتا ہوا تھا.... اچانک

اس کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی۔

☆.....☆.....☆

سپنس

”کیوں جناب! آپ کسی بھکاری کی بات بھی سن سکتے ہیں۔“
 وہ یہ جملہ سن کر چونک اٹھے.... گھر میں داخل ہو رہے تھے
 کہ دروازے کے پاس پہلے سے کھڑے بھکاری نے ان سے یہ جملہ
 کہا.... وہ ایسے رخ کھڑا تھا کہ انہوں نے اسے دیکھا ضرور تھا، لیکن اس
 کا رخ دوسری طرف ہونے کی وجہ سے وہ یہ خیال نہیں کر پائے تھے کہ
 وہ ان سے کچھ کہنا چاہتا ہے.... وہ تو عین اس وقت ان کی طرف مڑا
 تھا.... جب وہ گھر میں داخل ہونے لگے تھے.... آج وہ بہت لیٹ ہو
 گئے تھے.... راستے میں ان کی جیب خراب ہو گئی تھی.... اس لیے
 جیب وہیں ایک ماتحت کے حوالے کر کے وہ ٹیکسی میں گھر تک پہنچے
 تھے.... یوں وہ دفتر سے گاڑی منگوا سکتے تھے، لیکن انہوں نے اس بات
 کو پسند نہیں کیا تھا۔

”ہاں! کیوں نہیں.... سنائیں.... اور یہ لے لیں۔“ انہوں

نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

”نہیں جناب! میں نے آپ کا راستا بھیک مانگنے کے لیے

نہیں روکا۔ ”اس نے اداس انداز میں کہا۔

”تب پھر؟“ وہ بولے۔

”مجھے تو آپ سے کچھ کہنا ہے....“

”اچھی بات ہے.... میں ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولتا

ہوں.... یہاں کھڑے رہ کر بات کرنا تو اچھا نہیں۔“

”بہت بہت شکریہ۔“

پھر وہ اسے اندر لے آئے.... اس وقت تک محمود فاروق اور

فرزانہ کو بھی سن گن لگ گئی تھی کہ ایک بھکاری ان سے کچھ کہنا چاہتا

ہے۔ یہ سن کر انہیں حیرت سی ہوئی تھی.... اور وہ بھی ڈرائنگ روم

میں آگئے تھے۔ ویسے ان کے ذہنوں میں یہ خیال سر ابھار رہا تھا کہ ہونہ

ہو.... وہ کوئی نقلی بھکاری ہے....

”آؤ بھئی.... تم بھی آؤ.... یہ میرے بچے ہیں.... آپ کو

ان کی موجودگی پر کوئی اعتراض تو نہیں۔“

”جی.... جی نہیں۔“

”اچھا بتائیں پھر۔“

”یہ سوچ رہا ہوں.... کہاں سے شروع کروں۔“

”شروع سے شروع کریں۔“ فاروق مسکرایا۔

”اوہ ہاں یہی مناسب رہے گا.... میں آپ کے گھر کے

نزدیک سڑک پر کھڑا ہو کر بھیک مانگتا ہوں.... یہ میرا سالہا سال کا

طریقہ ہے.... میں ایک غریب بستی میں رہتا ہوں.... اس بستی کے مکان کچے پکے ہیں.... ان میں سے ایک مکان میرا ہے.... میرے ساتھ والا مکان بھی ایک بھکاری کا ہے....“

یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گیا، اس وقت تک وہ کافی یوریت محسوس کرنے لگے تھے....

”اچھا تو پھر۔“ انسپکٹر جمشید بولے۔

”تین ماہ ہو گئے.... اس کا گھر بند پڑا ہے۔“

”کیا مطلب۔“

”تین ماہ سے وہ غائب ہے.... اگر وہ کہیں جاتا تھا تو کم از کم مجھے ضرور بتاتا تھا.... وہ کہا کرتا تھا کہ وہ دو دن کے لیے یا تین دن کے لیے فلاں جگہ پر جا رہا ہے.... ذرا اس کے گھر کا خیال رکھنا.... لیکن اس بار وہ کہہ کر نہیں گیا تھا.... اور اب تین ماہ ہو گئے ہیں۔“

”یہ کوئی بات نہیں.... اس نے کوئی اور جگہ دیکھ لی ہوگی....“

میرا مطلب ہے.... بھیک مانگنے کی.... اور رہائش بھی وہیں کہیں کوئی لے لی ہوگی۔“

”میں شاید اپنی بات کی وضاحت نہیں کر سکا۔“

”اچھا کریں پھر وضاحت۔“ انسپکٹر جمشید نے براہِ سامنہ بتایا..

”ہم تو چلتے ہیں لہا جان.... اپنے کمرے میں۔“ محمود نے انہیں بولے کہا.... شاید وہ تینوں کچھ زیادہ ہی یوریت محسوس کر رہے

تھے۔

”نہیں.... ابھی ٹھہرو۔“ وہ بول اٹھے۔

”جی.... اچھا۔“ تینوں نے کہا۔

”ہاں جناب اپنی بات کی وضاحت کریں.... آپ کیا کہنا

چاہتے ہیں۔“

”مجھے وہ دن اچھی طرح یاد ہے.... جس دن کی شام کو وہ گھر

نہیں لوٹا.... جب وہ رات کو گھر آتا تھا تو مجھ سے چند ادھر ادھر کی

باتیں کہے بغیر کھر کے اندر داخل نہیں ہوتا تھا.... اس دن جب وہ نہ

آیا تو مجھے حیرت سی ہوئی.... میں دیر تک اس کا انتظار کرتا رہا.... لیکن

وہ نہ آیا اور پھر نہ جانے میں کب سو گیا.... صبح اٹھ کر میں نے سب سے

پہلے اس کا دروازہ دیکھا.... دروازے پر بدستور تالا لگا ہوا تھا۔“ وہ ایک

بار پھر خاموش ہو گیا.... اور وہ پھر بوریٹ محسوس کرنے لگے.... ابھی

تک اس کی باتوں میں انہیں کوئی دلچسپی محسوس نہیں ہوئی تھی۔

”آخر اس میں پریشانی کی کیا بات ہے.... وہ کیسے چلا گیا

ہوگا۔“

”آپ ٹھیک کہتے ہیں.... میں بھی یہی سمجھتا رہا.... اور کسی

سے اس بات کا ذکر تک نہیں کیا اس لئے کہ ہم بھکاریوں میں ایک اور

بات ہے.... جب کوئی اپنا ذات تبدیل کرتا ہے تو خاموشی سے کرتا ہے۔

جب اپنی نئی جگہ پر پکا ہوتا ہے.... تب اپنے ساتھیوں کو بتاتا ہے اور

اپنے گھر آتا ہے.... لیکن شانی کو تو اتنا عرصہ ہو گیا.... آخر وہ کہاں ہے.... پھر بھی میں یہ ذکر نہ کرتا.... اگر۔“ ایک بار پھر وہ رک گیا۔
 ”اگر کیا؟“

”اگر میرا ایک اور دوست اسی طرح غائب نہ ملتا.... وہ مجھ سے ذرا فاصلے پر رہتا ہے.... اگرچہ روز نہیں ملتا۔ ہفتے میں ایک بار ضرور اس سے ملاقات ہوتی ہے.... آج سے چھ ماہ پہلے وہ ملنے کے لئے نہ آیا تو میں اس کے گھر گیا وہاں تالا لگا ہوا تھا میں نے خیال کیا.... وہ بھی اپنا اڈا تبدیل کر گیا.... لیکن وہ بھی نہ آیا.... اب آپ سوچیں... یہ دونوں آخر کہاں چلے گئے.... اپنے گھر کا سامان تک لینے نہیں آئے.... اور جناب اب میں آپ کو بتانے لگا ہوں ایسی بات.... ہم لوگ اڈا ضرور بدل لیتے ہیں.... گھر ضرور بدل لیتے ہیں.... لیکن اپنے گھر کا سامان کسی صورت نہیں چھوڑتے.... وہ ہر حال میں لے کر جاتے ہیں.... یہ ہو نہیں سکتا کہ یہ دونوں کہیں اور بھیک مانگ رہے ہوں اور اپنا سامان لینے نہ آئیں.... جب کہ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں.... وہ لوٹ کر نہیں آئے۔“

”آپ یہ بات دعوے سے کس طرح کہہ سکتے ہیں.... ہو سکتا ہے وہ رات کی تاریکی میں آئے ہوں اور سامان نکال کر لے گئے ہوں۔“

”دروازے کی جھری میں سے میں نے جھانک جھانک کر

دیکھا ہے.... سامان جوں کا توں پڑا ہے.... اور میں آپ کو بتاتا ہوں....
 بھکاریوں کی گدڑیاں ہوتی ہیں.... میلی کچلی.... گندی گدڑیاں.... ان
 میں بہت قیمتی چیزیں ہوتی ہیں.... لوگوں کے لئے وہ نفرت کی چیزیں
 ہیں.... لیکن ان میں بڑی دولت ہوتی ہے.... کرنسی نوٹ ہوتے یا
 سونا.... جا کر آپ ان دونوں گدڑیوں کی تلاشی لیں تو لاکھوں روپے
 نکلیں گے.... اب کیا وہ اپنے لاکھوں روپے چھوڑ کر کہیں جاسکتے
 ہیں.... ہرگز نہیں۔“

”آپ کی اس بات میں ضرور وزن ہے.... اور ہم اس خیال
 سے ان دونوں گدڑیوں کی تلاشی لے لیتے ہیں کہ چلو.... وہ لاکھوں
 روپے کسی غریب یا چند غریبوں کے کام تو آئی سکتے ہیں۔“
 ”لیکن بابا جان.... آپ ان دونوں کے روپے لوگوں کو کس
 طرح دے سکتے ہیں۔“

”انہوں نے یہ دولت لوگوں سے ہی تولی ہے.... پھر بھی ہم
 اس بارے میں کسی عالم سے پوچھ کر قدم اٹھائیں گے.... پہلے تلاشی
 ہو جائے۔ میں آپ کے ساتھ اپنے ماتحت بھیجتا ہوں.... پھر دیکھتے
 ہیں کہ اس سلسلے میں کیا کیا جاسکتا ہے۔“
 ”بہت بہت شکریہ جناب۔“ وہ خوش ہو گیا۔

انہوں نے اکرام کو فون کیا، ہدایات دیں.... دو گھنٹے بعد وہ
 سب ان کے گھر جمع تھے.... ان کے سامنے واقعی لاکھوں روپے اور

سونا وغیرہ جمع تھا.... وہ اس دولت کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔

”حیرت ہے.... کمال ہے.... یہ بھکاری لوگ اتنے دولت مند ہوتے ہیں.... پھر آخر یہ بھیک کیوں مانگتے ہیں۔“

”اگر بھیک نہ مانگیں تو پھر غریب ہو جائیں.... اس لئے کہ ہمارے اخراجات شاید ہی ختم ہوتے ہیں۔ اپنے گھروں میں ہم دولت مند لوگوں سے بھی زیادہ عیش کرتے ہیں۔“

”اچھا خیر.... یہ تو ہوا.... اب سوال یہ ہے کہ یہ دونوں کہاں ہیں.... ویسے میرے ذہن میں ایک بات آتی ہے۔ اکرام.... محمد حسین آزاد کو سادہ لباس میں ان کے ساتھ بھیج دو.... یہ پورے شہر کا ایک چکر لگائیں.... گاڑی پر.... اگر انہیں وہ بھکاری نظر آجاتے ہیں تو ان سے پوچھ لیا جائے.... ورنہ دوسرے بھکاریوں سے ان کے بارے میں پوچھتے ہوئے یہ یہاں لوٹ آئیں۔“

”جی بہتر۔“

اب ایسا کیا گیا.... دوسری صبح جب وہ لوگ ان کے پاس آئے تو ان کی آنکھوں میں بلا کا خوف تھا۔

”خیر تو ہے محمد حسین۔“

”پورے شہر سے تقریباً تیس بھکاری غائب ہیں.... اور ان سب کے دروازوں پر تالے جوں کے توں پڑے ہیں.... کوئی بیٹھے ماہ

سے غائب ہے.... کوئی ایک سال سے.... کوئی دو سال سے۔“
 ”نن.... نہیں۔“ وہ چلا اٹھے۔

”ہاں جناب! اب اس میں کوئی شک نہیں رہ گیا کہ انہیں غائب کیا گیا ہے.... وہ خود غائب نہیں ہوئے.... آخر یہ سب کے سب اپنی دولت کیسے چھوڑ گئے.... اگر کہیں اور جانا تھا تو وہ آزادانہ اپنی دولت ساتھ لے جا سکتے تھے.... کون انہیں روک رہا تھا....“ محمد حسین آزاد نے پر زور انداز میں کہا۔

”اف مالک! آخر وہی ہوا.... جس کا ڈر تھا۔“ فاروق نے گھبرا کر کہا۔

”کیا ہوا اس معاملے میں۔“ انسپکٹر جمشید نے چونک کر پوچھا۔

”سپنس پیدا ہو ہی گیا۔“ فاروق مسکرایا۔

”یار چپ رہو۔“ وہ جھلا اٹھے.... پھر اکرام سے بولے۔
 ”اکرام.... اب وسیع پیمانے پر کام کرنا پڑے گا.... یہ تمہیں انسان آخر کہاں گئے.... تمام بھکاریوں سے سوالات کیے جائیں.... غائب ہونے والوں کے بارے میں پوچھا جائے.... کسی ایسے شخص کا سراغ ضرور ملنا چاہیے.... جو ان سے ملاقات کرتا رہا ہے.... ان بھکاریوں کے پاس فون نہیں ہوتے.... کہ کسی نے فون پر ان سے رابطہ کر لیا ہو.... اور چپ چپاتے ان سے کسی نامعلوم مقام پر ملاقات

کر لی ہو.... کوئی ضرور ان کے پاس آ کر یا ان کے گھر آ کر ملاقات کرتا تھا.... لہذا ایسے کسی آدمی کے بارے میں ضرور کوئی نہ کوئی بتائے گا۔“

”او کے.... آپ فکر نہ کریں.... میرے تمام ماتحت ابھی یہ کام شروع کرتے ہیں۔“

”اور اکرام.... اگر کسی سے ایسے کسی ملاقاتی کے بارے میں کوئی خبر ملے.... تو اسے ذرا میرے پاس لے آنا۔ لیکن ڈرا دھمکا کر نہیں.... جیسا کہ پولیس کا طریقہ ہے.... جن سے کام بھی ہوتا ہے تو اسے اس طرح پکڑ کر لاتے ہیں.... جیسے اس نے کوئی بڑا جرم کیا ہو.... اس پاس کے لوگ اس بے چارے کے بارے میں نہ جانے کیا کیا سوچتے رہتے ہیں.... یہاں تک کہ وہ واپس آ جاتا ہے.... تب بھی لوگ اس کی طرف سے شک میں مبتلا رہتے ہیں۔“

”آپ فکر نہ کریں سر.... آپ کے ماتحت پولیس کا طریقہ اختیار نہیں کر سکتے۔“ اکرام مسکرایا۔

پھر چار دن گزر گئے.... تب کہیں جا کر اکرام ان کے پاس آیا.... اس کے ساتھ ایک بھکاری تھا.... اس کے چہرے سے کوئی پریشانی نہیں جھلک رہی تھی....

”انہوں نے اپنے دوست بھکاری کو ایک خوش پوش آدمی سے باتیں کرتے دیکھا تھا.... وہ دو تین بار اس سے ملاقات کرتا نظر

آیا.... اس کے بعد ان کا دوست پھر نظر نہیں آیا.... اس کے گھر پر بھی تالا لگا ہوا ہے....“

”ہوں.... اکرام.... ایک کام اور کرو.... ان گھروں کی تلاشی لے کر ساری دولت سرکاری قبضے میں لے لو.... اب تو یہ خبر پھیل گئی ہے لیکن ان گھروں کو لوٹ نہ لیا جائے۔“

”اوہ ہاں سر۔“ اکرام چونکا۔

اب وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

”ہاں تو انہوں نے اس کا کوئی حلیہ بتایا۔“

”جی ہاں.... بالکل بتایا.... اس حلیہ کے مطابق وہ آدمی گنگو تھا....“

”لیکن میں کسی گنگو کو نہیں جانتا۔“

”گنگو ایک منجھا ہوا جرائم پیشہ ہے سر.... اغوا کرنا اور اغوا کیے گئے شخص کے گھر والوں سے رقم طلب کرنا اس شخص کا پیشہ ہے۔“

”حد ہو گئی.... ارے بھائی.... ان بھکاریوں کے تورشتے دار ہیں ہی نہیں.... اس نے مطالبہ کس سے کیا ہو گا.... ان کے تو گھر بھی جوں کے توں پڑے ہیں۔“

”میں وہ بتا رہا ہوں سر.... جو ان سے معلوم ہوا ہے۔“ اکرام مسکرایا۔

”اوہ ہاں.... سوری.... پھر تم نے گنگو کا پتا کیا۔“

”نہیں سر.... آپ کی اجازت کے بغیر میں نے ایسا کرنا

مناسب نہیں سمجھا۔“

”او کے.... اس کا پتا کیا ہے۔“

”اس کا کوئی پتا نہیں ہے.... وہ ایک گھر میں کبھی نہیں

رہتا۔“

”تو پھر۔“

”کبھی کہیں.... کبھی کہیں.... کبھی کسی ہوٹل میں تو کبھی کسی

سرائے میں۔“

”اس کا مطلب ہے.... ہم اسے تلاش نہیں کر سکتے۔“

”میرا یہ مطلب نہیں سر.... میں تو اس کا طریقہ بتا رہا تھا...“

ویسے وہ عام طور پر ہوٹل آسمان میں نظر آتا ہے۔“

”آؤ بھئی.... ذرا ہم ہوٹل آسمان کا ایک چکر لگالیں۔ اس

لیے کہ یہ معاملہ ہے تیس آدمیوں کی گمشدگی کا۔“

”افسوس! میرا خیال غلط ثابت ہو گیا۔“ فاروق نے منہ بنا کر

کہا۔

”اور کیا خیال تھا تمہارا۔“ فرزانہ نے فوراً پوچھا۔

”میرا خیال تھا.... لاجان کبھی بھی اس کیس میں دلچسپی لینے

پر مجبور نہیں ہوں گے۔“

وہ مسکرا دیے.... پھر ہو نل آسمان پہنچے.... جو نئی وہ اس کے
 مین میٹ سے اندر داخل ہوئے.... بہت زور سے چونکے۔

☆....☆....☆

www.pakistanipoint.com

نکالو مال

ان کی نظریں ایک میز کے گرد بیٹھے کچھ لوگوں پر پڑی تھیں.... انہیں حد درجے حیرت ہوئی تھی وہ اس لیے کہ ان کے اس جگہ ہونے کی انہیں ایک فیصد بھی امید نہیں تھی۔

”میرا خیال ہے.... ہم بھی ریڈی میڈ میک اپ کر لیں۔“

انسپکٹر جمشید نے سرگوشی کی۔

”جی بہتر۔“ پھر ان کے ہاتھ جیبوں میں گئے.... چند لمحے

بعد ان کے حلیے اور نظر آنے لگے.... ایسے میں ایک بیرے کے منہ سے نکلا۔

”ارے! یہ کیا؟“

وہ کافی زور سے چیخا تھا.... اس کی آنکھوں میں حیرت بھی تھی

اور حد درجے خوف بھی.... لوگ چونک کر اس کی طرف دیکھنے

لگے.... لیکن اسے تو لوگوں کا خیال تک نہیں رہ گیا تھا.... ایسے میں

ایک بھاری بھر کم آوی اس کی طرف بڑھتا نظر آیا.... اس نے بیرے

کے کندھے پر ایک زوردار ہاتھ رسید کیا اور بولا۔

”کیا ہو گیا ہے تمہیں.... سانپ تو نہیں سونگھ گیا۔“
 ”نن نہیں.... سر.... سانپ یہاں کہاں۔“ اس کے منہ سے نکلا۔

”تو پھر کیا نظر آ گیا ہے۔“
 ”ایک عجوبہ.... آپ ان لوگوں کو دیکھ رہے ہیں.... وہ جو اس میز کی طرف بڑھ رہے ہیں.... ان کے چہرے.... جب یہ اندر داخل ہوئے.... یہ نہیں تھے۔“
 ”کیا مطلب.... ان کے چہرے تبدیل ہو گئے.... یعنی ان کے جسموں پر جو چہرے پہلے تھے.... اب وہ نہیں ہیں.... بدل گئے ہیں۔“

”جی ہاں۔“ میرا بولا۔

”تمہارا دماغ چل گیا ہے.... یا پھر تم نے آج شراب پی ہے۔“

”نہیں سر.... میں ہوش میں ہوں.... آپ خود چل کر انہیں دیکھ لیں۔“

”اور میں کیا دیکھ لوں۔“

”ان لوگوں کو غور سے دیکھ لیں.... ویسے یہاں اب کوئی واردات ہونے والی ہے.... یا پھر خون خرابہ.... یہ لوگ نیک ارادے سے نہیں آئے.... آپ فوراً سب انسپکٹر انقلاب کو بلا لیں۔“

”بلا لیں گے.... پہلے میں خود دیکھوں گا۔“

”یس سر۔“ اس نے فوراً کہا۔

بھاری بھر کم آدمی اس میز کی طرف بڑھ گیا.... وہ بیرا دراصل اس ہوٹل کا جاسوس تھا.... رہتا وہ یہاں بیرے کے روپ میں تھا.... اس لیے اس کی بات کو بالکل نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔
”کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں۔“

”جی ہاں ضرور.... کیوں نہیں.... ویسے جاسوس آپ نے جن کر رکھا ہے۔“ انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

اس لیے کہ یہ باتیں آہستہ آواز میں نہیں کی گئی تھیں.... ان سب نے سنا تھا۔

”ضرور جناب! یہ میں نے کیا سنا ہے.... آپ کے حلے تبدیل کس طرح ہو گئے۔“

”اگر آپ کو اعتراض ہے تو یہ لیں.... ہم اپنے اصل حلے میں آجاتے ہیں.... کیونکہ آپ کے جاسوس کی وجہ سے اب ہم اس میک اپ میں نہیں رہ سکتے۔“

”آپ نے یہ کیسے جان لیا کہ یہ بیرا نہیں.... جاسوس ہے؟“
بھاری بھر کم آدمی نے کہا۔

”پہلے تو آپ اپنا تعارف کروائیں۔“

”میں.... میں خاور تیموری ہوں.... اس ہوٹل کا منیجر۔“

”اوہ! تب تو ٹھیک ہے۔“

”کیا ٹھیک ہے۔“ اس نے پوچھا۔

”اگر آپ ہوٹل کے منیجر ہیں.... تب تو ٹھیک ہے.... ورنہ

ہم آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیتے۔“

”کون سی بات؟“

”میک اپ کو ختم کرنے کے بارے میں۔“

”اوہ اچھا خیر.... مہربانی فرما کر ختم کر دیں.... لوگ شک کر

رہے ہیں.... وہ سوچ رہے ہیں کہ شاید اب ہوٹل میں ڈاکا پڑا کہ اب پڑا۔“

”ڈاکا.... کیا مطلب.... کیا ہوٹل میں ڈاکا بھی....“

”خبردار.... سب لوگ ہاتھ اوپر کر دیں۔“

ایک خوفناک آواز ہال میں گونج اٹھی.... انہوں نے چونک

کر دیکھا۔ ہال کے چاروں کونوں پر ایک ایک نقاب پوش کھڑا تھا....

ان کے ہاتھوں میں پستول تھے۔ ہال کے درمیان میں بھی ایک لمبا آدمی

کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بھی ایک پستول تھا.... وہ چاروں طرف

گھوم رہا تھا.... اور سب پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔

”لیجئے.... پہلے تو آپ ان ڈاکوؤں سے نبٹ لیجئے.... ہم سے

تو بعد میں بات کیجئے گا۔“ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

”میں تنگ آ گیا ہوں.... اس شہر کی پولیس نہ جانے کیا کرتی

رہتی ہے.... ڈاکو دندناتے پھرتے ہیں.... کوئی روک ٹوک نہیں....
کوئی چیکنگ نہیں۔“ منیجر نے جھٹاکر کہا۔

”خبردار.... یہ کون بول رہا ہے.... جو بولے گا ہم اس پر بھی
گولی چلائیں گے.... اپنی جیبوں کی تمام نقدی میرے آدمیوں کے
حوالے کر دو.... ورنہ ہم گولیاں چلا دیں گے.... ہم پہلے ہی خونی
لوگ ہیں.... نہ جانے کتنے خون کئے ہیں.... یوں بھی ہم مارے جائیں
گے.... توں بھی.... لہذا ہمیں اس کی کیا پرواہ کہ کس کے گولی کہاں
لگتی ہے.... ہم تو بس اندھا دھند فائرنگ کر دیں گے‘ لہذا چالاک بننے
کی کوشش بے سود ہوگی۔“

اب لوگ ساکت ہو گئے.... اس کے دو ساتھیوں نے
لوگوں کی جیبوں کو خالی کرنا شروع کر دیا.... ان کے کندھے سے
بڑے بڑے بیگ لٹک رہے تھے.... وہ نقدی وغیرہ ان میں بھر رہے
تھے.... آخر ان کی باری آگئی.... وہیں منیجر بھی ساکت بیٹھا تھا۔
”چلو نکالو مال۔“

”نہ بھائی نہ.... ہم تو اپنا مال نہیں دیں گے۔“

”کیا کہا.... نہیں دیں گے۔“

”ہاں! یہی کہا ہے۔“

”تم پہلے ہو.... اس بھرے مجمع میں‘ جنہوں نے اپنی موت

کو پکارا ہے.... ہمارا کیا جاتا ہے.... یہ لو۔“

اس نے نال کارخ ان کی طرف کر دیا.... پھر بولا :
 ”ایک منٹ کی بھی دیر کی تو گولیاں سینے کے آر پار ہوں
 گی۔“

ایسے میں انسپکٹر جمشید کا ہاتھ حرکت میں آیا.... پھر پستول
 ان کے ہاتھ میں تھا.... اور انہوں نے اس کی گردن دو بچ رکھی تھی۔
 ”اب تم ان سے کہو.... پستول پھینک دیں.... ورنہ تمہاری
 گردن تو گئی کام سے۔“
 ”نن.... نہیں.... نہیں۔“ اس کے منہ سے گھٹی گھٹی چیخ
 نکل گئی۔

اس کے ساتھیوں کے رنگ اڑ گئے۔
 ”حکم دوا نہیں.... ورنہ تمہاری گردن تو گئی۔“
 ”پستول گرا دو۔“
 ”نہیں.... ہم پستول نہیں گرائیں گے.... اس طرح
 صرف تمہاری گردن ٹوٹے گی نا۔ ہم تو یہ مال لے جاسکیں گے۔“
 ”دیکھو.... یہ تمہارے ساتھی....“
 ”یہ.... یہ تم کہہ رہے ہو۔“
 ”جرائم کی دنیا میں ایسی باتیں سامنے آتی ہی رہتی ہیں۔“ اس
 نے ہنس کر کہا۔

”تم چاروں بے وقوف ہو۔“ انسپکٹر جمشید غرائے۔

”وہ کیسے.... تم بہت بڑھ بڑھ کر باتیں بنا رہے ہو....“ اس نے چیخ کر کہا۔

”ہاں! میں بڑھ بڑھ کر باتیں بنا رہا ہوں اور اس کی ایک وجہ ہے۔“

”اور وہ کیا۔“

”وہ وجہ یہ ہے.... کہ۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے چار فائر کر دیے.... ان چاروں کے ہاتھوں سے پستول نکل گئے۔

”واہ.... کیا بات ہے.... وہ مارا۔“

ہال تالیوں سے گونج اٹھا.... سب گاہکوں کے چہروں پر رونق آگئی۔ لیکن انہوں نے دیکھا.... ہال میں ایک شخص ایسا بھی تھا جس کے چہرے پر تار کی پھیل گئی تھی....

”انہیں باندھ لو بھئی۔“ انہوں نے محمود فاروق اور

فرزانہ سے کہا۔

جلد ہی انہیں باندھ لیا گیا۔

”سب لوگ اپنی اپنی نقدی وغیرہ واپس لے لیں۔“

لوگ اپنی چیزوں پر ٹوٹ پڑے.... اب اگر ام کو فون کیا گیا۔

”ان لوگوں کو ابھی پولیس گھر قمار کے لئے جائے گی....“

آپ لوگ اپنا کام کریں، کہا نہیں پیش۔“

”شکریہ.... شکریہ.... آپ بہت بہادر ہیں۔“

وہ مسکرا دیے.... پھر بھاری بھر کم آدمی کی طرف مڑے۔

”ہاں! آپ کیا کہتے ہیں اب۔“

”میں کیا کہوں۔“

”آپ کچھ کہہ رہے تھے۔“

”وہ بات پرانی ہو گئی.... میں جان گیا.... آپ کا تعلق پولیس

سے ہے.... لہذا آپ میک اپ میں ہو سکتے ہیں۔“

”چلئے آپ نے یہ تو کہا.... ویسے آپ کا نام کیا ہے۔“

”خاور تیموری۔“

”اور آپ اس ہوٹل کے منیجر ہیں۔“

”بالکل۔“ اس نے کہا۔

”آئے دن یہاں ڈاکے کیوں پڑتے ہیں۔“

”میں تو انتظامیہ کو رپورٹیں کرتے کرتے تھک گیا ہوں۔“

”لیکن ڈاکوں کا سلسلہ رک نہیں سکا۔“

”تب پھر آپ کے ہوٹل میں لوگ آتے ہی کیوں ہیں، جب

انہیں معلوم ہے.... کہ یہاں آکر لوگ لٹ جاتے ہیں۔“

”ہمارے کھانے انہیں یہاں آنے پر مجبور کرتے ہیں.... اور

بھی تمام چیزیں ہماری بہت اچھی ہیں۔“ اس نے کہا۔

”بہت خوب! میرا خیال یہ ہے.... آپ کے دفتر میں چل کر

بات کیوں نہ کریں۔“

”ضرور.... کیوں نہیں....“ اس نے منہ ہٹا کر کہا۔

پھر وہ اس کے دفتر میں آگئے.... اکرام اور اس کے ماتحت ہال میں رہ گئے.... لوگوں کی چیزیں جب تک انہیں نہ مل جاتیں.... وہ وہاں سے ہٹ نہیں سکتے تھے.... گرفتار شدگان کو اسی وقت حوالات میں بند کرنے کے لئے بھیج دیا گیا۔

”ہاں! اب بتائیں.... آپ کیا کہتے ہیں۔“ انسپکٹر جمشید بولے۔

”میں کیا کہتا ہوں.... کیا مطلب۔“

”ہم اس واردات کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔“

”واردات کے مجرم تو پکڑے گئے.... لوگوں کو ان کا مال

واپس مل گیا.... اب آپ مجھ سے اس بارے میں کیا پوچھ رہے ہیں۔“

”آخر آپ کے ہوٹل میں لوگ اس قدر آسانی سے ڈاکے

ڈالنے میں کامیاب کیوں ہو جاتے ہیں، جب آپ کا ہوٹل اس قدر

کامیاب ہے.... خوب کمائی ہو رہی ہے تو آپ حفاظتی انتظامات کیوں

نہیں کرتے۔“

”میرا خیال تھا.... پولیس بندوبست کر لے گی ان ڈاکوؤں

کا.... لیکن ایسا نہیں ہو سکا.... اب مجھے ہی کرنا پڑے گا۔“

”بہت اچھا کریں گے آپ.... ہمیں گنگو سے ملنا ہے۔“

”گنگو.... وہ تو اس طرف بہت دنوں سے نظر نہیں آیا۔“

”ہم نے سنا ہے.... وہ یہاں اکثر آتا رہتا ہے۔“

”جی ہاں.... لیکن دو تین ماہ سے اسے یہاں نہیں دیکھا گیا۔“

”وہ ہمیں کہاں مل سکے گا۔“

”بھلا میں کیا بتا سکتا ہوں۔“

”تب پھر ہمیں اس کے بارے میں کون بتائے گا۔“

”میں یہ بات بھی کس طرح بتا سکتا ہوں۔“ اس نے جل کر

کہا۔

”میرا خیال ہے.... آپ بتا سکتے ہیں.... آپ ان ڈاکوؤں

سے کتنا حصہ وصول کرتے ہیں۔“

”کیا.... کیا کہا۔“ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا.... چہرہ غصے سے

تن گیا....

”میں نے کہا ہے.... آپ ان ڈاکوؤں سے کتنا حصہ وصول

کرتے ہیں.... ڈاکے کے مال میں سے آپ کتنا حصہ وصول کرتے

ہیں۔“

”آپ ہوش میں تو ہیں.... کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں

خود یہاں ڈاکے ڈلواتا ہوں۔“

”ہاں! اس میں ایک فیصد بھی شک نہیں ہے۔“ انسپکٹر جمشید

نے کہا۔

”اباجان.... کیا ہم ہال تک ہو آئیں۔“ ایسے میں فاروق نے کہا.... اس کے چہرے پر شدید بے چینی نظر آرہی تھی.... محمود اور فرزانہ کا حال بھی مختلف نہیں تھا.... اس لئے کہ ہال میں وہ لوگ موجود تھے.... جنہیں دیکھ کر وہ چونکے تھے.... لیکن پھر ڈاکو درمیان میں آگئے اور وہ ان کی طرف توجہ نہ دے سکے....

”نہیں! یہیں بیٹھے رہو۔“

”جی.... بہتر.... کک.... وہ چلے نہ جائیں۔“

”وہ نہیں جائیں گے....“ انہوں نے سخت لہجے میں کہا۔

”یہ.... یہ آپ کن کی باتیں کر رہے ہیں۔“

”آپس کی باتیں ہیں یہ.... آپ اپنی بات کریں۔“

”میرا ڈاکوؤں سے کوئی تعلق نہیں۔“

”تب پھر گنگو کا پتا بتادیں۔“

”میں نہیں جانتا۔“

”آپ اس طرح نہیں بتائیں گے.... آپ کو تھانے لے جانا پڑے گا۔“

”حد ہو گئی.... میں ایک ہوٹل کا منیجر ہوں.... کوئی چور اچکا نہیں کہ آپ بغیر کسی وجہ کے.... اور بغیر وارنٹ کے مجھے گرفتار کر لیں۔“ اس نے چیخ کر کہا۔

شاید وہ اپنی آواز باہر پہنچانا چاہتا تھا.... اچانک چار لمبے تڑنگے

نوجوان اندر داخل ہوئے.... ان کے ہاتھوں میں پستول تھے۔
 ”کیا یہ لوگ آپ کو پریشان کر رہے ہیں جناب.... تیموری صاحب۔“

”ہاں! یہی بات ہے۔“
 ”آپ فکر نہ کریں.... جا کر اپنی رہائش گاہ پر آرام کریں....
 انہیں ہم دیکھ لیں گے۔“
 ”شکریہ۔“ وہ مسکرایا اور باہر جانے لگا۔
 ”آپ کے حق میں بہتر یہی ہے کہ آپ یہیں ٹھہریں....
 ہم آپ سے بھی بات کریں گے اور ان سے بھی۔“
 ”نہیں.... اب آپ ان سے ہی بات کریں بس۔“
 ”میں نے کہا ہے.... آپ یہیں ٹھہریں۔“ وہ سرد آواز میں
 بولے۔

”اور اگر میں نہ ٹھہروں۔“
 ”تب ہم آپ کو زبردستی روکیں گے۔“
 ”تم سن رہے ہو۔“
 ”یس سر.... کیا حکم ہے۔“
 ”ٹھکانے لگا دو کم عتوں کو.... ہر کام کے درمیان میں
 آجاتے ہیں۔“

ان کے پستول والے ہاتھ حرکت میں آتے نظر آئے....

انسپکٹر جمشید جلی کی طرح اچھے اور پھر چار فار ایک ساتھ ہوئے ان چاروں نے ایک ایک گولی چلائی تھی چاروں دشمنوں کے ہاتھوں سے پستول نکل گئے ساتھ ہی خاور تیموری کا رنگ اڑ گیا۔

”اب آپ کیا کریں گے۔“

”آپ کو گر فٹار کروائیں گے آپ نے بلا وجہ ان چاروں پر فار کئے ہیں۔“

”ان بے چاروں کا بھی بیان لیا جائے گا اور یہ بیان دیں گے کہ آپ کے حکم سے ہی ہمیں مار ڈالنا چاہتے تھے“

”یہ ایسا بیان ہر گز نہیں دے سکتے۔“

”او کے پتا چل جائے گا ابھی۔“

پھر انہوں نے اکرام اور اس کے ساتھیوں کو وہاں بلا لیا

”ان پانچوں کو گر فٹار کر لو بھئی ہوٹل کو سیل کر دو“

اس کے بارے میں ابھی بہت کچھ تفتیش کرنا پڑے گی۔

”آپ کا دماغ چل گیا ہے شاید۔“ خاور تیموری چلا اٹھا۔

”آپ کیا کہنا چاہتے ہیں مسٹر تیموری۔“

”آپ لوگوں کا دماغ ضرور چل گیا ہے۔“

”آخر کیسے؟“

”یہ میرا ہوٹل ہے میرا۔“ اس نے سینے پر ہاتھ رکھا۔

”اچھا تو پھر.... اس سے کیا ہوتا ہے۔“

”اس سے وہ ہوتا ہے.... جو آپ خواب میں بھی نہیں سوچ سکتے۔“ اس نے جل کر کہا۔

”جب ہو جائے گا تو ہمیں خواب میں سوچنے کی آخر ضرورت کیا رہ جائے گی۔“

”ساری شوخی دھری رہ جائے گی۔“

”یہ خبر ہے.... یا پیش گوئی۔“ محمود نے پوچھا۔

”خبر.... پیش گوئی تو غلط بھی ہو سکتی ہے۔“ وہ ہنسا۔

”او کے.... انہیں لے چلو بھئی۔“

عین اس لمحے ایک زبردست دھماکا ہوا اور ہر طرف دھواں

پھیل گیا۔ وہ اس دھوئیں میں چھپ گئے.... اور لگے باری باری گرنے....

انہیں ہوش آیا تو وہ ایک تہ خانے میں قید تھے.... انہوں

نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر انہوں نے تہ خانے کی

سیڑھیوں پر سے خاور تیموری کو آتے دیکھا.... اس کے دائیں

بائیں.... چھ غنڈے کلاشن کوفیں لئے اتر رہے تھے۔

ان کے چہروں پر شیطانی مسکراہٹیں تھیں.... اور وہ سب

اس وقت بری طرح ہمدھے ہوئے تھے۔

”ان لوگوں کو اپنے سوالات کے جوابات چاہئیں.... بتاؤ

انہیں گنگو کہاں ہے۔“
 نزدیک آتے ہی خاور تیموری نے گرج دار آواز میں کہا۔

☆....☆....☆

www.pakistanipoint.com

تجھے کا نام

”یس باس! اس سوال کا جواب تو ذرا مشکل نہیں.... گنگو دوسری دنیا میں جا چکا ہے۔“

”ہائیں اچھا.... تم نے مجھے بتایا تک نہیں.... یہ کب ہوا؟“
 ”آج سے تین چار ماہ پہلے۔“

”اور کیسے ہوا۔“

”اس معاملے سے ہمارا کوئی تعلق نہیں سر.... اس لئے مجھے یہ معلوم نہیں کہ کیسے ہوا.... صرف یہ معلوم ہے کہ ایسا ہوا تھا.... اس کا خاتمہ کسی اور نے کیا تھا....“

”اوہ.... اوہ.... تم نے اس قدر اہم اطلاع مجھے پہلے کیوں نہیں دی۔“

”آپ اس سے زیادہ اہم خبروں میں الجھے ہوئے تھے۔“

”اوہ اچھا خیر.... ہاں تو انسپکٹر صاحب.... آپ کو اپنے سوال

کا جواب مل گیا.... کچھ اور پوچھنا ہے؟“

”ہاں! تمہارے اس تجھے کا کیا نام ہے۔“ انہوں نے منہ مٹایا۔

”سامی.... یہ تمہارا نام پوچھ رہا ہے.... بتا دو اسے اپنا نام۔“

اس نے ہنس کر کہا۔

”آپ نے بتا تو دیا ہے باس۔“

”میری بات جانے دو.... اپنی بات کرو۔“

”میرا نام سامی ہے.... سامی لنگڑا۔“

”بہت خوب مسٹر سامی لنگڑے.... آپ گنگو کے بارے

میں کیا جانتے ہیں۔“

”یہی کہ وہ مر چکا ہے۔“

”آپ کو یہ خبر کیسے ملی؟“

”مل گئی.... جیسے ملی.... ہم لوگ ادھر ادھر کی خبریں رکھتے

ہیں۔“

”بتاؤ پھر کس ذریعے سے یہ خبر ملی۔“

”اب میں ذریعے کی بات تو نہیں بتا سکتا۔“

”کوئی بات نہیں ابھی پوچھ لیں گے۔“

”کس سے مجھ سے۔“ وہ ہنسا۔

”ہاں! اور کس سے۔“

”چلو دیکھتے ہیں....“ اس نے ہنس کر کہا۔

”سامی اپنا کام شروع کرو.... ان کی لاشوں کا بھی سراغ نہ

ملے۔“

”ایسا ہی ہو گا باس.... آپ فکر نہ کریں۔“
 اور پھر وہ ان کی طرف بڑھنے لگے.... ایسے میں ایک آواز
 سنائی دی۔

”کیا ہم نیچے آ سکتے ہیں۔“

وہ بری طرح اچھلے.... چونک کر سیڑھیوں کی طرف مڑے،
 انہوں نے دیکھا، ایک مرد، دو لڑکے اور ایک لڑکی اجازت طلب
 نظروں سے زینے پر کھڑے تھے۔

”کیا مطلب.... کون ہو تم اور یہاں کیسے پہنچ گئے۔“ خاور
 تیموری نے چلا کر پوچھا۔

”جیسے آپ پہنچ گئے نکل....“ ایک لڑکا چکا۔

”کیا کہا.... نکل.... یہ کیا ہوتا ہے۔“

”شکر کریں.... میں نے آپ کو نکل نہیں کہا۔“

”دماغ تو نہیں چل گیا۔“

”ایک منٹ.... پوچھ کر بتاتا ہوں.... کیوں بھٹسی... میرا

دماغ تو نہیں چل گیا۔“

”ہم تمہارے دماغ کے بارے میں تو یقین سے تو کچھ

نہیں کہہ سکتے.... ہاں اس بات کا امکان ضرور ہے۔“ دوسرا مسکرایا۔

”کس بات کا۔“

”اس بات کا کہ.... ہائیں کیا بات ہو رہی تھی.... ہم کس

بات کے امکان پر بات کر رہے تھے۔“

”ہم امکان پر نہیں.... دماغ کے چلنے پر بات کر رہے تھے.... تمہاری یادداشت ہے یا کیا ہے۔“ لڑکی بولی۔
 ”حد ہو گئی.... ارے پاگل.... تم ہو کون۔“

”پاگل تھے تو یہاں پہنچ گئے.... ورنہ دوسرے لوگ کیوں نہیں یہاں آئے۔“ مرد نے ہنس کر کہا۔

”اب تم لوگ نیچے آہی جاؤ.... ہم ان سے پہلے تم سے باتیں کرنا پسند کریں گے۔“

”یہی تو ہم چاہتے ہیں۔“ مرد نے ہنس کر کہا اور سیڑھیاں اترنے لگا.... اس کے پیچھے وہ تینوں بھی اترے.... اور ان کے سامنے آگئے۔

”ہاں! اب بتاؤ.... تم کون ہو۔“

”آپ کے ہوٹل کے گاہک۔“

”یہاں کیسے آگئے۔“

”وہ ہم نے ایک دھماکے کی آواز سنی تھی.... صورت حال جاننے کے لئے ہم آپ کے کمرے کی طرف چلے گئے۔ ہر طرف دھواں تھا.... اس دھوئیں کی اوٹ میں.... آپ لوگ ان بے چاروں کو اٹھا کر کہیں لے جا رہے تھے.... ہم پیچھے چلے آئے.... یہ دیکھنے کے لئے کہ آپ انہیں کہاں لے جا رہے ہیں.... اگر آپ کو ہماری یہ بات

بری لگی ہو تو ہم واپس چلے جاتے ہیں.... آؤ بھئی چلیں۔“
 ”نہیں اب جا کر کیا کرو گے.... اب تو تمہیں بھی ان کے
 ساتھ مرنا پڑے گا۔“

”کیا مطلب۔“ وہ ایک ساتھ بولے۔
 ”میں نے کہا ہے.... تمہیں بھی اب ان کے ساتھ مرنا پڑے
 گا۔“

”لیکن ہم نے تو ایسا کوئی پروگرام نہیں بنایا۔“
 ”حد ہو گئی.... یعنی کہ.... سامی! یہ تو بالکل پاگل لگتے
 ہیں.... کیا خیال ہے....! انہیں جانے دیا جائے۔“
 ”نہیں باس.... ان پر ہمارا خرچ ہی کیا آئے گا.... چار گولیاں
 اور سسی.... ہو سکتا ہے یہ بے ہوئے پاگل ہوں.... اور ہمارا بھانڈا پھوڑ
 دیں۔“

”وہ ہم پہلے ہی پھوڑ آئے ہیں۔“ لڑکا بولا۔

”کیا مطلب.... کیا پھوڑ آئے ہو۔“

”بھانڈا۔“ دوسرا لڑکا بولا۔

”حد ہو گئی۔“

”وہ تو پہلے بھی کئی بار ہو چکی ہے.... کوئی نئی بات نہیں۔“
 ”سوی.... وقت ضائع کر رہے ہیں یہ ہمارا.... پہلے انہیں
 نشانہ بناؤ۔“

”او کے پاس.... ایسے آرڈر دیا کریں آپ مجھے.... بہت خوشی ہوتی ہے.... کمیشن جو زیادہ بیٹا ہے۔“

”کیا مطلب.... کمیشن.... کس بات کا۔“ لڑکا حیران ہو کر

بولا۔

”بندے مارنے کا.... جتنے بندے ماروں گا.... اسی حساب سے کمیشن ملے گا مجھے۔“

”اف تو بہ.... یہ لوگ تو پرانے پاپی ہیں۔“ لڑکی نے بوکھلا کر کہا۔

”اب پتا چلا.... لیکن اب تم واپس نہیں جاسکتے۔“

”چلو کوئی بات نہیں.... ہم یہیں رہ لیں گے۔“

”یہاں اب کون رہنے دے گا۔“

”جانے بھی نہیں دیتے.... یہاں رہنے بھی نہیں دیتے....“

تب پھر.... آخر.... ہم کہاں جائیں گے۔“

”اوپر.... دوسری دنیا میں.... یہ لو.... بس میں تم پر ایک

ایک گولی خرچ کروں گا.... تاکہ تم ہمارے لئے زیادہ منگے ثابت نہ

ہو۔“

یہ کہہ کر سامی نے چار فائر کئے.... وہ چاروں ادھر ادھر

کھڑے نظر آئے.... یہ دیکھ کر وہ دھک سے رہ گئے۔

”یہ.... یہ کیا سامی.... کیا تم نے جان بوجھ کر ادھر ادھر فائر

کئے تھے۔ ”خاور تیموری گڑبڑا کر بولا۔

”نن نہیں.... باس۔“ سامی ہکھلایا۔

”تب پھر....“

”انہوں نے میرے وار چائے ہیں باس۔“ اس نے کھوئے

کھوئے انداز میں کہا۔

”لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“

”میں ایک اور کوشش کرتا ہوں باس۔“

”لیکن اب ذرا سوچ سمجھ کر کرنا۔“ اس نے کہا۔

”ہاں! کیوں نہیں۔“ اس نے کہا.... لیکن اس کی پیشانی سے

پریشانی صاف جھلک رہی تھی.... آخر اس نے ایک بار پھر چار فائر

کئے.... اور اس بار خوب نشانہ لے کر کئے.... لیکن چاروں فائر خالی

گئے۔

”یہ کیا ہو سامی۔“ تیموری چلایا۔

”سامی مارا گیا باس۔“

”کیا مطلب۔“

”یہ لوگ عام لوگ نہیں ہیں.... غالباً یہ انسپکٹر جمشید کے

ساتھی ہیں۔“

”بہت دیر بعد عقل آئی۔“ لڑکا بولا۔

”کک.... کیا مطلب.... کون ہو تم لوگ۔“

”یہ انسپکٹر کامران مرزا ہیں.... اور یہ ہیں آفتاب“ آصف اور فرحت۔“ انسپکٹر جمشید کی آواز سن کر وہ ان کی طرف مڑ گئے.... انہوں نے دیکھا.... وہ اٹھ کر کھڑے ہو رہے تھے اور رسیاں ان کے پیروں کے پاس پڑی تھیں۔

”یہ.... یہ.... یہ کیا.... تم نے رسیاں کیسے کھول ڈالیں۔“
 ”یہ تو ہم بہت پہلے کھول چکے تھے عقل مندوں.... ہم تو یونہی تمہارا دل خوش کر رہے تھے.... انسپکٹر کامران مرزا نہ آتے تو ہم پر چلائی جانے والی گولیوں کا بھی یہی حال ہوتا۔“
 ”لیکن جج کر تو تم اب بھی نہیں جاؤں گے۔“

”اچھا.... وہ کیسے.... اب تم کیا کرو گے۔“ انسپکٹر جمشید کے لمبے میں حیرت تھی.... پھر وہ ان کی طرف مڑے۔
 ”ویسے تو ہمیں تم لوگوں کا شکریہ تو ادا کرنا ہی چاہیے.... لہذا آپ چاروں کا شکریہ۔“ انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔
 ”وعلیکم السلام۔“

”یہ کیا انکل.... آپ شکرے کے جواب میں وعلیکم السلام کہہ رہے ہیں۔“

”نہیں.... میں نے یاد دلایا ہے.... ہم نے ایک دوسرے کو السلام علیکم نہیں کہا جو ہمارے مسلمان ہونے کی ایک نشانی ہے....“
 ”وہ دراصل ہم ان لوگوں کے ساتھ الجھے ہوئے تھے اور پھر

یہاں چل رہی تھیں گولیاں.... اس لئے خیال چوک گیا.... السلام
علیکم۔“

”وعلیکم السلام۔“ وہ ایک ساتھ بولے۔
”سامی.... اپنا کام دکھاؤ۔“ انہوں نے خاور تیموری کی سرد
آواز سنی۔

”او کے باس۔“

اس کے ساتھ ہی تہ خانے میں ایک پھر ایک دھماکا ہوا....
وہ تو بھول ہی گئے تھے.... کہ یہ لوگ تو دھماکے بھی کرنا جانتے ہیں...
تہ خانے میں ایک بار پھر دھواں بھر گیا.... ہاتھ کو ہاتھ
تک بھٹائی نہیں دے رہا تھا.... ایسے میں بھی انسپکٹر جمشید نے چھلانگ
لگائی اور کسی کو دیوچ لیا....

دھواں چھٹا تو ان کے ساتھ ہی بے ہوش پڑے تھے.... صرف
اور صرف انسپکٹر کامران مرزا ہوش میں تھے.... اور ان کے قبضے میں
صرف سامی تھا.... خاور تیموری غائب تھا.... سامی بھی بے ہوش
ہو چکا تھا.... اب اسے ہوش میں لایا گیا.... اکرام کو فون کر کے دیں
بلالیا گیا.... پھر پورے ہوٹل کی تلاشی لی گئی.... تیموری کہیں نظر نہ
آیا.... آخر وہ سامی کو کمرہ امتحان میں لے گئے.... پھر اسے شکنجے میں
کس کر بٹن دبایا گیا تو وہ پوری قوت سے چیخا:

”آخر تم لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہو۔“

”ہا ہا ہا.... گولیاں چلانے والے اب یہ پوچھ رہے ہیں.... چلو

یہ بتاؤ.... تیموری کہاں ملے گا۔“

”یہ بات واقعی مجھے نہیں معلوم.... معلوم ہوتی تو فوراً بتا

دیتا.... کیونکہ وہ تو مجھے مصیبت میں چھوڑ کر چلا گیا۔ میرے لئے اس

نے کیا کیا ہے.... کچھ بھی نہیں.... جبکہ میں اس کے کہنے پر لوگوں کو

موت کے گھاٹ اتار رہا ہوں۔“

”لیکن ہمیں تیموری کی بہت ضرورت ہے.... اس کے

جہاں کہیں ملنے کے امکانات ہیں، تم وہ پتے ہی بتا دو۔“

”کالی سرائے میں مل سکے شاید.... اگر وہ وہاں نہ ہو.... تو

بھی کالی سرائے کی مالک رجنی دیوی ضرور بتا سکے گی۔“

”کیا یہ عورت ہندو ہے۔“

”ہاں.... بالکل۔“

”اگر تیموری ہمیں مل گیا تو ہم تم سے کوئی غرض نہیں

رکھیں گے.... نہ ملا تو ہم تمہارے پاس آئیں گے اور یہ بٹن ضرور

دووائیں گے.... اسے تین سیکنڈ کا جھکا دینا بھنسی ذرا۔“

”نن نہیں.... نہیں....“ وہ چیخا۔

”اوہو.... کیا ہو گیا ہے.... تم تو انسانوں کو موت کے گھاٹ

اتارتے رہے ہو۔“

”دوسروں کو اتارنا اور بات ہے.... خود اترنا اور۔“ اس نے

رو کر کہا۔

”اصل میں ہمیں واقعی تیموری کی بہت ضرورت ہے....
اچھا چلو.... اتنا بتادو.... تیموری تمہا خانے سے اس قدر جلدی کیسے
عائب ہو گیا تھا۔“

”اوہ ہاں.... یہ میں بتا سکتا ہوں۔“

”چلو شکریہ.... کچھ تو بتا سکتے ہو۔“

”تمہا خانے میں سے ایک خفیہ راستہ ہوٹل کے پچھلی طرف
والے جنگل میں نکلتا ہے.... وہ راستہ دیوار میں کسی بڑی تصویر کے
پچھے ہے۔“

”بہت خوب.... اور وہ سرائے کہاں ہے۔“

”سرائے جانی روڈ پر واقع ہے.... کالی کی سرائے۔“ اس نے

کہا۔

”شکریہ! ہم جا رہے ہیں.... اگر تیموری مل گیا تو ٹھیک ورنہ

فکینجہ تیار رہے گا۔“

”مجھے جو معلوم تھا بتا دیا۔“

”خیر خیر.... دیکھتے ہیں۔“ یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید ان کی

طرف مڑے۔

”ہاں! پہلے آپ بتائیں.... آپ اچانک یہاں کیسے.... اور

اپنی آمد کی آپ نے خبر تک نہیں کی۔“

”خبر کرنے کا وقت نہیں مل سکا تھا.... فوری طور پر ہوٹل

آسمان کا رخ کرنا پڑ گیا تھا۔“

”اب بتادیں۔“

”ہم ایک مجرم کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں آئے ہیں.... وہ

سیدھا ہوٹل آسمان میں آیا تھا۔“

”کیا مطلب.... کیا نام ہے اس کا.... آپ کو تو پھر وہیں رکنا

چاہیے تھا۔“

”اے ہمارے تعاقب کا کوئی علم نہیں.... اس کا نام ہے

تارن۔“

”کیا!!! تارن۔“

انسپکٹر جمشید اچھل پڑے۔

☆....☆....☆

یہ کیا مذاق ہے

تارن کا نام سن کر انہیں چونکتے دیکھ کر محمود، فاروق اور
فرزانہ حیرت زدہ رہ گئے۔

”اس کا مطلب ہے.... آپ تارن کو جانتے ہیں۔“ انسپکٹر
کا مران مرزانے حیران ہو کر کہا۔

”پہلے آپ بتائیں.... آپ نے تارن کا تعاقب کس لئے کیا
ہے.... ویسے مجھے یہ جان کر بہت حیرت ہوئی ہے کہ تارن آج کل
شرکی حصے میں تھا.... اور ابھی ابھی ادھر آیا ہے۔“

”مجھے اس کے بارے میں معلوم ضرور تھا.... لیکن یہ پتا نہیں
تھا کہ وہ ہماری طرف آیا ہوا ہے.... ہم تو ایک ہوٹل میں کسی کام سے
گئے تھے.... وہاں اس پر نظر پڑ گئی.... میں نے فوراً سمجھ لیا کہ وہ تارن
ہے.... لہذا میں اس کے تعاقب میں لُٹ گیا.... جلد ہی پتا چلا.... اس
نے جہاز پر ایک سیٹ بک کرائی ہے.... اسی جہاز پر ہم نے سینیٹس بک
کرائیں اور ہلکے میک اپ میں اس کا تعاقب کرتے یہاں تک پہنچ گئے
۔ اس نے یہاں آکر ہوٹل آسمان کا رخ کیا.... لہذا ہم نے بھی یہاں

کمرہ کرائے پر لے لیا.... ابھی تک تو معاملہ صرف اتنا ہے.... تارن جیسے خطرناک مجرم کو دیکھ کر میرے کان کھڑے ہو گئے تھے.... اور میں نے محسوس کیا تھا کہ ملک میں ضرور کچھ ہونے والا ہے.... لہذا کیوں نہ اس کا تعاقب کیا جائے۔“

”یہ بہت ہولناک بات ہے.... اور اب ہم ایک ساتھ کالی سرائے نہیں جاسکتے.... آپ فوری طور پر ہوٹل آسمان پہنچ جائیں.... ہم نے اکرام سے کہہ دیا تھا کہ آج رات جب تمام گاہک ہوٹل سے چلے جائیں.... تو اس کو سیل کر دیا جائے.... اور ٹھہرے ہوئے مسافروں سے درخواست کی جائے کہ وہ کسی اور ہوٹل میں ٹھہر جائیں.... بلکہ انہیں دوسرے ہوٹلوں میں ٹھہرانے کے لئے ان کی مدد بھی کی جائے۔ وہ ابھی وہیں ہوگا اور رات ہونے کا انتظار کر رہا ہوگا۔“

”لیکن میری تجویز یہ ہے کہ ہوٹل بند نہ کیا.... اب اس ہوٹل کو ہم چلائیں گے۔“ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

”تب آپ وہاں خاور تیموری کے میک اپ میں چلے جائیں.... اور ان تینوں کو بھی میک اپ میں ادھر ادھر سیٹ کر دیں۔“

”یہ خوب رہے گا....“ انسپکٹر کامران مرزا نے خوش ہو کر

”تب پھر آپ ان تینوں کو بیرے بتادیں۔“ فاروق نے ہنس

کر کہا۔

”بیرے ہو گئے تم خود.... بلکہ بہرے بھی۔“ آفتاب بولا۔

”نبٹ لیں گے تم سے.... آخر کو تم ہو ٹل آسمان آؤ گے

ہی.... یوں بھی وہاں تارن موجود ہے۔“

”اور یہ تارن کون ہے لبا جان.... آپ نے یہ تو بتایا ہی

نہیں۔“

”تارن.... کیا تم نے تارن کا نام آج سے پہلے نہیں سنا۔“

انسپکٹر جشید نے حیران ہو کر کہا۔

”جی.... جی نہیں۔“ تینوں ایک ساتھ بولے۔

”اور تم تینوں نے۔“

”ہم نے بھی کبھی نہیں سنا.... لیکن جب سے انکل نے

تعاقب شروع کیا ہے.... اس وقت سے ہمیں معلوم ہوا کہ ہم اس

کے تعاقب میں ہیں اور وہ ایک خطرناک آدمی ہے۔“

”آپ راستے میں انہیں تارن کے بارے میں بتادیں....

میں انہیں بتادوں گا.... کیا خیال ہے۔“

”ٹھیک۔“ وہ بولے.... سب مسکرا دیے.... ایسے میں انسپکٹر

جشید چونک کر سامی کی طرف مڑے۔

”کیا تم تارن کے بارے میں کچھ جانتے ہو۔“

”نہیں.... میں تو صرف تیموری صاحب کو جانتا ہوں....“

اس کے لئے کام کرتا رہا ہوں.... جو حکم وہ دیتے رہے ہیں.... میں کرتا رہا ہوں.... اور ان کے کہنے پر میں نے بہت سے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔“

”کیا ان بہت سے لوگوں میں کچھ بھکاری لوگ بھی شامل

ہیں۔“

”بھکاری لوگ.... کیا مطلب؟“

انسپکٹر کامران مرزا نے حیران ہو کر پوچھا اور ان کی طرف

دیکھا بھی۔

”کیوں.... یہ سن کر آپ کو حیرت کیوں ہوئی.... کیا آپ کی

طرف بھی بھکاری لوگ غائب ہو رہے ہیں۔“

”نہیں.... مجھے آپ کے سوال پر حیرت ہوئی ہے۔“

”وہ میں پھر بتاؤں گا.... آپ فوری طور پر تارن کی طرف

توجہ دیں.... اس وقت زیادہ اہم وہ ہے.... ہاں تو مسٹر سامی.... تم

نے کسی بھکاری کو ہلاک نہیں کیا۔“

”نہیں.... بالکل نہیں۔“

”اچھی بات ہے.... ہم تمہارے بیان کو چیک کریں گے۔“

”ضرور کیوں نہیں۔“

اب وہ وہاں سے روانہ ہوئے.... راستے میں محمود نے بے

چہن ہو کر کہا۔

”آپ ہمیں تارن کے بارے میں بتانے والے تھے۔“

”اوہ ہاں۔“ وہ چونکے۔

”ویسے لبا جان.... کیا یہ بات عجیب نہیں.... کہ ابھی ہم

تیموری والا معاملہ حل کر نہیں سکے کہ ایک اور صاحب تارن سامنے آ گیا.... آخر یہ ہو کیا رہا ہے۔“

”ابھی تک کوئی اندازہ نہیں اور یہ ضروری نہیں کہ تارن کا ہمارے والے معاملے سے کوئی تعلق ہو۔“

”خیر.... پہلے تو آپ یہ بتائیں.... تارن ہے کون؟“

”تارن ایک ہوا ہے ہوا۔“

”جیسے انڈونیشیا کا ہوا تھا؟“

”نہیں.... وہ تو کوئی بہت چھوٹی چیز تھا.... یہ بہت بڑی اور

خوفناک چیز ہے.... جس ملک میں دیکھا جاتا ہے۔ سمجھ لو.... اس کی

خیر نہیں.... وہاں ضرور کوئی خوفناک گڑبڑ ہونے والی ہے۔“

”آپ تو ہمیں ڈرائے دے رہے ہیں۔“

”میں تو جوابات ہے.... وہ بتا رہا ہوں۔“

”خیر خیر.... آخر یہ کون ہے.... کیا کرتا ہے۔“

”یہ کسی کو نہیں معلوم.... کہ تارن کون ہے.... کیا کرتا

ہے.... صرف یہ کہا جاتا ہے کہ تارن ایک ہوا ہے.... آج تک اس پر

کوئی قابو نہیں پاسکا.... کوئی نہیں جانتا.... وہ کسی ملک میں کیوں موجود ہے.... لیکن اتنا ہے.... جس ملک میں وہ موجود ہوتا ہے.... اس کا جینا حرام کر دیتا ہے.... لوگوں کو مصیبت میں مبتلا کرنا اس کا شوق ہے۔“

”ابھی تک ہم کچھ نہیں سمجھ سکے.... مثال دے کر سمجھائیں۔“

”پچھلے دنوں.... ہمارے ایک دوست ملک کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا تھا.... تختہ الٹنے کے سلسلے میں تارن کا نام لیا گیا.... تارن اس ملک میں ان دنوں نظر بھی آیا.... لیکن نہ اسے گرفتار کیا جاسکا.... نہ تختہ الٹنے سے روکا جاسکا.... جب اس نے اپنا کام مکمل کر لیا.... تو وہ وہاں سے اس طرح غائب ہو گیا.... جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔“

”اوہ اچھا.... تب وہ واقعی خطرناک آدمی ہے، لیکن یہ کس طرح کہہ دیا گیا کہ اس نے حکومت کا تختہ الٹا ہے۔“

”سابقہ تجربات کی بنا پر۔“ وہ مسکرا دیے۔

”یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔“

”مطلب یہ کہ وہ جب بھی کسی ملک میں نظر آتا ہے.... اس کے نظر آنے کے کچھ عرصہ بعد اس حکومت کا تختہ ضرور الٹ جاتا ہے.... پتا نہیں وہ کیا کرتا ہے۔“

”اور اب وہ یہاں نظر آیا ہے.... گویا اب ہماری موجودہ

حکومت خطرے میں ہے۔“

”کچھ کہا نہیں جاسکتا.... بظاہر تو حکومت کو کوئی خطرہ نہیں

ہے.... نہ ملک میں دور دور تک کوئی گڑبڑ ہے۔“

”تب پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ ہماری حکومت کا تختہ

الٹنے کے لئے آیا ہے.... یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس کی آمد کا منصوبہ کچھ اور ہو۔“

”یہ تم کہہ سکتے ہو.... میں نہیں۔“ وہ مسکرا دیے۔

”جی.... یہ کیا بات ہوئی۔“ فاروق کے لمبے میں حیرت تھی۔

”مطلب یہ کہ اس کا نام صرف حکومتوں کے تختے الٹنے کے

سلسلے میں ہی لیا جاتا ہے.... آج تک اور کسی سلسلے میں اس کا نام نہیں لیا گیا۔“

عین اس وقت ان کے موبائل فون کی گھنٹی جی.... وہ چونک

اٹھے.... دوسری طرف صدر کے مشیر اکرم لودھی بات کر رہے تھے۔

”انسپکٹر جمشید! آپ کے لئے صدر صاحب کی ہدایات

ہے.... آپ جہاں بھی ہیں.... جس حالت میں بھی ہیں۔ سب کام

چھوڑ کر ان کے پاس پہنچ جائیں.... ایک گھنٹے کی دیر بھی خطرناک

ہو سکتی ہے۔“

”لوہ.... ایس سر۔“

انہوں نے کہا اور ساتھ ہی فون بند کر دیا.... انہوں نے اسی وقت گاڑی کا رخ ایوان صدر کی طرف کر دیا.... کالی سرائے کا نام تک ان کے ذہن سے نکل گیا تھا.... مشیر کی آواز سے کپکپاہٹ صاف ظاہر تھی.... اس کا مطلب تھا.... ایوان صدر میں کوئی گڑبڑ ہے.... جلد ہی وہ ایوان صدر کے دروازے پر پہنچ گئے.... ملٹری پولیس نے انہیں روک لیا۔

”آپ اندر نہیں جاسکتے۔“

”لیکن صدر صاحب نے ہمیں فوراً بلایا ہے۔“

”یہ کب کی بات ہے۔“

”ابھی چند رہ منٹ پہلے کی۔“

”جب کہ ہمیں صرف پانچ منٹ پہلے صدر صاحب کے مشیر اکرم لودھی صاحب نے ہدایت دی ہے.... کہ کوئی اندر نہ آنے پائے.... چاہے کوئی بھی کیوں نہ ہو۔“

”او کے.... تب تو ٹھیک ہے.... انہوں نے ہمیں بلایا تھا....“

”ہم آگئے.... انہوں نے روک دیا.... ہم جا رہے ہیں۔“

”او کے۔“ آفیسر نے کہا۔

وہ واپس مڑے اور کالی سرائے کی طرف روانہ ہو گئے۔

”یہ سب کیا تھا بالاجان۔“

”یا تو وہاں کوئی گڑبڑ ہے.... اور پہلے معاملہ صدر اور ان کے

مشیر کے ہاتھ میں تھا.... اب ان کے ہاتھ سے نکل کر کسی اور کے ہاتھ میں آ گیا ہے.... یا پھر کوئی مسئلہ ہے.... بہر حال فکر نہ کرو.... بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔“

عین اس وقت ان کے فون کی گھنٹی پھر جی.... وہ چونک اٹھے۔

”لو.... پھر انہی مہربان کا فون آ گیا۔“

یہ کہہ کر انہوں نے سیٹ آن کر دیا۔

”لیں سر.... انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں۔“

”آپ.... آپ اب تک پہنچے نہیں.... صدر صاحب سخت

ناراض ہو رہے ہیں۔“

”ہم کیا کریں جناب.... دروازے پر موجود آفیسر نے بتایا

کہ خود آپ کا انہیں یہ حکم پانچ منٹ پہلے ملا ہے کہ کوئی اندر نہیں آئے گا۔“

”کیا کہا.... میرا پیغام ملا تھا انہیں۔“

”ہاں جناب!“

”آپ ایوان صدر سے کتنی دور ہیں۔“

”ایک منٹ کے راستے پر۔“

”آجائیں واپس.... میں دروازے پر موجود ملوں گا اور آپ

کے سامنے آفیسر سے پوچھوں گا.... کہ اسے کس نے یہ آرڈر دیا

تھا۔“

”ہم تو آجائیں سر.... لیکن ایسا نہ ہو کہ پھر وقت ضائع ہو

ہمارا۔“ انہوں نے براہِ سامنے بنا کر کہا۔

”نہیں.... صدر بہت گرم ہیں.... آپ انہیں ٹھنڈا کرنے

کا طریقہ سوچ لیں۔“

”وہ ہم پر کیسے گرمی اتار سکتے ہیں.... اتارنا ہے تو دروازے

پر موجود آفیسر پر اتاریں۔“ وہ بولے۔

”اے بھی صدر کے سامنے پیش کیا جائے گا۔“

”بہت بہتر.... ہم آرہے ہیں۔“

اور پھر وہ ایوانِ صدر کے دروازے پر پہنچ گئے.... عین اس

وقت اکرام لودھی باہر نکلے۔

”آپ نے انسپکٹر جمشید کو اندر جانے سے روکا؟“

”نوسر.... بالکل نہیں.... یہ تو ابھی آرہے ہیں.... آنے

سے پہلے میں کیسے روک سکتا تھا۔“

”کیا مطلب؟“ انسپکٹر جمشید زور سے بولے۔

”کیوں جناب! کیا بات ہے۔“ آفیسر نے حیران ہو کر کہا۔

”ہم ابھی چند منٹ پہلے یہاں آئے تھے.... تو آپ نے ہمیں

اندر نہیں جانے دیا تھا.... ہم نے آپ کو بتایا بھی تھا کہ ہمیں صدر

صاحب کے مشیر اکرام لودھی صاحب نے فون کر کے بلایا ہے....

صدر صاحب کو ہم سے بہت ضروری کام ہے.... لیکن آپ نے ہمیں اندر نہیں جانے دیا تھا اور کہا تھا کہ یہ کتنی دیر پہلے کی بات ہے.... جب میں نے بتایا کہ اکرم لودھی صاحب نے ابھی پندرہ منٹ پہلے فون کیا تھا.... آپ نے بتایا تھا کہ آپ کو ابھی پانچ منٹ پہلے منع کیا گیا ہے۔“

”نن نہیں.... نہیں۔“ آفیسر نے چلا کر کہا۔

”کیا مطلب۔“ اکرم لودھی نے بوکھلا کر کہا۔

”میں نے ہر گز ان سے یہ الفاظ نہیں کہے۔“

”یہ کیسے ہو سکتا ہے.... انسپکٹر جمشید ہر گز ہر گز جھوٹ نہیں بولتے.... ان کے بارے میں یہ بات اس قدر مشہور ہے کہ اس ملک میں اس قدر شاید ہی کوئی اور بات مشہور ہو۔“

”آپ کا مطلب ہے سر.... میں جھوٹ بول رہا ہوں۔“

”میں تو یہی کہوں گا۔“

”تب پھر سر.... مجھے ملازمت سے فارغ کر دیں.... یہ میری

توہین ہے۔“

”اس کا فیصلہ بعد میں ہو گا.... پہلے ہم صدر صاحب سے

ملاقات کریں گے۔“ اکرم لودھی نے کہا۔

”جیسے آپ کی مرضی۔“

”نہیں جناب! انسپکٹر جمشید نے منہ بتایا۔“

”کیا مطلب....“

”پہلے انہیں کسی کی نگرانی میں دے دیں.... یہ فرار ہونے کی کوشش نہ کریں۔“

”میں کیوں فرار ہونے کی کوشش کروں گا بھلا۔“ اس نے جل کر کہا۔

”ان کا نام کیا ہے جناب؟“

”طاؤس جوتا۔“ اکرم لودھی نے براسامنے بتایا۔

”آپ نے نام بتاتے ہوئے براسامنے کیوں بتایا۔“

”ان کی وجہ سے وقت ضائع ہوا ہے.... اندر صدر صاحب کا پارہ اور چڑھ چکا ہوگا۔“

”اس کے باوجود.... پہلے ان کا انتظام کیا جائے.... یہ فرار نہ ہونے پائیں.... یا پھر آپ اس بات کی ذمہ داری لیں کہ یہ فرار نہیں ہوگا۔“

”او کے.... یہ فرار نہیں ہوگا۔ آپ نیچے موجود رہیں.... فرار ہونے کی کوشش کی تو دنیا کے کسی بھی کونے میں چھپ جائیں.... ہم تلاش کرالیں گے۔“

”او کے....“ اس نے کہا۔

اور پھر وہ اندر چلے.... جو نہی وہ صدر صاحب کے کمرے میں داخل ہوئے.... وہ زور سے دھاڑے۔

”انسپکٹر جمشید.... یہ کیا مذاق ہے.... میں نے کتنی دیر پہلے

تمہیں بلایا تھا۔“

”اس سوال کا جواب اکرم لودھی صاحب دے سکتے ہیں

سر۔“

”سوال میں نے آپ سے کیا ہے۔“

”ان کے مقرر کردہ آفیسر نے مجھے اندر نہیں آنے دیا.... تو

کیا میں زبردستی اندر آتا سر.... وہ مجھ پر پستول تان لیتا.... اور یہ آپ

جانتے ہیں.... میں اپنے پولیس کی فوج اور پولیس کا کتنا احترام کرتا

ہوں.... ان پر وار نہیں کر سکتا....“

”لودھی.... یہ میں کیا سن رہا ہوں۔“

”اس سلسلے میں سارا کیا دھرا طاؤس جوٹا کا ہے۔“

”میں سمجھا نہیں۔“

”سر.... کیپٹن طاؤس جوٹا کی ذیونی صدر دروازے پر تھی...

یہ جب آئے میرا فون سن کر تو اس نے انہیں اندر نہیں آنے دیا اور یہ

کہا کہ میں نے اسے منع کر رکھا ہے.... حالانکہ میں نے اسے بالکل منع

نہیں کیا تھا.... میں تو اس وقت سے آپ کے ساتھ ہوں.... جب

میں نے انہیں فون کیا تھا.... کیا میں آپ کے پاس سے ہلا ہوں

سر۔“ اکرم لودھی نے روانی کے عالم میں کہا۔

”بالکل نہیں۔“ صدر نے انکار میں سر بلایا۔

بس تو پھر سر.... ہم اس سے بعد میں بات کریں گے....

پہلے تو آپ ان سے بات کر لیں۔“ انہوں نے کہا۔
 ”مجھے یہ بات منظور نہیں ہے سر۔“ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔
 ”کون سی بات جمشید۔“ صدر نے حیران ہو کر کہا۔
 ”یہ کہ اس سلسلے میں طاؤس جو نا سے بات یہ کریں گے....
 ان سے تفتیش میں خود کروں گا۔“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“ اکرم لودھی نے فوراً کہا۔
 ”اوکے.... اب تم میری بات سنو جمشید.... ملک میں اس
 وقت تارن موجود ہے.... اور مجھے اپنی حکومت کی بیاویں ہلتی محسوس
 ہو رہی ہیں۔“

وہ سکتے میں آگئے.... آخری لے۔

”آپ کو یہ اطلاع کس نے دی سر۔“

”اکرم لودھی نے۔“

”آپ کو یہ خبر کیسے ملی سر۔“ وہ اس کی طرف مڑے۔

”صدر صاحب کی خفیہ فورس کے ایک کارکن نے اطلاع

دی تھی کہ اس نے تارن کو دیکھا ہے۔“

”کہاں؟“ وہ پوچھے۔

”یہ میں نے اس سے نہیں پوچھا۔“

”کارکن کا نام۔“

”کارکن کا نام جان کر کیا کریں گے.... وہ خفیہ فورس کا کارکن

ہے.... بس اتنا کافی ہے۔“ اکرم لودھی نے منہ ہٹایا۔

”تب پھر اس معاملے میں‘ میں کوئی کام نہیں کر سکتا سر۔“

”کیا مطلب!“ صدر تیز آواز میں بولے۔

”سر! میں اپنے طریقے کے مطابق کام کیا کرتا ہوں.... اگر

مجھ سے اس سلسلے میں کام لینا ہے.... تو پھر جو میں چاہوں گا کروں

گا۔“

”بالکل.... مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“

”تب پھر اس کارکن کا نام بتائیں.... کس نے آپ کو اطلاع

دی کہ شہر میں اس نے تارن کو دیکھا ہے۔“

”او کے.... مجھے خفیہ فورس کے رکن سردار حامد نیاگرو نے

اطلاع دی ہے۔“

”سردار حامد نیاگرو....“

”انسپکٹر جمشید اچھل کر کھڑے ہو گئے.... پھر انہوں نے

ایک عجیب حرکت کی۔

☆....☆....☆

لاش موجود ہے

انسپکٹر کامران مرزا نے اپنی کار ہوٹل آسمان کے سامنے روکی.... ہوٹل کے منیجر کی گرفتاری کے بارے میں سب کو علم ہو چکا تھا.... لیکن ہوٹل کی رونق جوں کی توں تھی.... کیونکہ اس کی گرفتاری کے فوراً بعد ہوٹل کے مالک کی آواز تمام گاہکوں نے سنی تھی.... اس نے کہا تھا۔

”منیجر نے اگر کوئی جرم کیا ہے تو اس کی سزا منیجر کو ملے گی... نہ کہ پورے ہوٹل کو.... ہوٹل کا کام جوں کا توں جاری و ساری رہے گا.... لہذا آپ لوگ پریشان نہ ہوں.... مسافر حضرات بھی اطمینان رکھیں.... فی الحال ہوٹل انتظام میرے ہاتھ میں رہے گا.... جب تک کسی نئے منیجر کا انتظام نہ ہو جائے۔“

یہ اعلان تحریری طور پر بھی لکھ کر ایک نمایاں جگہ لگا دیا گیا تھا.... یہی وجہ تھی کہ ہوٹل کی رونق اسی طرح قائم تھی.... اندر داخل ہونے کے فوراً بعد انہوں نے اپنے کمروں کا رخ کیا.... انہیں تارانا کے کمرے کا علم تھا۔ لہذا کسی سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں

تھی....

”کیا یہ بات عجیب نہیں انکل۔“ فرحت کی آواز ابھری۔

”یہاں کون سی بات عجیب نہیں.... پہلے تو یہ بتاؤ۔“ آفتاب

اس پر الٹ پڑا۔

”جب میں کوئی کام کی بات پوچھا کروں تو تم ٹانگ نہ اڑایا

کرو۔“ فرحت نے جھلا کر کہا۔

”ہائیں.... تو یہ کام کی بات ہے.... مجھے نہیں معلوم تھا۔“

آفتاب کے لبے میں حیرت تھی۔

”اب تو معلوم ہو گیا۔“ فرحت نے آنکھیں نکالیں۔

”ہاں! اب ہو گیا.... آنکھیں بند کر لو.... کچھ زیادہ باہر نکل

آئی ہیں۔“ اس نے منہ بنایا۔

انسپیکٹر کامران مرزا اور آصف ہنس پڑے۔

”آپ.... آپ بھی ان حضرات کی باتوں پر ہنس رہے ہیں۔“

فرحت نے حیران ہو کر کہا۔

”یہ غلط ہے۔“ انسپیکٹر کامران مرزا فوراً بولے۔

”کیا غلط ہے۔“

”ہم دونوں دراصل تم دونوں کی باتوں پر ہنس رہے ہیں۔“

انہوں نے پھر ہنس کر کہا۔

”آپ کو بھی مذاق کی سوجھ رہی ہے.... کمال ہے۔“

”اس میں کمال کہاں سے آگیا؟“ آصف بول پڑا۔
 ”حد ہو گئی.... میری بات مٹی میں مل گئی۔“
 ”ایک دن ہم سب مٹی میں ملنے والے ہیں۔“ آفتاب نے
 سر د آہ بھری۔

”اچھا تو کون سی بات عجیب محسوس ہوئی تمہیں۔“
 ”اس ہوٹل میں ایک تہہ خانہ ہے.... اس تہہ خانے میں
 فیجر نے انکل وغیرہ کو ہلاک کرنے کی کوشش کی.... لیکن ہوٹل کے
 مالک کہہ رہے ہیں.... اس کے جرم کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔“
 ”نہیں.... یہ بات اتنی عجیب نہیں.... اس لئے کہ ایسا
 ہو سکتا ہے.... ہوٹل کا مالک سچا ہو سکتا ہے.... بہت دولت مند ہو....
 گرمیوں کے موسم میں کسی سرد مقام پر چلا جاتا ہو.... اس طرح وہ کئی
 مہینے دوسری جگہ گزارتا ہو.... اس دوران سازشی فیجر کیا نہیں
 کر سکتا۔“

”اوہ ہاں! واقعی.... یہ ہو سکتا ہے.... لیکن اس بات کا بھی تو
 امکان ہو سکتا ہے کہ ہوٹل کا مالک اس کے جرائم میں برابر کا شریک
 ہو۔“

”ہاں! اس بات کا بھی زبردست امکان ہے۔“
 ”کوئی بات نہیں.... اسے چیک کر لیں گے.... پہلے ذرا
 تارن کو دیکھ لیں.... میں نے غلطی کی.... ہمیں ان کے ساتھ نہیں

جانا چاہیے تھا.... وقتی طور پر ان کے معاملے میں دخل اندازی کرنا پڑی.... یہ اور بات ہے.... لیکن یہاں سے ان کے ساتھ جانا نہیں چاہیے تھا.... اب اگر تارن یہاں نہ ہو تو مشکل ہو جائے گی۔“

”اللہ اپنا رحم فرمائے۔“

”فرحت.... تم اس کے کمرے کی طرف جاؤ.... دروازہ بند ہو تو تالے کے سوراخ سے اندر جھانکنے کی کوشش کرنا۔“

”جی بہتر۔“ فرحت نے کہا اور کمرے سے نکل گئی۔

تارن کا کمرہ اسی منزل پر برآمدے کے آخر میں تھا.... اور جس دن سے وہ ہوٹل میں آیا تھا.... اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلا تھا.... کھانا وغیرہ بھی وہ کمرے میں ہی منگوا رہا تھا....

فرحت اس کے کمرے کے بالکل سامنے پہنچ گئی.... اس نے ایک نظر برآمدے میں ڈالی۔ کوئی آتا جاتا نظر نہ آیا.... کمرے کا دروازہ بند تھا اس لئے اس نے تالے کے سوراخ سے آنکھ لگادی.... اچانک اسے ایک زیر دست جھٹکا لگا.... آنکھوں میں خوف دوڑ گیا.... بدن میں تھر تھری محسوس ہوئی.... وہ فوراً پیچھے ہٹ گئی اور تیزی سے اپنے کمرے کی طرف آئی۔

”اس نے.... اس نے کسی کو قتل کر دیا ہے انکل۔“

”کیا مطلب....؟“ وہ ایک ساتھ بولے۔

”لاش اندر موجود ہے.... لاش کی آنتیں باہر نکل آئی“

ہیں۔“

”آؤ.... جلدی کرو.... اس سے اچھا موقع ہمیں نہیں ملے

گا.... ہم اسے رنگے ہاتھوں گرفتار کر سکتے ہیں۔ آصف تم باہر ہی ٹھہرے رہنا اور اکرام کو فون کر دو.... وہ فوراً اپنے ہاتھوں کو ساتھ لے کر ادھر آجائے۔“

”جی اچھا.... لیکن کیا میں فون کرنے کے بعد اندر نہ آؤں۔“

”نہیں تمہارا باہر رہنا ضروری ہے... میرا خیال ہے....“

تارن نے کام شروع کر دیا ہے۔ انسپکٹر جمشید کو اسی لئے ایوان صدر میں الجھا دیا گیا اور اب ہمیں الجھانے کا پروگرام ہے۔“ انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

”مم.... میں سمجھی نہیں انکل۔“ فرحت نے بوکھلا کر کہا۔

”آؤ جلدی کرو۔“

وہ اس کے کمرے کی طرف لپکے.... دروازے پر پہنچ کر

انہوں نے دستک دی.... انہیں یوں لگا جیسے اندر موجود لوگ ساکت

رہ گئے ہوں.... پھر قدموں کی چاپ سنائی دی.... آخر دروازہ کھل

گیا.... اور انہوں نے تارن کی صورت دیکھی.... اس کے چہرے پر

سوالیہ مسکراہٹ تھی۔

”فرمائیے.... کیا خدمت کر سکتا ہوں۔“

”کیا ہم اندر آ سکتے ہیں۔“

”اس وقت میں بہت مصروف ہوں.... آپ لوگوں کو مجھ سے کوئی کام ہے.... تو پھر کسی وقت آئیے گا۔“ اس نے منہ بنا کر کہا۔

”لیکن ہمیں کام تو اسی وقت ہے۔“ یہ کہہ کر انہوں نے تارن کو ایک دھکا دیا.... اور اندر داخل ہو گئے.... ان کے پیچھے ہی آصف اور فرحت داخل ہو گئے۔

”یہ.... یہ کیا.... آپ میرے کمرے میں زبردستی گھس آئے ہیں.... سیکرٹری.... ہوٹل کے منیجر کو بلاؤ۔“ وہ گرجا۔

”میں اسے نہیں بلا سکتا سر.... اسے پولیس پکڑ کر لے گئی ہے۔“

”کیسے پتا چلا۔“ تارن بولا۔

”سیرے نے بتایا.... جو ابھی کھانا دے کر گیا ہے۔“

’اوہ اچھا.... تو نائب منیجر کو بلاؤ.... یا پھر ہوٹل کے مالک کو بلاؤ۔“

”لو کے سر.... لیکن سر.... اس کی کیا ضرورت ہے.... ان لوگوں سے آپ پوچھ لیں.... انہیں کیا کام ہے۔“

”بے وقوف.... مجھے مشورہ دے رہا ہے.... اگر اب مشورہ دیا تو ملازمت سے فارغ کر دوں گا.... مالک کو فون کرو۔“

”لو کے سر....“ سیکرٹری نے گھبرا کر کہا۔

دوسری طرف انسپکٹر کامران مرزا، آصف اور فرحت کا برا

حال تھا.... اس لئے کہ اندر کوئی لاش نہیں تھی.... کمرے کا فرش بالکل صاف تھا.... اگر تھوڑی دیر پہلے.... صرف دو منٹ پہلے یہاں لاش موجود تھی.... تو اب وہ کہاں تھی اور فرش پر اس لاش کے آثار کیوں نہیں تھے.... یہاں تو خون کا ایک دھبہ بھی نہیں تھا.... اگر لاش کی آنتیں باہر نکل آئی تھیں تو خون کہاں گیا.... لاش کہاں گئی.... اگر ان لوگوں نے لاش کو اٹھوا کر اندرونی کمرے میں فٹقل کیا تھا تو بھی فرش پر سے خون اس قدر جلد صاف نہیں کیا جاسکتا تھا....

ان کے سر گھوم گئے.... فرحت کا سب سے برا حال تھا.... کیونکہ یہ اطلاع انہیں اس نے دی تھی۔

ادھر سیکرٹری جلدی جلدی فون پر بات کر رہا تھا.... فون بند کر کے وہ ان کی طرف مڑا۔

”بے وقوف سیکرٹری.... یہ فرار ہو جائیں گے.... فوراً ان پر پستول تان لو.... جب تک ہوٹل کا مالک اندر نہ آجائے۔“

”ادھ لیس سر....“ اس نے غڑبڑا کر کہا اور پستول نکال کر

ان کی طرف تان دیا۔

”حرکت نہ کرنا۔“ وہ گر جا۔

”اچھا۔“ وہ بولے۔

”کون ہو تم.... اور بلا اجازت اندر کیوں داخل ہوئے۔“

”میں اس کو بلا اجازت تو خیر نہیں کہہ سکتے.... ہم نے باقاعدہ

دستک دی تھی۔“ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔
 ”اور کمرے کے اندر ہم نے آنے دیا تھا آپ کو۔“ تارن نے
 چیخ کر کہا۔

”نہیں.... آپ نے دروازہ کھولا.... تو ہم اندر داخل
 ہو گئے۔“ انہوں نے کہا۔

”مجھے دھکادے کر.... ایک طرف ہٹا کر۔“ تارن بولا۔

”ہاں! ایسا ہی کیا تھا ہم نے....“

”لیکن کیوں۔“

”اس کی وجہ ہم ہوٹل کے مالک کے سامنے بتائیں گے۔“

”اوکے۔“ اس نے منہ ہلایا۔

اسی وقت قدموں کی آواز سنائی دی.... پھر درمیانے قدم کا
 ایک گول مثال سا آدمی اندر داخل ہوا.... اس کے ساتھ دو سیرے
 بھی تھے۔

”ہاں جناب! کیا معاملہ ہے.... آپ نے تو بہت گھبرائی
 ہوئی آواز میں بات کی تھی.... یہاں تو کوئی گڑبڑ نظر نہیں آرہی....
 اور یہ آپ نے ان صاحب پر پستول کیوں تان رکھا ہے۔“

”یہ لوگ ہمارے کمرے میں بغیر اجازت زبردستی داخل
 ہوئے ہیں۔“

”کیوں جناب! آپ کون لوگ ہیں.... کیا میں آپ کو پولیس

کے حوالے کر دوں۔“
 ”ہم نے فون کر دیا ہے۔“ انسپکٹر کامران مرزا نے منہ مٹایا۔
 ”فون کر دیا ہے.... کے فون کر دیا۔“

”پولیس کو بلور کئے۔“
 ”ہو گیا اپنی گرفتاری کے لئے آپ نے پولیس کو بلا لیا ہے۔“
 ”نور ہم کر بھی کیا سکتے تھے۔“

”آخر بات کیا ہے.... آپ کیوں.... ہن کے کمرے میں بغیر
 اجازت داخل ہوئے.... آپ لوگ کون ہیں۔“ ہوٹل کے مالک نے
 جلدی جلدی کہا۔

”ہم بھی ہن کی طرح اس ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں....
 ہمارے کمرے بھی اسی منزل پر ہیں۔“
 ”لو ہو اچھا.... تو آپ کو یہاں بغیر اجازت آنے کی کیا
 ضرورت تھی۔“

”اب ہم آپ کو کیا بتائیں۔“ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔
 ”بتانے کے لئے کچھ ہے بھی نہیں.... تو بتائیں گے کیا....
 آپ ہوٹل کے مالک ہیں؟“ تھان نے پوچھا۔
 ”جی ہاں جناب۔“ اس نے فوراً کہا۔
 ”آپ کا نام۔“
 ”انعام فوزی۔“ اس نے کہا۔

”انعام فوزی صاحب آپ انہیں گرفتار کرائیں
پولیس کو فون کریں یہ غالباً پیسے لوٹنا چاہتے تھے لیکن ہم مسلح
تھے میرے سیکرٹری کے ہاتھ میں پستول دیکھ کر ان کے ہاتھوں
کے ٹوٹے اڑ گئے۔“

آصف نے فوراً اپنے اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا اسی
وقت انعام فوزی نے کہا۔

”ٹھیک ہے پولیس کو تو بلانا ہو گا۔“

”ہم فون کر چکے ہیں۔“

”یہ ان کی غلط بیانی ہے آپ خود پولیس کریں فون کو۔“

ہرن نے انتہائی تیزی سے کہا۔

”کیا کہا آپ نے پولیس کو کروں فون کو۔“

”میرا مطلب ہے فون کریں پولیس کو۔“ وہ فوراً بولا۔

”اچھی بات ہے کر لیں بھئی آپ بھی فون۔“ انسپکٹر

امران مرزا نے کہا۔

اور پھر ہوٹل کے مالک انعام فوزی نے علاقے کے پولیس
نیشن کو فون کیا۔ اپنا نام وغیرہ نوٹ کروایا اور فون بند کر دیا۔

”لیجئے پولیس آرہی ہے۔“

”بہت خوب۔“ اس نے خوش ہو کر کہا۔

اور پھر بھاری قدموں کی آواز گونج اٹھی اکرام اپنے

ہاتھوں کے ساتھ آتا نظر آیا.... لیکن یہ لوگ سادہ لباس میں تھے۔
 ”بہت خوب! آپ کافی جلدی آئے۔“ انسپٹر کامران مرزا
 نے خوش ہو کر کہا۔

اکرام نے چونک کر ان کی طرف دیکھا.... کیونکہ انہوں نے
 اسے آپ کہہ کر مخاطب کیا تھا.... ورنہ عام طور وہ تم کہتے تھے.... وہ
 فوراً سمجھ گیا کہ اپنی واقعیت ظاہر کرنا نہیں چاہتے.... چنانچہ وہ بھی
 انجان بن گیا۔
 ”آپ کون ہیں.... ماڈل شی کے پولیس آفیسر آپ تو نہیں

ہیں۔“

”میں صرف ماڈل شی کا نہیں.... پورے شہر کا انسپٹر
 ہوں.... مگر آپ یہ بتائیں.... معاملہ کیا ہے۔“ اکرام نے منہ بنایا۔
 ”آپ یہاں آئے کیسے۔“

”ہمیں یہاں سے فون کیا گیا تھا۔“

”فون میں نے کیا تھا۔“ انسپٹر کامران مرزا بولے۔
 ”کیا مطلب.... آپ ذرا اپنا کارڈ دکھائیں.... آپ کا تعلق تو
 پولیس سے لگتا ہی نہیں۔“ تارن نے چونک کر کہا۔
 ”ضرور دیکھیں کارڈ۔“

یہ کہہ کر اس نے اپنا کارڈ اس کے سامنے کر دیا....
 ”کیا مطلب.... خفیہ پولیس.... خفیہ پولیس کا یہاں کیا

کام۔ ”انعام فوزی نے بوکھلا کر کہا۔

”یہ ہم آپ کو اپنے دفتر چل کر بتائیں گے.... آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔“ اکرام نے تارن کی طرف دیکھ کر کہا.... ویسے اسے اپنے بدن کے روگئے کھڑے ہوتے ہوئے محسوس ہوئے تھے.... اس نے تارن کے بارے میں معلوم تھا.... کہ وہ کس قدر خوفناک انسان ہے۔

”آپ انہیں پکڑیں.... جو یہاں بغیر اجازت اندر آئے ہیں۔“ انعام فوزی نے جل کر کہا۔

”ہم آپ سب کو محکمہ سراغ رسانی کے دفتر لے جا رہے ہیں.... آپ لوگ کوئی گڑبڑ نہ کریں اور خاموشی سے چلیں.... نیچے پولیس کی گاڑی موجود ہے۔“

”آخر ہم کیوں چلیں.... ہم نے کیا جرم کیا ہے۔“

”بتائیے سر انہیں.... ان لوگوں نے کیا جرم کیا ہے۔“

اکرام نے پریشان ہو کر ان کی طرف دیکھا۔

”سر.... آپ انہیں سر کہہ رہے ہیں.... جب کہ یہ ہمارے

کمرے میں زبردستی گھسے ہیں۔“

”اس بات کا جواب بھی دفتر میں دیا جائے گا....“ وہ بول اٹھے

”انعام فوزی.... آپ نے کسے فون کیا تھا۔“

”انسپکٹر جواد بخاری کو.... ہمارے علاقے کے انسپکٹر آر ہے

ہیں.... ارے یہ لیس وہ آگئے مخاری صاحب.... اب ہو گا دودھ کا
دودھ اور پانی کا پانی۔“ انعام فوزی نے خوش ہو کر کہا
”چلو یہ اچھا ہو!.... اب غریب لوگوں کو تو پانی نہیں ملانا
پڑے گا۔“ آفتاب نے کہا۔

”حد ہو گئی....“ آصف جل کر بولا۔

ایسے میں پولیس انسپکٹر جو اد مخاری نزدیک آگیا.... اس کے
ساتھ بھی کئی ماتحت تھے۔

”یہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔“

”آئیے انسپکٹر صاحب آئیے.... ہمیں آپ کا ہی انتظار تھا....“

یہاں ہمارے ساتھ نہ جانے کیا گڑبڑ ہو رہی ہے.... آپ پہلے پوری
بات سن لیں۔“

”ضرور کیوں نہیں۔“ انسپکٹر مخاری نے خوش ہو کر کہا۔

اب انعام فوزی نے پوری بات سنا دی.... سن کر مخاری ان
کی طرف آئے.... پہلے اس نے ایک نظر انسپکٹر کامران مرزا پر
ڈالی.... پھر سب انسپکٹر اکرام کو دیکھا اور پھر وہ سلام کرنے کی پوزیشن
میں آگیا.... یہ دیکھ کر انعام فوزی دھک سے رہ گیا.... اس کے منہ
سے نکلا۔

”یہ.... یہ.... یہ کیا۔“

کیا!!!

ان کے ہاتھ میں پستول نظر آیا تھا.... دوسرے لمحے انہوں نے پھنکار کر کہا۔

”اکرم لودھی صاحب! آپ ہاتھ اوپر اٹھادیں۔“
 ”کیا مطلب.... یہ کیا بد تمیزی ہے۔“ اکرم لودھی نے چیخ

کر کہا۔

”جشید.... کیا کر رہے ہو.... یہ میرے مشیر خاص ہیں۔“
 ”آپ نے سنا نہیں.... ہاتھ اٹھادیں۔“ وہ سرد ترین لہجے

میں بولے....

صدر کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

”اور جشید.... تم نے سنا نہیں.... میں نے کیا کہا ہے۔“
 ”جو آپ کہہ رہے ہیں سر.... وہ میں پہلے ہی جانتا ہوں....

اب اگر انہوں نے ہاتھ نہ اٹھائے تو میں گولی مار دوں گا۔“

”دماغ چل گیا ہے تمہارا۔“

”تب پھر یہ لیں.... میں چلانے لگا گولی۔“

”نن نہیں....“ اکرم لودھی چیخا.... اور اس کے ہاتھ سر سے بلند ہو گئے۔

”ہاں! اب ٹھیک ہے۔“ انسپکٹر جمشید نے پرسکون ہوتے

ہوئے کہا۔

”کیا ٹھیک.... میں کچھ نہیں سمجھا جمشید.... آخر یہ سب کیا

ہے۔“

”سر.... آپ نے مجھے بلانے کے لئے ان سے کہا تھا؟“

انہوں نے پوچھا۔

”ہاں! بالکل۔.... تو پھر۔“

”انہوں نے مجھے فون کیا.... میں اس وقت ایک اور کیس

کے سلسلے میں کہیں جا رہا تھا.... میں فوراً وہیں سے پلا.... لیکن ایوان

صدر کے دروازے پر مجھے روک لیا گیا.... کیپٹن طاؤس نے مجھے بتایا

کہ اکرم لودھی صاحب نے آرڈر دیا ہے کہ کوئی اندر نہ آنے

پائے....“

”اوہو جمشید.... یہ بات تو صاف ہو چکی.... یہ تمام وقت

میرے پاس رہے ہیں.... ایک منٹ کے لئے بھی باہر نہیں گئے....

پھر یہ کیپٹن طاؤس کو کس طرح یہ بات کہہ سکتے ہیں.... لہذا اس

معاملے میں طاؤس غلط بیانی سے کام لے رہا ہے.... تم اسے گرفتار

کرو۔“

”سر.... ہم اس سے پوچھیں گے.... آپ فکر نہ کریں....
 ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ طاؤس صاحب نے ہمیں اندر داخل نہ ہونے
 دیا.... ہم واپس مڑ گئے.... لیکن آپ نے شاید پھر فون کر دیا.... تب
 میں نے بتایا کہ ہم تو آئے تھے، ہمیں اندر داخل نہیں ہونے دیا گیا....“
 ”اوہو.... یہ سب باتیں تو یہاں بھی ہو چکی ہیں۔“

”اس کے بعد....“ انسپکٹر جمشید نے پھر کہنا شروع کیا....
 ان پر عجیب حالت طاری تھی، یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی اور کی
 بات سن ہی نہیں رہے.... یہاں تک کہ صدر صاحب کی بھی نہیں سن
 رہے تھے.... اس کے بعد یہاں تارن کے بارے میں آپ نے بات
 کی.... آپ نے فرمایا کہ ہمارے شہر میں تارن کو دیکھا گیا ہے.... میں
 نے پوچھا کہاں دیکھا.... کس نے دیکھا.... اس پر آپ نے اکرم
 لودھی کی طرف اشارہ کیا کہ اس سلسلے میں یہ بتائیں گے.... انہوں
 نے بتایا کہ تارن کو آپ کی خفیہ فورس کے ایک رکن سردار حامد نیاگرو
 نے دیکھا ہے....“

”ہاں! یہاں یہی بات ہوئی ہے.... لیکن یہ ساری گفتگو
 دہرانے کی کیا ضرورت تھی.... یہ تو مجھے اور اکرم لودھی کو معلوم ہی
 ہے....“ صدر صاحب نے بھنا کر کہا۔

”دہرانے کی ضرورت میں نے اس لئے محسوس کی کہ آپ
 ساری بات کو ایک ترتیب سے جان لیں۔“

”جان لیا.... اب یہ بتاؤ.... تم نے ان پر پستول کیوں تانا۔“

”سر.... ان کا کہنا ہے.... تارن کے بارے میں انہیں

سردار نیا گرو نے بتایا ہے۔“

”ہاں تو پھر....“

”اور کیپٹن طاؤس کا کہنا ہے کہ انہوں نے ان سے کہا تھا کہ

کسی کو اندر نہ آنے دیا جائے۔“

”ان دونوں باتوں میں بھلا کیا تعلق۔“ صدر حیران ہو کر

بولے۔

”جس طرح یہ بات غلط ہے... کہ کیپٹن طاؤس کو انہوں نے

نہیں کہا کہ ہمیں اندر داخل نہ ہونے دیں.... اسی طرح یہ بات بھی

بالکل غلط ہے کہ سردار حامد نیا گرو نے ان سے یہ کہا ہو انہوں نے

تارن کو دیکھا ہے۔“

”حد ہو گئی.... آخر یہ بات غلط کیسے ہے.... میری خود ان

سے بات ہوئی ہے۔“

”اور یہ بات کب ہوئی۔“ انہوں نے پوچھا۔

”دو دن پہلے۔“

”پھر مجھے آج کیوں بلایا گیا.... دو دن پہلے کیوں نہیں بلایا

گیا۔“

”صدر صاحب کی طبیعت دو دن سے خراب تھی.... اس

لئے میں نے ان سے بات نہیں کی تھی.... آج کی ہے تو انہوں نے فوراً
آپ کو بلانے کی ہدایت کی۔“

”او کے.... اگر آپ کا بیان درست ہے تو آپ اس بیان کی
تصدیق کے لئے سردار حامد نیا گرو کو یہاں بلائیں....“

”کیا کہا.... یہاں بلاؤں۔“ اکرم لودھی نے بوکھلا کر کہا۔
”ہاں کیوں.... جب آپ کی اس بارے میں بات ہو چکی
ہے.... تو یہاں بلانے میں کیا حرج ہے۔“

”آج شہر سے باہر گئے ہیں.... کسی کام کے سلسلے میں۔“ اس
نے کہا۔

”کہاں گئے ہیں۔“
”یہ انہوں نے نہیں بتایا.... وہ خود ایک ذمے دار آفیسر
ہیں۔“ اکرم لودھی نے منہ بتایا۔

”آخر بات کیا ہے جمشید.... تم نے اب تک پستول نیچے نہیں
کیا۔“

”سوری سر.... میں انہیں گرفتار کر رہا ہوں....“
”کیا.... جمشید.... تمہیں کیا ہو گیا ہے۔“

”کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں ان کے خلاف کوئی قدم نہ
اٹھاؤں۔“

”ہاں! بالکل۔“

”تب پھر ان سے کہیں.... ابھی اور اسی وقت سردار حامد کو

یہاں بلائیں۔“

”وہ شہر میں نہیں ہیں۔“

”جہاں ہیں.... بتادیں۔“

”مجھے نہیں معلوم۔“

”لیکن سر.... مجھے معلوم ہے۔“ وہ اس دوران پہلی بار

مسکرائے۔

”کیا.... کیا مطلب؟“ وہ سب بڑی اچھلے۔

سب سے زیادہ بلند آواز اکرم لودھی کی تھی.... صدر

صاحب کا تو مارے حیرت کے برا حال تھا۔

”یہ آپ نے کیا کہا.... آپ کو معلوم ہے.... سردار حامد

نیا گرو کہاں ہے۔“ اکرم لودھی گر جا۔

”ہاں! جناب.... معلوم ہے....“

”کہاں ہے وہ۔“

”میں کیوں بتاؤں.... جبکہ آپ بتانے پر تیار نہیں ہیں۔“

”آپ سن رہے ہیں سر.... کوئی تک ہے ان کی بات کی۔“

”جشید.... میں اب بہت زیادہ الجھن محسوس کرنے لگا

ہوں.... مہربانی فرما کر اب یہ ڈرامہ بند کرو.... اور ہاؤ.... چکر کیا

ہے....“ صدر صاحب نے جلدی جلدی کہا۔

انسپیکٹر جمشید مسکرائے اور بولے۔

”اس سے پہلے مجھے اپنے چند ماتحتوں کو یہاں بلانا پڑے گا....
ورنہ یہ لوگ کوئی اور گڑبڑ کر دیں گے۔“

”پتا نہیں.... تم کیا کہہ رہے ہو.... کیا چاہتے ہو.... اچھا
خیر.... تم جسے چاہو بلا لو۔“

”شکریہ سر۔“ وہ بولے اور اکرام کو فون پر ہدایات دینے
لگے۔ پھر انہوں نے دروازے پر موجود طاؤس جوٹا کو بھی ہدایات
دیں.... جلد ہی اکرام چند ماتحتوں کے ساتھ اندر داخل ہوا۔

”انہیں گرفتار کر لو اکرام۔“ انہوں نے اکرام کو دھکی کی
طرف اشارہ کیا۔

”جی.... کیا مطلب۔“ وہ چونکا۔

”یہ.... یہ کیا جمشید۔“

”مجبوری ہے سر.... آپ کو سازش سے بچانے کے لئے مجھے
یہ قدم اٹھانا پڑے گا۔“

”میری کچھ سمجھ میں نہیں آیا جمشید۔“

”اکرام.... تم انہیں گرفتار کر لو۔“

”اوکے سر۔“

”آپ دیکھ رہے ہیں سر....“ لودھی بولا۔

”لیکن میں کیا کروں.... انسپیکٹر جمشید جب بھی کوئی ایسا کام

کرتے ہیں.... ان کے پاس اس کی کوئی خاص وجہ ہوتی ہے۔“
 ”تب پھر سر.... ان سے وجہ پوچھ لیں۔“ لودھی نے کہا۔

”اوہ ہاں جشید.... تم وجہ کیوں نہیں بتا دیتے۔“
 ”ایک منٹ سر.... معاف کیجئے گا لودھی صاحب.... آپ کی
 سردار حامد نیا گرو سے ملاقات کب ہوئی تھی۔“
 ”فون پر بات ہوئی تھی۔“

”تب پھر آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ آپ کو سردار حامد نے یہ
 خبر دی تھی۔“

”سردار حامد کے علاوہ اس دائر لیس سیٹ پر اور کوئی بات
 نہیں کر سکتا.... صدر کی خفیہ فورس کا بندہ ہے.... اور اسے میری
 طرف سے وہ سیٹ ملا ہوا ہے.... اس سیٹ کا دوسرا حصہ میرے پاس
 ہے....“

”اور اگر وہ سیٹ کوئی چرا لے....“

”تب بھی.... صرف وہی اس سیٹ پر بات کر سکے گا.... کوئی
 اور نہیں.... وہ صرف اس کی آواز پر چالو ہوتا ہے.... اور میرا سیٹ
 میری آواز پر.... اگر کوئی آواز بدل کر بولے گا.... تو پھر سیٹ چالو نہیں
 ہوگا۔“

”اس کا مطلب ہے.... آپ سے بات صرف اور صرف

سردار حامد نے کی تھی۔“

”بالکل اس میں ایک فیصد بھی شک کی گنجائش نہیں۔“

”آپ نے ان کی بات سنی سر۔“

”ہاں! سن لی.... اب خدا کے لئے تم وضاحت کرو۔“

”نہیں سر.... میرا دعویٰ ہے کہ سردار حامد نے انہیں فون

پر تارن کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں دی.... اچھا ہاں.... ایک

بات اور.... لودھی صاحب.... آپ کو سردار حامد نے کس تاریخ کو

اطلاع دی تھی۔“

Pakistanipoint
”آج ہی صبح سویرے.... اسی وقت میں نے یہ بات سر کو

بتائی... لیکن اس وقت یہ غیر ملکی وفد کے ساتھ تھے.... لہذا پریشانی

کے باوجود.... یہ اس طرف توجہ نہ دے سکے.... اب یہ جو نئی فارغ

ہوئے.... انہوں نے مجھ سے بات کی اور پھر آپ کو فون کرنے کے

لئے کہا۔“

”بہت خوب! تو سردار حامد نے آپ سے آج ہی بات کی

ہے۔“

”بالکل.... سو فیصد یہی بات ہے۔“

”لیکن میرا دعویٰ ہے کہ سردار حامد نے آپ سے کوئی بات

نہیں کی۔“

”آخر آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں۔“

”اس لئے کہ سردار حامد آج سے تین دن پہلے مارے جا چکے

ہیں۔“

”کیا!!!“

وہ ایک ساتھ بولے۔

☆....☆....☆

www.pakistanipoint.com

تارن سے پوچھو

”یہ..... یہ کیا.... بخاری صاحب.... آپ تو الٹا انہیں سلام کر رہے ہیں۔“

”آفسرز کو سلام نہیں کیا جائے گا تو اور کیا کیا جائے گا۔“
انسپکٹر جواد بخاری نے منہ منایا۔

”آپ تو منہ بھی بنانے لگے.... گویا آپ بھی ان کا ساتھ دیں گے۔“

”مجبوری ہے....“

”گویا سب پولیس والے ایک جیسے ہیں۔“

”کیا مطلب!“ جواد بخاری نے چونک کر کہا۔

”اگر انہوں نے جرم کیا ہے تو آپ کو چاہیے کہ انہیں گرفتار

کر لیں.... لیکن آپ انہیں سلام کر رہے ہیں۔“

”اور انہوں نے آپ کے کہنے کے مطابق یہ جرم کیا ہے کہ

یہ مسٹر تارن کے کمرے میں بلا اجازت داخل ہوئے ہیں۔“

”ہاں ہاں۔ ہاں۔“ اس نے جھلا کر کہا۔

”لیکن ان کا کہنا ہے کہ بات یہ نہیں ہے....“

”یہ جھوٹ بول رہے ہیں۔“

”کیا مسٹر تارن جھوٹ نہیں بول سکتے.... آپ کے پاس کیا

دلیل ہے کہ یہ جھوٹ نہیں بول سکتے۔“

”اور آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ یہ جھوٹ نہیں بول

سکتے۔“ انعام فوزی نے چلا کر کہا۔

”میرے پاس تو خیر دلیل ہے۔“ یہ کہہ کر بخاری مسکرایا۔

”اور وہ کیا ہے۔“

”کیا یہ دلیل کافی نہیں کہ یہ انسپکٹر کامران مرزا ہیں.... اور

یہ ان کے بچے ہیں۔“ اس نے فوراً کہا۔

”کیا !!!“ تارن اور انعام فوزی کے منہ سے ایک ساتھ

نکلا....

”ہاں! یہ انسپکٹر کامران مرزا ہیں۔“

”یہ سن کر واقعی حیرت ہوئی.... کہ آپ کے پاس دلیل یہ

ہے کہ یہ جھوٹ نہیں بولتے۔“

”ہاں! یہ بات تو سارا ملک جانتا ہے۔“

”عدالت میں یہ بات بطور ثبوت پیش نہیں کی جاسکتی۔“

انعام فوزی نے کہا۔

”جب بات عدالت تک پہنچے گی.... تو دیکھا جائے گا۔“

”مطلب یہ کہ آپ انہیں گرفتار نہیں کر رہے۔“
 ”توبہ کریں۔“

”تب پھر آپ پر بھی کیس دائر کیا جائے گا.... اس جیاد پر کہ
 آپ نے اپنا فرض ادا نہیں کیا۔“
 ”کوئی پرواہ نہیں۔“ وہ مسکرایا۔
 ”آپ مسٹر تارن کو گرفتار کر لیں۔“ انسپکٹر کامران مرزا
 مسکرائے۔

”کیوں جناب! میں نے کیا جرم کیا ہے۔“
 ”امن کی خاطر.... آپ ہمارے ملک کے لئے ناپسندیدہ غیر
 ملکی ہیں.... آپ کو یہاں سے ائرپورٹ لے جایا جائے گا.... اور آپ
 کے ملک جانے والے کسی جہاز میں سوار کرا دیا جائے گا.... تاکہ نہ
 رہے بانس نہ بے بانسری۔“
 ”یہ بانس اور بانسری یہاں کہاں سے ٹپک پڑے۔“ تارن
 نے جھلا کر کہا۔

”جہاں سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ٹپک پڑا۔“ آفتاب
 نے فوراً کہا.... وہ بھی اب اندر آچکا تھا۔
 ”حد ہو گئی۔“ انعام فوزی نے جھلا کر کہا۔
 ”اس کا کیا ہے.... وہ تو ہوتی رہتی ہے۔“

”چلے بھٹسی.... لگائیں ہتھکڑی.... جواب میں دے لوں

”گا۔“

”او کے سر۔“ یہ کہہ کر جواد بخاری تارن کی طرف مڑا۔
 ”ہاں ہاں.... کیوں نہیں.... یہ لو.... لگاؤ ہتھکڑی۔“ تارن

ہنسا۔

جواد بخاری نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی
 پہنادی.... فوراً ہی اس نے اپنے ہاتھوں کو ہلکی سی حرکت دی....
 دونوں ہاتھ ہتھکڑی کے حلقوں سے نکل آئے۔

”ارے! یہ کیا۔“ ان کے منہ سے نکلا۔

”ابھی تک وہ ہتھکڑی بنی ہی نہیں.... جو تارن کے ہاتھوں
 کو قابو میں کر سکے۔“

”او ہو اچھا.... اس کا مطلب ہے.... آرڈر دے کر ہونا

پڑے گی۔“

”اس میں سے بھی تارن کے ہاتھ نکل آئیں گے.... مجھے
 گرفتار کرنا تم لوگوں کے بس کا روگ نہیں.... اگرچہ میں نے ابھی تک
 کوئی جرم نہیں کیا.... پھر بھی آپ مجھے گرفتار کر رہے ہیں.... جب
 میں کوئی جرم کروں گا.... اس وقت آپ کیا کریں گے۔“

انہوں نے پریشان ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا....

انسپیکٹر کامران مرزا نے ہنس کر کہا۔

”کوئی بات نہیں۔“

”جی.... کیا کوئی بات نہیں۔“

”ہم اسے ہاتھوں سے پکڑ کر لے جائیں گے....“

”مشکل ہے.... بلکہ ناممکن.... آپ تارن کے بارے میں

کچھ نہیں جانتے.... پہلے اس کے بارے میں معلومات حاصل

کر لیں.... پھر مقابلے پر آئیں.... اب چلتے پھرتے نظر آئیں۔“

اس کے ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے اچانک اس پر

چھلانگ لگادی اور منہ کے بل پر زمین پر آئے.... کیونکہ تارن جھلی کی

سی تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا تھا۔

انہوں نے انسپکٹر کامران مرزا کو اس طرح گرتے دیکھا تو

دھک سے رہ گئے.... اکرام کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا.... لیکن پھر

اس نے اپنے خوف پر قابو پایا.... البتہ جواد بخاری اب تک دم خود

تھا.... ایسے میں اکرام فوراً آگے بڑھا.... دوسری طرف سے جواد

بخاری بڑھا.... دونوں نے ایک ساتھ اس پر حملہ کیا.... لیکن وہ آپس

میں اس زور سے ٹکرائے کہ مخالف سمتوں میں دھڑام سے گرے....

تارن ان کے درمیان سے نکل گیا تھا....

”تارن پر قابو پانا ممکن ہے.... چوٹ کھاؤ گے۔“ وہ ہنسا۔

”آؤ بھئی آؤ۔“ فرحت نے جل کر کہا اور اس کے سامنے

آگئی۔

”کیا پدی اور کیا پدی کا شور بہ۔“ تارن ہنسا۔

”اب مسٹر تارن آپ کو مزا چکھانا پڑے گا۔“

”تم اور مجھے مزا چکھاؤ گے.... ہا ہا ہا.... اپنے بڑوں کا انجام تو دیکھ لو پہلے۔“ اس نے ہنس کر کہا.... اور انسپکٹر کامران مرزا کی طرف اشارہ کیا۔

حیرت انہیں بھی تھی.... کہ اگر وہ چھلانگ لگانے کے بارے میں چوک ہی گئے تھے اور فرش پر گر ہی گئے.... تو بھی انہیں اٹھ جانا چاہیے تھا.... آخر وہ اٹھے کیوں نہیں اب تک.... انہیں حیرت اور پریشانی اس بات پر تھی.... لیکن وہ اس وقت پوری طرح تارن کی طرف دیکھ رہے تھے.... اس وقت تارن نے ان پر چھلانگ لگا دی.... انہوں نے پہننے کے لئے ادھر ادھر چھلانگیں لگائیں.... لیکن وہ ایک ہی وقت میں ان تینوں سے ٹکرایا اور وہ بھی منہ کے بل گرتے نظر آئے....

”بہت خوب مسٹر تارن۔“ انعام فوزی نے بے ساختہ انداز

میں تالیاں جھاڑ لیں....

”ان لوگوں کو دراصل میرے بارے میں زیادہ معلومات

نہیں ہیں.... ورنہ یہ مقابلے پر آتے ہی نہ۔“

”واقعی.... مان گیا۔“

”کوئی پرواہ نہیں.... اب میں تم سے نبٹ لوں گا۔“ ایسے

میں اکرام کی آواز سنائی دی۔

”حد ہو گئی.... اب تم لڑو گے۔“ وہ اس کی طرف پلٹا.... اور چونک اٹھا.... کیونکہ اکرام نے اس پر پستول تان لیا تھا۔
 ”واہ! یہ ہوئی بات.... چلو کرو فار۔“
 اکرام نے نشانہ لے کر فار کیا.... لیکن گولی دیوار پر لگی....
 ”اگر تمہارے کسی ساتھی کے گولی لگ گئی تو میرے ذمے نہیں ہو گا۔“ تارن بولا۔

اکرام نے دوسرا فار کیا.... تارن دوسری طرف کھڑا نظر آیا.... وہ بالکل چھلاوؤں کی طرح حرکت کر رہا تھا۔
 ”میرا مقابلہ تمہارے بس کی بات نہیں۔“ وہ ہنسا۔
 اکرام نے پستول خالی کر دیا.... اس وقت تارن نے اس پر چھلانگ لگائی....

اس کا جسم اکرام سے ٹکرایا.... اکرام بہت زور سے اچھلا اور دیوار سے ٹکرایا.... جب وہ نیچے گرا تو اس کے جسم میں قطعاً کوئی حرکت نہیں تھی.... اور پھر انسپکٹر اور اس کے ماتحتوں کا بھی یہی حال ہوا۔

”لو فوزی! میں نے تمہارے لئے میدان صاف کر دیا ہے۔“
 ”لیکن اب ہو گا کیا....“ انعام فوزی نے بڑھکھلا کر کہا۔

”ہو گا کیا.... ارے بھئی.... انہیں بھی وہیں پہنچا دو....“

جہاں تم دوسروں کو پہنچاتے رہے ہو.... یا وہ تمہارا میجر پہنچاتا رہا

ہے۔“

”یہ عام لوگ نہیں.... انسپکٹر جمشید جب ان کی تلاش میں نکلیں گے تو ہم لوگ تو قابو میں آہی جائیں گے.... آپ کا کیا ہے.... آپ تو اپنے ملک چلے جائیں گے۔“

”تب پھر ان سے لڑائی مول لینے کی کیا ضرورت تھی.... مجھے رخصت کر دیتے.... ان سے لڑنا کس لئے....“ تارن نے منہ بنایا۔

”خیر.... اب کیا ہو سکتا ہے.... اب تو انہیں تمہ خانے میں ڈالنا ہی ہو گا۔“

اس نے کہا اور ایک بٹن دبایا.... فوراً ہی کمرے کے فرش میں خلا نمودار ہوا.... اس خلا سے سیڑھیاں نیچے جاتی نظر آئیں۔

”انہیں اٹھانے کی ضرورت نہیں.... ایسے ہی نیچے گرا دو۔“

تارن بولا۔

”ایک منٹ مسٹر تارن۔“ یہ آواز سن کر وہ چونک اٹھے....

انہوں نے دروازے کی طرف دیکھا.... وہاں ایک بیر اکھڑا تھا۔

”ہاں! کیا ہے۔“

”آپ فوراً یہاں سے نکل جائیں.... اور آپ بھی انعام فوزی

صاحب....“

”کیا بک رہے ہو۔“ انعام فوزی نے چلا کر کہا۔

”سر.... آپ لوگوں کے حق میں بہتر یہی ہے.... کہ انہیں
تمہ خانے میں بند نہ کریں اور خود یہاں سے چلے جائیں۔“
”آخر کیوں.... ہو کیا گیا ہے۔“

”انسپکٹر جمشید اگر ان کے ساتھ ہوتے اور ان کے سچے
بھی.... تب کوئی بات نہیں تھی.... ان سب کو تمہ خانے میں دھکا
دے دیتے.... لیکن اس وقت ایسا کرنا ہرگز مناسب نہیں.... ہم سب
پھنس جائیں گے.... ہو نل تو پہلے ہی انسپکٹر جمشید کی نظروں میں آچکا
ہے.... منیجر پہلے ہی گرفتار ہو چکا ہے.... اب آپ چاہتے ہیں.... ہم
سب بھی مارے جائیں.... میں کہتا ہوں.... جدھر جس کے سینگ
سائیں.... نکل جائیں.... اور یہ لیس اس مشورے کے ساتھ ہی میں تو
چلا.... اب میں اس ہوٹل کی اور آپ کی نوکری نہیں کر سکتا....
کیونکہ۔“ بیرے نے کہا۔

”کیونکہ کیا؟“

”کیونکہ.... آپ جیسوں کی عقل مندیاں ہم جیسوں کو بھی
پھانسی کے تختوں تک لے جائیں گی.... آخر ان پر ہاتھ اٹھانے کی کیا
ضرورت تھی.... بے وقوف۔“

وہ سب سکتے کے عالم میں کھڑے کے کھڑے رہ گئے....
پھر انعام فوزی نے کہا۔

”تت.... تم نے ہمیں.... اس ہوٹل کے مالک اور ان کے

دوستوں کو بے وقوف کہا۔“

”ہاں! بالکل کہا.... آپ سب عقل سے پیدل ہیں.... آپ میں سوچہ بوجہ نام کی کوئی چیز نہیں.... آپ تو اپنے ساتھ مجھے بھی پھنسوائیں گے.... میرا نام بھی بدنام کریں گے۔“

”ارے تم ہو کون۔“ انعام فوزی نے چیخ کر کہا۔

”یہ.... اپنے تارن کے بچے سے پوچھو۔“ وہ ہنسا۔

ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی.... وہ تارن سے بھی خوف زدہ نہیں تھا اور اس طرح باتیں کر رہا تھا.... جیسے ان سب کا باس ہو.... اب وہ تارن کی طرف مڑے.... انہیں اس کا چہرہ تاریک نظر آیا۔

اچانک تارن کے منہ سے نکلا :

”بب.... باس.... آپ.... آپ۔“

☆....☆....☆

یعنی انہیں بلانے کی

وہ سب حیرت زدہ انداز میں انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھ رہے تھے.... آخر صدر کی حیرت زدہ آواز کمرے میں گونجی۔
 ”تم نے.... جمشید.... کیا کہا.... سردار حامد نیا گرو تین دن پہلے مارے جا چکے ہیں۔“

”اے نہیں بہت بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔“

”لیکن یہ خبر ہم تک کیوں نہیں پہنچی.... کسی اور تک کیوں نہیں پہنچی.... پورے ملک میں شاید یہ بات کسی اور کو معلوم نہیں۔“
 صدر کے لہجے میں حیرت ہی حیرت تھی۔

”جی ہاں! یہی بات ہے....“ وہ زہر لیے انداز میں مسکرائے۔

”کیا.... کیا بات ہے؟“ صدر پوچھے۔

”میرے علاوہ یہ بات صرف ان کے قاتل یا قاتلوں کو معلوم ہے۔“

”کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا جمشید....“ صدر صاحب الجھن کے عالم میں پڑے۔

”سر.... یہ بات آپ میری بجائے.... اکرام لودھی صاحب سے کیوں نہیں پوچھتے.... جن کی سردار حامد سے بات ہوئی ہے۔“ انہوں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

”اوہ ہاں.... لودھی.... تم کیوں خاموش ہو۔“

”یہ انسپکٹر جمشید نے ایک نئی چھوڑی ہے.... ان سے کہیے.... وہ اپنی بات کو ثابت کریں۔“

”سنا تم نے جمشید۔“

”اکرام لودھی صاحب.... آپ بہت بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہیں.... لیکن جب آپ کی یہ خوش فہمی دور ہو جائے گی.... تو پھر جانتے ہیں کیا ہوگا۔“ وہ یہ کہتے ہوئے مسکرائے۔

”کیا ہوگا۔“ وہ تکرار کر بولا۔

”غبارے سے ہوا نکل جائے گی۔“

”آپ نے دیکھا سر.... اب انسپکٹر جمشید غبارے کو درمیان میں لے آئے۔“

”جمشید.... صاف صاف بات کرو۔“

”سر.... میں بالکل صاف بات کر رہا ہوں.... اکرام لودھی صاحب کا کہنا ہے کہ تارن کے بارے میں.... یعنی اس کی ہمارے ملک میں آمد کے بارے میں بلکہ ہمارے ملک کے دارالحکومت میں آمد کے بارے میں سردار حامد نیاگرو نے بتایا ہے.... اور ایسا آج ہی ہوا ہے....“

لیکن میرا دعویٰ یہ ہے کہ سردار حامد کو تین دن پہلے ہلاک کر دیا گیا ہے.... اب اگر انہیں ہلاک کر دیا گیا ہے.... تو پھر اکرم لودھی آپ کو انہوں نے آج فون کیسے کر دیا.... کیا انہوں نے دوسری دنیا سے آپ آپ سے فون پر بات کی ہے۔“

”سر.... ان سے کہیں.... اپنی بات ثابت کریں۔“ اکرام لودھی نے جھلا کر کہا۔

”جمشید.... اپنی بات ثابت کرو۔“ صدر نے فکر مند ہو کر کہا.... ان کا خیال تھا کہ انسپکٹر جمشید کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے....

”بہت بہتر سر.... اب آپ نے حکم دیا ہے تو مجھے یہ بات ثابت کرنا ہی پڑے گی۔“

”ارے.... میں سمجھ گیا۔“ ایسے میں اکرام لودھی چلا اٹھا۔

”اب آپ کیسے سمجھ گئے۔“ صدر نے ناخوش گوار انداز میں کہا۔

”اگر واقعی سردار حامد نیا گرد کو ہلاک کر دیا گیا ہے تب مجھ سے جس آدمی نے بات کی.... وہ سردار حامد کی آواز میں بات کر رہا ہو گا.... اب آپ جانتے ہیں فون پر آدمی کو یہ تو پتا نہیں ہوتا کہ کون بات کر رہا ہے.... ہو سکتا ہے.... ایسا ہوا ہو.... مجھ سے سردار حامد کی آواز میں بات کی گئی ہو۔ اس طرح کیا یہ مجھے جھوٹا ثابت کر سکتے ہیں سر۔“

”نہیں.... لیکن پہلے یہ تو معلوم ہونا کہ آپ سے سردار حامد کی آواز میں بات کس نے کی تھی۔“

”اور سر.... اس سے بھی پہلے ایک سوار، انٹرنیٹ جمشید سے بھی ہو سکتا ہے۔“

”اور وہ کیا؟“

”طاؤس خان کو یہ حکم ان کے حلقے میں کس نے دیا تھا کہ انٹرنیٹ جمشید کو اندر نہ جانے دیا جائے۔“

”کیا.... کیا مطلب؟“

”ہاں سر.... جب کہ طاؤس جو ناکا یہ کہنا ہے کہ اکرام لودھی صاحب نے یہ حکم دیا تھا اور اکرام لودھی صاحب کے بارے میں آپ کا کہنا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ اس کمرے میں رہے ہیں.... تو آخر طاؤس جو ناکا کو کس نے یہ حکم دیا تھا.... وہ بھی ان کے حلقے میں اور ان کی آواز میں۔“

”اوہ.... اوہ.... ہاں واقعی.... اکرام لودھی.... انٹرنیٹ جمشید کے سوال کا جواب دیں۔“

”یہی میں آپ کو بتانے جا رہا تھا سر.... دیکھئے نا.... جس شخص نے سردار حامد کو طاؤس جو ناکا کو روکا.... اسی نے مجھ سے فون پر سردار حامد کی آواز میں بات کی۔“

”حیرت ہے.... ایسا شخص آخر کون ہو سکتا ہے۔“

”اس سے بھی زیادہ نزدیک کی بات سوچیں سر۔“ انسپکٹر جمشید بولے۔

”اور وہ کیا۔“ وہ بول پڑے۔

”وہ صاحب اس وقت بھی ایوان صدر میں موجود ہیں.... کیونکہ انہوں نے طاؤس جو نا کو حکم دیا تھا.... لہذا خطرہ آپ کے سر پر ہے۔“

”نن نہیں.... نہیں۔“ وہ چلائے۔

”بہت دیر بعد ہوش آیا انسپکٹر جمشید.... جب کہ تمہیں تو یہ بات سب سے پہلے سوچنا چاہیے تھی۔“

ایک شوخ آواز سنائی دی۔

سب کے سب زور سے چوکنے....

اسی وقت اندرونی کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور اس میں سے

اکرام لودھی کی شکل کا آدمی کھڑا نظر آیا تھا۔

”ارے باپ رے.... ادھر بھی اکرام لودھی۔“

”دیکھا آپ نے.... یہ ہے وہ شخص.... جس نے طاؤس کو

حکم دیا.... یہ الزام مجھ پر لگا رہے تھے۔“

”وہ تو مجبوری ہے.... اب بھی آپ پر ہی رہے گا الزام۔“

انسپکٹر جمشید نے برا سامنہ بنایا۔

”خاموش.... اب تم آپس میں کوئی بات نہیں کرو گے....“

آپس میں باتیں بہت ہو چکیں.... اب مجھ سے بات کرو۔“

”آپ کون ہیں۔“ اکرام لودھی حیران ہو کر بولا۔

”انجان نہ بنیں لودھی صاحب.... آپ اچھی طرح جانتے

ہیں.... یہ کون ہے۔“ انسپکٹر جمشید نے طنز یہ انداز میں کہا۔

”کیا کہا.... میں جانتا ہوں۔“ اکرام لودھی نے چلا کر کہا۔

”ہاں! بالکل.... آپ جانتے ہیں.... یہ کون ہے.... میں بھی

جانتا ہوں۔“

”نن نہیں.... نہیں.... یہ کون ہے۔“ صدر نے کھوئے

کھوئے انداز میں کہا۔

”یہ تارن ہے سر.... تارن۔“ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

”جی.... کیا مطلب۔“ محمود فاروق اور فرزانہ ایک ساتھ

بول پڑے۔

”ہاں! یہ تارن ہے۔“

”نن نہیں نہیں۔“ صدر چلائے۔

”اباجان.... یہ کیسے ہو سکتا ہے.... تارن تو اس وقت ہو ٹل

آسمان میں ہے۔“

”نہیں.... وہاں اس کا ہم شکل ہوگا.... یا اس کے میک اپ

میں کوئی اور۔“

”آپ کا مطلب ہے.... انکل کا مران مرزا دھوکا کھا گئے....

وہ ایک غلط آدمی کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک پہنچ گئے۔ “فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

”نہیں.... انہوں نے دھوکا نہیں کھایا۔“ وہ مسکرائے۔
 ”تب پھر یہ کیسے ممکن ہے.... انہوں نے اگر اصلی تارن کا تعاقب کیا تھا تو پھر اصل تارن ہو ٹل آسمان میں ہے۔“
 ”نہیں وہاں ہو ٹل کے ہال میں جو گڑبڑ مچائی گئی تھی نا.... وہ ان کا دھیان مٹانے کے لئے ہی مچائی گئی تھی.... تاکہ تارن ان کی نظر چاکر وہاں سے نکل جائے.... دراصل اسے پتا چل گیا تھا کہ انسپکٹر کامران مرزا ان کے تعاقب میں ہے اور یہاں تک پہنچ چکا ہے.... اس لئے ایسا کیا گیا۔“

”تب پھر آپ نے انہیں ادھر کیوں بھیجا.... جب کہ ادھر اصل تارن تھا ہی نہیں۔“

”سازش کو مکمل طور پر کنٹرول کرنے کیلئے۔“ وہ مسکرائے۔

”ہوں.... خیر.... کوئی بات نہیں.... ادھر میرے میک

اپ میسر “ ان موجود ہے اور وہ کم نہیں مجھ سے۔“ تارن مسکرایا۔

کیا مطلب.... کم نہیں ہے۔“

”اں! وہ بھی ایک خاص آدمی ہے۔“ تارن نے پراسرار

انداز میں کہا۔

”اور اس خاص آدمی کا نام کیا ہے۔“ فاروق نے فوراً پوچھا۔

”تارن۔“ جواب ملا۔

”تارن تو یہاں ہے۔“

”وہاں نقلی تارن ہے.... اسے بھی ہم تارن ہی کہیں گے۔“

”اور یہاں اب کیا پروگرام ہے۔“

”تارن کا پروگرام صرف ایک ہوتا ہے.... اور وہ ہے....

حکومت کا تختہ الٹنا.... اور سمجھ لو.... میں تختہ الٹ چکا ہوں۔“

”لیکن تم اندر کیسے داخل ہوئے۔“ صدر نے ہمت کر کے

پوچھا۔

”یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے.... اکرام لودھی مجھے لایا تھا

اندر ان جیسے مہربان نہ ہوں تو ہم اس آسانی سے تختہ الٹ سکتے بھلا۔“

”غدار۔“ صدر کے منہ سے نفرت زدہ انداز میں نکلا۔

”سے بھی زیادہ نفرت ظاہر کر لیں.... مجھے کوئی فرق

نہیں پڑے گا.... کالا قلعہ اب آپ کا مقدر ہے.... زندگی کے باقی دن

وہاں ایڑیاں رگڑ کر کاٹیں گے آپ.... یہ میرا فیصلہ ہے....“

”بہت خوب! یہ تو لمبا چوڑا پروگرام لے کر آئے ہیں....

ارے بھئی مگر.... نیا صدر کون ہو گا۔“ انسپکٹر جمشید بولے۔

”نائب صدر ہوں گے اور کون.... صدر صاحب کے بارے

میں کل کے اخبارات میں خبر چھپے گی ریڈیو اور ٹی وی اعلان کریں

گے.... صدر صاحب یکا یک بہت ہمار ہو گئے ہیں لہذا حکومت کا کام

نائب صدر دیکھیں گے.... اور نائب صدر پہلے ہی ہمارا خاص آدمی ہے.... وہ صرف ہمارے اشاروں پر کام کرتا ہے.... لہذا ہم نے اس طرح حکومت کا تختہ الٹایا.... کہ کانوں کا نا خبر نہیں ہوگی کسی کو۔“

”لیکن صدر کا کیا کریں گے۔“

”میں نے بتایا نا.... صدر صاحب کالے قلعے کی سیر کریں گے۔“ اکرام لودھی نے کہا۔

”تب پھر لوگوں کو کیسے یقین دلایا جائے گا.... کہ صدر صاحب بیمار ہیں۔ آخر اخباری نمائندے بیمار صدر کو آنکھوں سے دیکھنا چاہیں گے۔“

”آپ نے پورا پروگرام سنا ہی کہاں ہے.... ابھی کچھ دن صدر بیمار ہیں گے.... پھر انہیں ان کے ڈاکٹر ایک پر فضا مقام پر لے جانے کی ہدایت دیں گے.... صدر صاحب اور ان کے گھر کے افراد کو اس پر فضا مقام پر بھیج دیا جائے گا.... وہاں وہ ڈاکٹروں کی ہدایت کے مطابق کسی سے بھی ملاقات نہیں کریں گے.... اور یہیں سے انہیں کالے قلعے بھیج دیا جائے گا.... پھر وقتاً فوقتاً خبر لگادی جائے گی.... صدر کی حالت ایسی ہے.... ویسی ہے اور یہ ہے وہ ہے وغیرہ.... اس طرح ہمارا کام پورا.... اس وقت تک نائب صدر اپنی حکومت پختہ کر لیں گے.... لہذا کچھ دیر بعد اعلان کر دیا جائے گا.... صدر اب اس قابل نہیں رہے کہ حکومت کی باگ ڈور سنبھال سکیں لہذا انہیں اب معزول

بجھا جائے.... بس پھر لوگ انہیں بھول جائیں گے.... یہ ہے تارن
کا منصوبہ۔“

اب وہاں سکتے کا عالم تھا.... یوں لگتا تھا جیسے ان پر بھی زندگی
نہ رہ گئی ہو۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری۔
”تب پھر اس کی کیا ضرورت تھی۔“

☆....☆....☆

www.pakistanipoint.com

ان کے والا

”یہ.... یہ کیا مسٹر تارن.... آپ ایک بیرے کو مسٹر تارن کہہ رہے ہیں.... حد ہو گئی یعنی کہ.... آپ بھول رہے ہیں.... تارن تو آپ خود ہیں۔“

”نن نہیں.... نہیں۔“ تارن نے کانپ کر کہا۔

”نن.... نہیں.... کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ میں تارن نہیں ہوں۔“

”یہ آپ نے ایک اور کہہ دی.... کہ آپ تارن نہیں

ہیں.... اور یہ کہ تارن یہ ہیں۔“

”ہاں! یہی بات ہے۔“

”تب پھر آپ کون ہیں۔“

”مسٹر تارن کا ایک ادنیٰ ماتحت....“

”لیکن آپ دونوں کی شکل و صورت ایک جیسی ہے۔“

”میں میک اپ میں ہوں۔“

”اوہ! اب بات سمجھ میں آئی.... اصل تارن یہ ہیں۔“

”ہاں اور میں نقلی تارن ہوں۔“

”حیرت ہے.... نقلی تارن کا یہ حال ہے کہ اس نے انسپکٹر

کامران مرزا جیسے لوگوں کو منٹوں میں ڈھیر کر دیا.... تو اصل تارن

کے لڑنے کا انداز کیا ہو گا۔“

”اس کے لڑنے کا انداز جب دیکھیں گے تو آنکھیں چندھیا

جائیں گی۔“ میرے نے ہنس کر کہا اور پھر اندر آ گیا.... ایسے میں اندر

موجود تارن نے کہا۔

”اس میں شک نہیں کہ آپ باس ہیں۔“

”کیسے اندازہ لگایا.... ہو سکتا ہے.... میرے میک اپ میں

کوئی اور آیا ہو۔“

”نہیں! یہ ناممکن ہے....“ اندر والے تارن نے فوراً کہا۔

”آخر کیسے.... وضاحت کرو۔“

”اگر آپ ہی اصل نہیں تو کیا مسٹر تارن اپنے ساتھ دودو

نقلی تارن لے کر آئے تھے۔“

”دودو نہیں.... تین تین۔“

”کیا.... کیا مطلب؟“ وہ چلا اٹھا۔

”ہاں! اس وقت اس ملک میں چار تارن کام کر رہے ہیں....

تین تارن مار ڈالے جائیں۔ تب بھی تارن نہیں مرے گا۔“

”اور اگر اتفاق سے اصل والا بھی پہلے مارا جائے... تو؟“

”اس کا امکان نہیں۔“ تارن نے مسکرا کر کہا۔

”اصلی تارن کا مارا جانا اتنا آسان نہیں.... دنیا کے کئی ملک اس کی موت کے شدید خواہش مند ہیں.... اس وقت تک تارن پر نہ جانے کتنے حملے کروا چکے ہیں.... لیکن اس کا بالیکا نہیں کر سکے۔“
 ”لیکن اس وقت آپ انسپکٹر جمشید کے ملک میں ہیں۔“ انعام فوزی نے منہ بنایا۔

”اوہ کوئی پروا نہیں.... ہم انہیں بھی بری طرح الجھا چکے ہیں.... وہ اس الجھن سے نجات حاصل نہیں کر سکیں گے....“
 ”کیا مطلب؟“ انسپکٹر کامران مرزا نے چونک کر کہا.... ابھی تک وہ لیٹے لیٹے باتیں سن رہے تھے.... اب اچانک اٹھ کر بیٹھ گئے۔
 ”اوہو.... آپ میں اٹھنے کی طاقت کہاں سے آگئی۔“ انعام فوزی نے بولکھلا کر کہا۔

”ایک شعر یاد آ گیا آپ کے جملے پر۔“

”جملے پر شعر یاد آ گیا.... کیا مطلب....“

”شعر کا مطلب بتاؤں.... یا کس کا۔“

”خیر سنائیں شعر۔“ انعام فوزی نے منہ بنایا۔

”خط میں لکھا تھا ‘ میں بستر سے اٹھ نہیں سکتا

اٹھ گئے جہاں سے یہ طاقت کہاں سے آگئی“

انسپکٹر کامران مرزا نے مسکرا کر شعر سنایا۔

”اچھا شے ہے....“
 ”آپ کیا کہہ رہے تھے مسٹر تارن.... اصلی یا نقلی۔“
 ”میں کہہ رہا تھا کہ اس وقت تک انسپکٹر جمشید الجھن سے
 نجات حاصل کر چکے ہوں گے.... یعنی زندگی سے نجات پا چکے ہوں
 گے۔“

”ارے میاں جاؤ۔“ آفتاب نے ہاتھ نہپایا۔

”اور جائیں کہاں۔“

”خیر! آپ انسپکٹر جمشید کی بات جانے دیں.... اپنی کریں...
 ان کے ساتھ توجو ہو گا.... آپ کو معلوم ہو ہی جائے گا۔“

”اپنی بات اب کیا کریں.... آپ کچھ بتائیں.... یہ چکر کیا
 ہے.... ہم تو اپنے شہر سے اپنے خیال کے مطابق مسٹر تارن کا تعاقب
 کرتے یہاں تک آئے تھے اور ان تارن نے یہاں کمرہ کرائے پر لیا
 تھا.... اب آپ کہہ رہے ہیں.... یہ نقلی تارن ہے.... ہوں گے
 صاحب.... ہم اصلی اور نقلی کے چکر میں کیوں پڑیں۔“ انسپکٹر کامران
 مرزا نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

”او کے.... اب ہم اپنا پروگرام سناتے ہیں.... ہمارا پروگرام

یہ ہے کہ آپ کی حکومت کا تختہ الٹ دیا جائے۔“

”کیوں.... ہماری یہ حکومت تو بالکل ٹھیک ہے.... ملک
 خوب ترقی کر رہا ہے.... لوگ بہت خوش حال ہیں.... مطمئن

ہیں.... منگائی سے انہیں نجات مل گئی ہے.... لوٹ کھسوٹ بند ہو گئی ہے.... ملک کو دہشت گردی سے نجات مل گئی ہے.... لہذا آپ کیوں حکومت کے خلاف ہیں۔“

”انہی باتوں کی وجہ سے۔“ تارن مسکرایا۔

”کیا مطلب.... کن باتوں کی وجہ سے۔“

”جو آپ نے بتائی ہیں.... ہم بھلا کب چاہتے ہیں کہ کوئی اسلامی ملک واقعی اسلامی نظر آئے.... اسی لیے تو اسلامی ملکوں کو ہم نے مغربی جمہوریت کی لپیٹ میں دے رکھا ہے.... واہ.... کیا فارمولہ.... ملک اسلامی.... جمہوریت مغربی.... یوں اسلامی ملکوں میں جمہوریت بھی اسلامی ہی ہونی چاہیے.... اس طرح تو تمام اسلامی ملک صحیح معنوں میں اسلامی نظر آئیں گے.... اور صحیح اسلامی ملک ہمیں آنکھیں دکھاتے ہیں۔ ہمارا رب نہیں مانتے۔“

”ہوں.... اب بات سمجھ میں آرہی ہے.... تو اس لیے آپ اس حکومت کا خاتمہ چاہتے ہیں۔“

”ہاں! ہم چاہتے ہیں.... ایسی حکومت آئے.... جو صرف اسلام کا نام لیتی رہے.... اندر خانے وہ ہمارے مغربی فارمولہ پر عمل کرتی رہے۔“

”ہوں.... یہ بات ہم بہت مدت سے محسوس کر رہے ہیں.. کاش تمام اسلامی ملکوں کے سربراہ یہ بات پورے دکھ سے محسوس

”کریں....“

”ایسا نہیں ہو گا.... امداد کے نام پر ہم نے اسلامی ملکوں کو اپنے قابو میں کر رکھا ہے.... وہ ہمارے خلاف بات نہیں کر سکتے۔“

”ان سب باتوں کے باوجود.... آپ کی دال اس ملک میں نہیں گل سکتی....“

”دیکھا جائے گا.... اب ہم چلتے ہیں.... آؤ تارن نمبر دو.... ہم انہیں جان سے مار کر کیا کریں گے.... ان کے بغیر کیا خاک مزا آئے گا۔“

”لو کے برادر۔“ دوسرا تارن ہنسا۔

اور پھر وہ ان کی آنکھوں کے سامنے کمرے سے نکلنے لگے....

”کیا ہم انہیں جاتے ہوئے دیکھتے رہیں گے انکل۔“

”ہمارے جسموں میں اتنی سکت کہاں ہے.... جوڑ جوڑ الگ محسوس ہو رہا ہے.... کیا تم اٹھ سکتے ہو۔“

”نہیں.... صرف بول سکتے ہیں اور دیکھ سکتے ہیں۔“

”بس تو پھر.... جانے دیں انہیں.... اب ہم کیا کر سکتے ہیں۔“

”میں نے حرام مغز پر چوٹیں ماری ہیں.... خیال سے علاج کروائیں.... ایسا نہ ہو آپ لمبے لیٹ جائیں۔“

”اچھا فکر نہ کریں۔“

ایسے میں ایک دہلی پتلی آواز ابھری۔

”کک.... کہاں چل دیے بھائی صاحبان.... ہم بھی تو

پڑے ہیں راہوں میں۔“

وہ یہ آواز سن کر بری طرح اچھلے.... جب کہ تارن اور اس کے ساتھیوں نے بھی چونک کر دروازہ کی جانب دیکھا....

”شش.... شوکی.... تت.... تم.... تم....“ انسپکٹر کامران

مرزائے بوکھلا کر کہا۔

”کیوں انکل.... کیا ہوا؟“

”تمہارے یہاں موجود ہونے کی امید تو ہمیں ایک فیصد بھی نہیں تھی۔“

”اوہو اچھا.... کمال ہے۔“

”آپ ان سے باتیں کریں.... ہم چلے۔“ تارن نے کہا اور

دروازے کی طرف قدم اٹھا دیے۔

”کیا ہم انہیں روکیں انکل۔“

”نن نہیں.... جانے دو.... تم انہیں نہیں روک سکو

گے۔“

”کوشش تو کرتے ہیں انکل۔“

”بھئی کیا فائدہ.... چوٹ کھاؤ گے۔“

”تو کیا ہوا انکل.... کیا آپ نے چوٹیں نہیں کھائیں۔“

”اچھا.... جیسے تمہاری مرضی.... میں تو یہی کہوں گا....

اس کا کوئی فائدہ نہیں۔“

”قسمت آزما کر دیکھ لیتے ہیں انکل۔“ اخلاق مسکرائے۔

”حد ہو گئی.... یہاں قسمت آزمانا کہاں سے نکل آیا۔“

آفتاب نے جھلا کر کہا۔

”اگر ہم ان کے مقابلے میں جیت گئے تو اچھی قسمت....

ورنہ آپ جیسے۔“ مکھن نے شرما کر کہا۔

”اوہ! تو تم ہمارا مقابلہ کرنا چاہتے ہو.... یہ کہنا چاہتے ہو....

کہ جن مجرموں نے انسپکٹر کامران مرزا اور ان کے ساتھیوں کو شکست

دے دی.... وہ شوکی برادرز کے ہاتھوں مار کھا گئے۔“

”نن نہیں.... ہمارا ہرگز یہ مطلب نہیں۔“

”ارے میاں جاؤ.... کسی اور کو چکر دینا۔“

”اچھا۔“ شوکی نے فوراً کہا۔

”کیا اچھا۔“

”کسی اور کو چکر دے دیں۔“

”نہیں شوکی.... تم ان سے ضرور لڑو.... انہیں کہنے دو....

میں جانتا ہوں.... تمہاری نیت ہرگز یہ نہیں....“

”شکریہ انکل.... آپ نے تو دل خوش کر دیا۔“

”تم تو ایک انگلی کی مار ہو میری۔“ تارن نے ہنس کر کہا۔

”کک.... کون سی انگلی.... انگلیاں تو پانچ ہوتی ہیں....“

میرا مطلب ہے.... پانچ میں سے.... کون سی انگلی کی مار ہیں ہم۔“
 ”حد ہو گئی.... بتائیے جناب تارن صاحب.... انہیں
 بتائیے.... کہ یہ آپ کی کون سی انگلی کی مار ہیں۔“

”اس کی۔“ اس نے اٹھوٹھے کے ساتھ والی انگلی اٹھا کر
 دکھائی۔

”ذرا دیکھوں تو....“ شوکی بولا۔

”لو.... غور سے دیکھو۔“ وہ ہنسا اور انگلی عین اس کے منہ
 کے سامنے کر دی۔

شوکی کا منہ اچانک کھلا.... اور اس نے انگلی دانتوں تلے
 چبانے کی بھرپور کوشش کر ڈالی.... لیکن دوسرے لمحے اس کے منہ
 سے ایک دل دوز چیخ نکل گئی۔

”کک.... کیا ہوا۔“ مکھن چلا اٹھا۔

ہوش میں آئے تو دونوں تارن غائب تھے.... البتہ ان کے
 ساتھی وہیں جوں کے توں پڑے تھے.... ہوٹل کا مالک انعام فوزی بھی
 غائب تھا....

”آپ اب تک اسی طرح لیٹے ہوئے ہیں.... کیا ہوٹل کا

عملہ بھی ہماری مدد کے لیے نہیں آیا۔“

”نہیں.... اس لیے کہ انعام فوزی ان کے ساتھ نکلا....“

اس نے میروں سے کہہ دیا ہو گا کہ کوئی اوپر جانے کی کوشش نہ کرے۔
اب وہ تو ظاہر ہے.... اسی کا حکم مانیں گے.... آخر وہ ٹھہرا ہو ٹل کا
مالک۔“

”لیکن آپ نے انکل اکرام کو کیوں فون نہیں کیا۔“
”کر چکا ہوں.... جو نمی میرے ہاتھ حرکت کرنے کے
قابل ہوئے تھے.... میں نے فون کر دیا تھا.... فون تو حید احمد نے سنا
تھا.... اکرام شاید وہاں نہیں تھا.... لہذا تو حید احمد تو آتے ہی ہوں
گئے۔“

”گویا تارن تو گیا ہاتھ سے۔“

”تارن کی کوئی بات نہیں.... سوال یہ ہے کہ یہ یہاں کرنے
کیا آئے ہیں.... تارن تو عام طور پر حکومتوں کا تختے الٹنے کا ماہر ہے...
اور ہماری حکومت سے اس وقت کسی کو شکایت نہیں.... غیر مسلم
ممالک کو یہ تکلیف ضرور ہو سکتی ہے کہ یہاں امن کیوں ہے.... اس
لیے شاید وہ تختہ الٹنا چاہتے ہوں.... بہر حال.... کچھ بھی ہو.... تارن
کا یہاں نظر آنا ہی غلط ہے۔“

”اور ایوان صدر کی کیا خبر ہے۔“

”ادھر کی خبر۔“

”وہاں بھی گڑبڑ ہے تو ہمیں فوراً وہاں پہنچ جانا چاہیے۔“
”ہم یہی کریں گے.... پہلے چلنے کے قابل تو ہو جائیں....“

ارے ہاں شوکی.... تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں.... یہاں کیسے آگئے۔“

”یہ کوئی نئی بات نہیں ہے انکل۔“

”کیا مطلب۔“ وہ چونکے۔

”مطلب یہ کہ ہم بھی ایک عدد تارن کا تعاقب کرتے

ہوئے آئے ہیں۔“

”کیا.... کیا کہا۔“ وہ چلا اٹھے۔

”جی ہاں! یہی بات ہے۔“

”تب پھر.... تمہارے والا تارن کہاں ہے؟“ انسپکٹر

کامران مرزا چلا اٹھے۔

”وہی تو تھا.... جو بعد میں یہاں آیا تھا۔“ شوکی مسکرایا۔

”کیا!!!“

ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

☆....☆....☆

کالا قلعہ

سب کی نظریں انسپکٹر جمشید کی طرف اٹھ گئیں :
 ”آپ کیا کہنا چاہتے ہیں.... کس کی کیا ضرورت تھی۔“

”میری.... آخر مجھے یہاں کیوں بلایا گیا....“

”یہ کام صدر صاحب نے کیا.... ہم اس وقت انہیں روک
 نہیں سکتے تھے.... پھر ہم نے سوچا.... چلو اچھا ہے.... انسپکٹر جمشید
 یہاں آرہے ہیں.... ان کا کاغذ بھی ساتھ ہی نکال دیں گے.... پھر ہم
 نے کوشش کی کہ آپ باہر سے باہر ہی چلے جائیں.... اور آپ چلے بھی
 گئے تھے.... لیکن صدر نے پھر فون کر دیا.... اور مجھے آپ کو اندر لانا
 پڑا....“

”چلیے یہ تو ہوا.... اپنا کام شروع کریں.... کہاں ہیں نائب

صدر.... جو صدر صاحب کی جگہ سنبھالیں گے۔“

”میں ادھر تیار ہوں۔“

بغلی کمرے سے نائب صدر کی آواز سنائی دی۔

”آپ نے دیکھا صاحب صدر.... آپ نے اپنے ارد گرد کن

لوگوں کو جمع کیا ہے....“

”ہاں! میں دیکھ چکا اور سمجھ چکا.... سنو جمشید.... مجھے حکومت کی کوئی خواہش نہیں.... ایک اچھا اور دین پر کاربند حکمران اس ملک کا صدر بننا چاہیے.... کوئی اعتراض نہیں.... میں تو خود الگ ہونا پسند کروں گا اس صورت میں.... لیکن حکومت ان لوگوں کے ہاتھ نہیں آئی چاہیے۔“

”لیکن کیسے صاحب صدر.... یہ بھی تو بتائیں۔“ اکرام لودھی نے طنزیہ انداز میں کہا۔

”انسپکٹر جمشید یہ خود سوچ لیں گے۔“

”اور ہم سوچ رہے ہیں... آپ فکر نہ کریں۔“ وہ مسکرائے۔

”سوچ لو.... ضرور سوچ لو.... اور جو کر سکتے ہو.... کر

گزر دو.... انسپکٹر جمشید.... تمہارے دل میں کوئی حسرت نہ رہ جائے۔

میں ہوں اس وقت تمہارے مقابلہ پر تارن.... تم بس مجھے شکست

دے دو.... پھر یہ سازش اپنی موت خود مر جائے گی۔“

”ضرور.... کیوں نہیں.... اب یہ کرنا ہو گا۔“

”آؤ.... ہم ایوان صدر میں اقتدار کی آخری جنگ لڑ لیں....

اس کے بعد کوئی تمہارا نام تک نہیں سن سکے گا.... لوگ بس سوچا

کریں گے.... کہ آخر انسپکٹر جمشید اور ان کے بچے کہاں چلے گئے۔“

”کوئی پروا نہیں.... ہمیں اپنے نام سے کیا لینا.... ہمیں تو

کام سے غرض ہے.... ہم اس میں اگر کام آگئے.... تو پھر بھی ہم اطمینان سے دنیا سے رخصت ہوں گے کہ حق کا ساتھ دیتے ہوئے ہم مارے گئے ہیں.... اللہ تعالیٰ ہمیں شہیدوں کا درجہ دے دے اور کیا چاہیے۔“

”شہید ہونے کے لیے بے چین ہیں بے چارے....“ اکرام لودھی ہنسا۔

”لودھی.... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا.... تم آستین کے سانپ ہو۔“

”سانپ کا لفظ ان کے لیے چھوٹا ہے انکل صدر۔“ فرزانہ کی آواز ابھری۔

”سک.... کیا کہا میری جی۔“ صدر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا.... یوں جیسے پہلی بار دیکھا ہو....

”میں نے کہا ہے‘ یہ آستین کا سانپ نہیں.... آستین کا اڑدھا ہے۔“

”اور میں اسے پہچان نہ سکا۔“

”چلیے کوئی بات نہیں.... اب پہچان لیں۔“ فرزانہ مسکرائی۔

”اب کیا فائدہ.... اب تو کھیل ختم ہونے والا ہے۔“

”نہیں انکل صدر.... کھیل تو اب شروع ہوا ہے۔“ محمود کی آواز ابھری۔

”تم لوگوں کی آوازیں مجھے عجیب حوصلہ دے رہی ہیں۔“
صدر صاحب کی آواز میں حیرت تھی۔

”اگر یہ بات ہے تو میں بھی اپنی آواز آپ کو سنا دیتا ہوں....
تاکہ آپ کا حوصلہ اور بڑھ جائے.... صدر انکل.... آپ پریشان نہ
ہوں.... اللہ بہتر کرے گا۔“ فاروق بولا۔

”باجان چچے.... تارن آپ کے نزدیک آچکا ہے۔“ ایسے
میں فرزانہ چیخ اٹھی۔

انسپکٹر جمشید غافل نہیں تھے.... یہ اور بات تھی کہ غافل
نظر آرہے تھے.... تارن واقعی ان کے سر پر پہنچ چکا تھا.... اس کے
دائیں ہاتھ کا مکان کی ناک کی سیدھ میں ان کی طرف جھلی کی تیزی
سے آیا.... وہ فوراً نیچے بیٹھ گئے.... تارن نے ہاتھ والا دار خالی جاتے
دیکھا تو دائیں پاؤں کی ٹھوکر ان کی پسلیوں پر رسید کر دی.... لیکن وہ
بھی چپا گئے.... اس کی ٹھوکر بھی خالی گئی.... اب انسپکٹر جمشید اس سے
دور کھڑے نظر آئے....

”بہت خوب جمشید۔“

”کوئی فائدہ نہیں صدر صاحب.... یہ تو ہم دل لگی کر رہے
ہیں.... آپ کے کمرے کے چاروں طرف کلاشن کوفیں تنی ہوئی
ہیں.... آپ باہر سر نکال کر دیکھ لیں.... لیکن خیال رہے.... صرف
سر باہر نکالیں.... ورنہ گولیاں آپ کا استقبال کریں گی۔“

”نن نہیں۔“ صدر صاحب کی آواز پر خوف چھا گیا۔
 ”بس.... ڈر گئے صدر صاحب.... ابھی تو ان کی آوازیں
 آپ میں حوصلہ پیدا کر رہی تھیں۔“ اکرام لودھی نے طنزیہ انداز میں
 کہا۔

”تمہارا انجام بہت بھیاںک ہو گا لودھی۔“ صدر صاحب
 گرے۔

”آپ اپنے انجام کی فکر کریں۔“ لودھی بولا۔
 ادھر تارن پھر انسپکٹر جمشید کی طرف بڑھ رہا تھا.... اور وہ
 پر سکون انداز میں کھڑے تھے۔

”ویسے کیا یہ بات حیرت کی نہیں مسٹر تارن۔“ اکرام اب
 اس کی طرف مڑا....

”کون سی بات۔“

”یہ کہ انسپکٹر جمشید آپ کا پہلا وار چانے میں کامیاب ہو
 گئے۔“

”نہیں! یہ بات حیرت کی نہیں ہے۔“

”وہ کیسے؟“

”جیسے ملی چوہے کے ساتھ کھیلتی ہے نا.... میں بھی ان کے

ساتھ کھیل رہا ہوں.... جب چاہوں گا انہیں لقمہ ہالوں گا۔“

”لیکن۔“ انسپکٹر جمشید نے۔

”لیکن کیا؟“ کئی آوازیں ابھریں۔

”لیکن.... بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے.... چوہاٹلی کے بچے سے نکل کر اپنے بل میں جا گھستا ہے.... اور پٹی اپنا سامنہ لے کر رہ جاتی ہے۔“ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

”فکر نہ کرو.... یہاں کوئی بل نہیں ہے.... کیوں صدر صاحب.... کیا آپ نے ایوان صدر میں بل ہوار کھے ہیں۔“

”تم جیسوں کے لیے ہوار کھے ہیں.... اگر انسپکٹر جمشید 'میاں ہو گئے تو انہیں اور تمہیں ایسے ہی کسی بل میں بند کریں گے۔“ صدر صاحب نے جل بھن کر کہا۔

”وہ دن اب کبھی نہیں آئے گا۔“

اس وقت تک وہ انسپکٹر جمشید کے بالکل نزدیک پہنچ چکا تھا....
 ”چوہے پٹی کا کھیل بند کریں مسٹر تارن.... ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے.... بیرونی دنیا کو پتا نہ چلے.... تب ہے ہماری کامیابی۔“

”اوکے.... یو نہی سہی۔“

اب تارن بری طرح اچھلا اور انسپکٹر جمشید سے ٹکرا گیا....
 ان کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی.... اور پھر انہوں نے انہیں گرتے دیکھا....

انہیں جھٹکا سا لگا.... اس قدر آسانی سے تارن انہیں گرانے

میں کامیاب ہو گیا تھا....

”کیوں! اڑ گئے ہوش۔“ تارن ہنسا۔

”اڑ گئے تھے.... واپس آ گئے ہیں.... ہم مقابلہ کریں گے۔“

”آؤ.... آؤ.... تم لوگ تو ہو ہی پدی سے یعنی کیا پدی کیا

پدی کا شور بہ۔“

”ترکیب تیرہ۔“

”تیرہ چلا لو.... پندرہ چلا لو.... تارن کو کوئی فرق نہیں پڑ

جائے گا۔“

وہ اچھل اچھل کر تین مختلف سمتوں میں کھڑے ہو گئے۔

پھر ایک ساتھ اس پر حملہ آور ہوئے.... فرزانہ اس کی گردن سے
لپٹ گئی اور دونوں بازوؤں سے گردن کو کسنے لگی....

”خوب زور لگاؤ۔“ وہ ہنسا۔

اس وقت تک محمود اس کا ایک ہاتھ پکڑ کر اس پر جھول چکا

تھا.... اس طرح وہ اچھلا اور سر کی ٹکرا اس کی ٹھوڑی پر دے ماری....

اس وقت تارن پوری قوت سے اس کے بائیں پہلو سے ٹکرایا۔

یہ تین طرفہ حملہ تھا.... لیکن ہوا کیا.... محمود کی ٹکرائے خود

اس کے ہوش اڑا دیے.... اسے یوں لگا جیسے میز سے سر ٹکرا دیا ہو....

اس کے منہ سے چیخ نکل گئی.... ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے اور وہ دوسری

طرف لڑھک گیا.... یہی حال فاروق کا ہوا.... اس کے تو سر سے

خون تک نکل آیا.... وہ بھی الٹ کر گرا.... رہ گئی فرزانہ.... اس نے چونکہ ٹکر نہیں ماری تھی.... اس لیے ایسی چوٹ سے محفوظ رہی.... تاہم ان دونوں کے گرنے کے بعد تارن نے اپنی گردن کو ایک جھٹکا دیا.... فرزانہ کسی کھلونے کی طرح اس کی گردن سے الگ ہو کر دیوار سے جا ٹکرائی....

اب وہ چاروں قالین پر ساکت پڑے تھے.... ان میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ جسم کو حرکت تک دے سکتے۔

”آپ نے دیکھا.... صدر صاحب.... یہ تو چوہے بھی ثابت نہیں ہو سکے۔“ تارن ہنسا۔

”جشید.... میرے دوست میرے بھائی.... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں.... یہ تو مجھے بھیج دیں گے کالے قلعے۔“ صدر صاحب نے دردناک لہجے میں کہا۔

انسپکٹر جشید نے ان کے یہ الفاظ سنے.... آنکھیں کھولنے کی کوشش کی.... لیکن کھول نہ سکے.... زبان کو حرکت دینے کی کوشش کی.... بول نہ سکے.... صرف دکھ محسوس کر سکے.... ادھر تارن کی آواز انہوں نے سنی۔

”اب کچھ نہیں ہو سکے گا صدر صاحب.... آٹھ گھنٹے سے پہلے یہ دوبارہ مقابلہ کرنے کی کوشش نہیں کر سکیں گے.... اور اس وقت تک ہم آپ کو کہیں کا کہیں پہنچا چکے ہوں گے.... اکرام

لودھی.... اب تمہارا کام شروع ہونا ہے.... حرکت میں آ جاؤ.... ان چاروں کو بھی صدر کے ساتھ ہی کیوں نہ کالے قلعے بھیج دیا جائے۔“

”یہ زیادہ مزے دار ہو گا۔“

”اور ان کے دوسرے ساتھیوں کے بارے میں کیا سوچا

ہے.... وہ جو ہوٹل آسمان میں ہیں۔“

”میرا نائب تارن ان کا انتظام کر چکا ہو گا.... ارے مم مگر

نہیں.... میں نے اسے یہ ہدایت نہیں دی تھی.... بس انہیں الجھانے

کے لیے کہا تھا....“ تارن چونکا۔

”تب پھر اپنے نائب تارن سے رابطہ کریں مسٹر تارن....

ان لوگوں کے ہنڈل تیار کر دیں.... ایک ہند گاڑی وہاں آئے گی....

اس پر ہنڈل لوڈ کر دیے جائیں.... باقی کام میرا ہو گا۔“ اکرام لودھی

نے کہا۔

”او کے.... میں ابھی بات کرتا ہوں۔“

یہ کہہ کر تارن نے موبائل پر نمبر ملایا.... جلد ہی اس کے

نائب تارن کی آواز سنائی دی :

”لیں مسٹر تارن۔“

”سنو.... ان لوگوں کے ہنڈل ہوا کر تیار رکھو.... ایک بڑی

گاڑی ہوٹل آسمان کے سچھلی طرف آئے گی.... وہ ہنڈل اس گاڑی پر

لدا دیتا۔“

”یہ.... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سر۔“

”کیوں کیا ہوا.... کیا تم ان لوگوں کو شکست نہیں دے

سکے۔“

”وہ تو میں دے چکا ہوں.... لیکن ہم تو وہاں سے چلے آئے

ہیں....“

”واپس جاؤ.... وہ ابھی وہیں لمبے لیٹے ہوں گے.... جلد ان

کے ہنڈل تیار کر آؤ.... اس طرح کہ وہ مرنے جائیں۔“

”اوکے باس.... ابھی لیجئے۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

تارن نے فون بند کر دیا اور ان کی طرف مڑا....

”اب آپ ان کے ہنڈل کیوں نہیں ہواتے۔“ اس نے

اکرام لودھی سے کہا۔

”ضرور.... کیوں نہیں.... اس سے زیادہ دلچسپ بات اور کیا

ہوگی.... نئے صدر صاحب آپ یہاں آجائیں.... ادھر کوئی خطرہ

نہیں ہے.... آپ کے جسم پر کوئی خراش نہیں آئے گی۔“ اکرام

لودھی نے پر جوش آواز میں کہا۔

دروازہ کھلا اور انہوں نے نائب صدر کو کمرے میں آتے

دیکھا۔

”یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں محترم نائب صدر۔“ الیکٹر جشید

نے مردہ آواز میں کہا۔

”حکومتوں میں ایسے رد و بدل ہوتے ہی رہتے ہیں، کوئی خاص بات نہیں ہے۔“ وہ مسکرائے۔

”تب پھر آپ اپنے رد و بدل کے لئے بھی تیار رہیں.... جب حکومتوں میں ایسے رد و بدل ہوتے ہی رہتے ہیں تو آپ کے ساتھ کیوں ایسا نہیں ہوگا۔“

”دیکھا جائے گا.... کچھ عرصہ تو حکومت کے مزے لوٹ لوں گا.... ارے تم کیا جانو.... حکومت کے مزے کیا ہوتے ہیں۔“ وہ ہنسا۔

”کیوں.... کیا آپ نائب صدر ہوتے ہوئے حکومت کے مزے نہیں لوٹ رہے تھے۔“

”وہ تو چھوٹے مزے تھے۔“ اس نے ہنس کر کہا۔

”آپ ایک بات بھول گئے ہیں۔“

”اور وہ کیا.... وہ تم یاد کرادو۔“

”ہم نے چین میں پڑھا تھا.... آپ نے بھی ضرور پڑھا ہوگا..“

جیسا ہو گئے.... دیا کاٹو گئے۔“

”میں نے کہا.... کاٹ لوں گا۔“

”یو نا آسان ہے.... لیکن جب کاٹا پڑتا ہے.... تو معلوم ہوتا

ہے.... اب اپنے صدر صاحب کو دیکھیں.... ان بے چاروں کو کالے

قلعے بھیجا جا رہا ہے.... ہے کوئی تک.... کوئی ریٹ ہاؤس قسم کا تہہ

خانہ بھی ہو سکتا تھا۔“

”وہ قلعہ اب کسی ریست ہاؤس سے زیادہ اچھا ہے.... اس کو بہت پر فضا درختوں اور پودوں سے ڈھک دیا گیا ہے.... اس میں جا کر تم لوگ بہت خوش ہو گے.... وہاں تمہارا وقت بہت اچھا گزرے گا۔“

”لیکن ہمارے لئے اتنی تکلیف کیوں کی جا رہی ہے.... ہمیں موت کے گھاٹ کیوں نہیں اتار دیا جاتا۔“

”دشمن کو ایک دم سے مار ڈالنے میں مزا نہیں آتا.... وہ سک سک کر جیسے اور تڑپ تڑپ کر مرے تو لطف دو بالا ہوتا ہے۔“

”اور جب آپ کے ساتھ ایسا ہو گا۔“

”اس وقت دوسروں کا لطف دو بالا ہو گا۔“ اس نے ہنس کر کہا۔

”گویا آپ کو معلوم ہے.... آپ کے ساتھ ایسا ہو گا....

یقین بھی ہے.... پھر بھی آپ یہ حماقت کر رہے ہیں۔“

”جوجی میں آئے.... کہہ لو.... ایک گرفتار انسان.... مجبور

اور بے بس انسان جلی کٹی نہیں سنائے گا تو کیا کرے گا۔“

”شاید اسی کو دنیا کہتے ہیں۔“ انسپکٹر جمشید نے سر د آہ بھری۔

”جی.... کیا مطلب لبا جان۔“ انہوں نے محمود کی آواز سنی۔

”اوہ.... تو تم بھی بولنے کے قابل ہو گئے۔“
 ”جی.... بس.... کیا بتاؤں.... کس قدر مشکل سے یہ الفاظ
 منہ سے نکالے ہیں۔“

”تب پھر نہ بولو.... خود کو مشکل میں نہ ڈالو.... میرا کہنے کا
 مطلب یہ تھا کہ شاید اسی کو دنیا کہتے ہیں.... یہ انسان اپنے ساتھ اچھا
 نہیں ہے.... کہ انجام صاف نظر آرہا ہے، پھر بھی اس انجام سے بچنے
 کے بجائے.... اس انجام کی طرف بڑھ رہے ہیں۔“
 ”فی الحال تم اپنے انجام کے بارے میں کیوں نہیں سوچتے۔“
 ”کیا ضرورت ہے سوچنے کی.... ہم تو وہاں جا ہی رہے
 ہیں۔“ انہوں نے کندھے اچکائے۔

”صدر صاحب.... آپ ٹی وی ریڈیو اور اخبارات کے
 نمائندوں کو بلا لیں.... ان کے ساتھ شاندار کانفرنس کریں....
 تصاویر ہوائیں.... ہمارے صدر کی تصاویر بھی اخبارات میں آجانی
 چاہئیں.... تاکہ لوگ شک نہ کریں....“

”کچھ لوگ تو شک ضرور کریں گے.... زیادہ شک کرنے
 والے لوگوں کو تو خیر صدر صاحب کے ساتھ بھیج رہے ہیں.... لیکن
 اخبارات والے بھی کم شکلی نہیں ہوتے۔“

”جو اخبار والا کوئی ایسی ویسی خبر لگائے گا.... یا ایسا ادارہ
 لکھے گا.... اس سے میں نبٹ لوں گا.... آخر میں کس مرض کی دوا

ہوں۔“ تارن بولا۔

”اوہ..... بہت خوب.... مزار ہے گا.... ذرا مزے دار قسم کی ٹھکانی ہونی چاہیے اس کی۔“
 ”وہ دوبار ایسی کوئی خبر شائع کرنے کی جرأت نہیں کرے گا.... آپ بے فکر رہیں۔“

”اوہ..... اوہ..... اوہ۔“ انسپکٹر جمشید زور سے چونکے۔

”یہ تین اوہ کس خوشی میں لبا جان۔“

”حد ہو گئی.... یہاں خوشی کا کیا سوال.... یہاں تو ہر طرف غم کا دور دورہ ہے۔“ فاروق نے جل کر کہا۔

”نہیں تو.... کیا تم نے نائب صدر صاحب اور کے ساتھیوں کے چہروں پر خوشی نہیں دیکھی۔“

”وہ عارضی خوشی ہے.... میں مستقل خوشی کی بات کر رہا ہوں۔“

”وہ لبا جان کے اوہ رہے جاتے ہیں.... ان کا مطلب تو پوچھ لو۔“ فرزانہ کی جلی کٹی آواز سنائی دی۔

”ارے ہاں.... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں لبا جان۔“

’میری سمجھ میں ابھی ابھی ایک بات آئی ہے....“ وہ بولے۔

”تو پھر بتائیں....“

”یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ مسٹر تارن حکومتوں کے تختے

الٹنے میں اتنے کامیاب کیوں ہیں.... اس بارے میں ان کی اس قدر
شہرت کیوں ہے۔“

”تو بتائیے۔“ محمود بے چین ہو گیا۔

”وہ بھر پور انداز میں مسکرائے.... عین اسی لمحے اکرام

لودھی کے فون کی ٹکھنٹی بجی.... اس نے جو نئی فون سنا.... زور سے
اچھلا....

☆....☆....☆

ظہور رے ظہور

”ہاں انکل.... وہ وہی تو تھا.... ہم نے وہاں اسے ایک ہوٹل کے ہال میں دیکھا تھا.... تارن کے بارے میں چونکہ آپ لوگ ہمیں بتا چکے تھے.... ہم نے اس کی تصاویر بھی فائلوں میں دیکھی تھیں.... اس لئے ہم فوراً جان گئے کہ یہ تو تارن ہے.... بس ہم نے اس کا تعاقب کرنے کی ٹھان لی.... اور اس طرح یہاں پہنچ گئے۔“

”تب پھر تم نے اسے نہیں پہچانا.... اس نے خود یہ موقع دیا کہ تم اسے پہچان لو۔“ انسپکٹر کامران مرزا نے مسکرا کر کہا۔
 ”جی.... کیا مطلب؟“ شوکی نے چونک کر کہا۔

”وہ تمہیں اپنے پیچھے لگا کر یہاں تک لایا تھا اور یہی کام ہم نے کیا.... ہم اس خیال میں رہے کہ ہم تارن کا تعاقب کر رہے ہیں... لیکن دراصل وہ خود ہمیں اپنے پیچھے لگا کر یہاں لایا تھا۔“
 ”لیکن کیوں؟“ شوکی چلا اٹھا۔

”یہ تو ہمیں اب معلوم کرنا ہے.... ویسے وہ لوگ جلد واپس آئیں گے.... شاید ان سے بھول ہو گئی ہے....“

”بھول.... کیا مطلب.... کیسی بھول۔“

”ہمارے بارے میں کیا کرنا ہے.... یہ انہوں نے یا تو پوچھا نہیں.... یا انہیں بتایا نہیں گیا.... ورنہ پروگرام یہ تو ہو ہی نہیں سکتا.... کہ ہمیں ادھ مواکر کے یہاں چھوڑ کر چلے جائیں۔“

”تو کیا.... یہ ہمیں کہیں لے جائیں گے۔“

”میرا اندازہ یہی ہے۔“

”اللہ اپنا رحم فرمائے.... اور ہم ابھی تک حرکت کے قابل نہیں ہیں۔“

”بالکل نہیں۔“ انہوں نے منہ بتایا۔

”پھر اب کیا بنے گا۔“

”وہی جو انسپکٹر جمشید وغیرہ کا بنا ہے۔“

”جی.... کیا مطلب؟“

”ہماری طرح ایوان صدر میں وہ بھی لمبے لیٹے ہوں گے....“

”میں اب تارن کے منصوبے کو سمجھ رہا ہوں.... یہ حکومت کا تختہ الٹنے کی ہی سازش ہے.... ہمیں قلاب میں کئے بغیر ایسی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی تھی۔“

”نن نہیں....“ وہ کانپ گئے۔

”ہمیں جلد از جلد ملنے جلنے کی کوشش کرنی چاہیے.... اگر ہم

اٹھ کر جلنے کے قابل ہو جاتے ہیں تو شاید ان کے منصوبے میں خلل

ڈال سکیں.... درندہ تو پوری طرح کامیاب ہیں۔“
 ”اللہ اپنا رحم فرمائے.... میں تو پھر کوشش شروع کر ہی ہوں۔“ فرحت نے بوکھلا کر کہا۔

اور پھر وہ اپنے جسم کو حرکت دینے لگے.... لیکن زور سے حرکت کرنے سے بھی ان کا جوڑ جوڑ درد کرتا تھا.... ان کے منہ سے چیخیں نکلنے لگیں۔

”حیرت ہے.... ہماری چیخیں بھی کوئی نہیں سن رہا۔“
 ”کمرہ ساؤنڈ پروف ہے.... اور دروازہ باہر سے بند.... فون بند ہیں.... جیبوں سے ہم موبائل نکال نہیں سکتے، کریں تو کیا۔“
 ”صبر۔“ آفتاب نے فوراً کہا۔

اور پھر انہوں نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی۔
 ”لو آگئے۔“ آصف کے منہ سے نکلا۔
 ”کون.... دوست یا دشمن۔“

”دوستوں کے آنے کی امید ایک فیصد.... اور دشمنوں کی ننانوے فیصد۔“ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

”یا اللہ رحم.... ویسے انکل.... یہ زبان بھی عجیب عضو ہے.... سب سے نرم ہوتے ہوئے بھی اس پر چوٹ کا اثر نہیں ہوتا.... اب دیکھ لیں.... ہمارے ہاتھ جسم حرکت نہیں کر سکتے.... زبان حرکت کر رہی ہے۔“

”اور آنکھیں.... ان کے بارے میں کیا خیال ہے۔“

”آنکھیں تو شاید زبان سے بھی آگے ہیں۔“

اسی وقت دروازہ کھل گیا.... اور تارن کی شکل نظر آئی۔

”آپ.... آپ پھر آگئے.... کوئی کسر رہ گئی ہے کیا۔“

”ہاں! ہمیں پورا پروگرام نہیں بتایا گیا تھا.... اب بتایا گیا

ہے.... آپ کو ایک جگہ لے جانے کا پروگرام ہے.... آپ کے ساتھی

بھی وہیں پہنچائے جا رہے ہیں۔“

”اوہ اچھا.... پھر خوب گزرے گی جب مل بیٹھیں گے

دیوانے بہت سے۔“ آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

”ہاں! وہاں آپ لوگ خوب چمک سکیں گے.... چمک اس

لئے سکیں گے.... وہاں کام جو نہیں ہو گا۔“

”ارے واہ.... تو یوں کہیں نا.... راوی ہمارے لئے عیش ہی

عیش لکھتا ہے۔“

”پتا نہیں.... اس راوی کو کیا ہو گیا.... سوائے عیش کے

اسے کچھ لکھنا نہیں آتا۔“

”حد ہو گئی.... اب بے چارے راوی کے پیچھے پڑ گئے۔“

”ایسے مزا نہیں آئے گا۔“ فرحت چونک کر بولی۔

”مزا نہیں آئے گا.... کیا مطلب.... کیاں مزا نہیں آئے

گا۔“ آفتاب حیران تھا۔

”اور تم نے کیسے کہہ دیا کہ مزا نہیں آئے گا۔“ آصف نے بھی کہا۔

”اس بار ہمارے دو اہم ساتھی ابھی تک ہمارے ساتھ نظر نہیں آئے.... میرا خیال ہے.... دوسری پارٹی کے ساتھ بھی وہ نہیں ہوں گے۔“

”اوہ تم انکل خان رحمان اور پروفیسر انکل کی بات کر رہی ہو۔“

”کیا کروں.... مجبور ہوں.... اور کس کی کروں ان حالات میں بات۔“ فرحت نے منہ بنایا۔

”بات تو ابجھن کی ہے۔“

”ان کے ہنڈل تیار کر دو.... فوراً۔“

تارن نے اپنے پیچھے اندر آنے والوں سے کہا۔
”لو کے سر۔“

”اور اس طرح بنانا کہ یہ سانس لیتے نہیں۔“

”واہ.... کتنے اچھے شخص ہیں.... ہمارے سانسوں کی کس قدر فکر ہے۔“

پھر ان کے ہنڈل تیار کئے جانے لگے.... اس کے بعد ہنڈلوں کو ایک گاڑی میں لاد اگیا.... پھر گاڑی روانہ ہوئی۔

جلد ہی انہیں ایک بڑی لالچ پر لاد اگیا.... اور اب ان کا

سمندر میں سفر شروع ہوا.... انہیں کچھ پتا نہیں تھا.... انہیں کہاں لے جایا جا رہا ہے.... یا ان کے ساتھ اس سفر میں اور کون ہے.... وہ تو ہڈیوں کی صورت میں سفر کر رہے تھے.... کئی گھنٹے بعد سفر ختم ہوا.. اب پھر انہیں ایک گاڑی پر لا دیا گیا....

پھر ان ہڈیوں کو کھولا جانے لگا.... انہوں نے دیکھا.... وہ گھاس کے ایک خوب صورت قطعے پر لیٹے تھے.... ان کے چاروں طرف کلاشن کوفوں والے کھڑے تھے.... ہڈی کھل جانے کے بعد انہیں لانے والوں میں سے ایک کی آواز ابھری۔

”اب تم لوگوں کو یہاں رہنا ہے.... اور تم سب قلعے سے باہر رہو گے.... کسی بھی صورت میں اندر نہیں آؤ گے.... ورنہ یہ کوئی نہ کوئی چال چل جائیں گے.... یہ چال چلنے میں بہت ماہر ہیں.... تم سمجھ گئے۔“

”جی بالکل۔“ وہ لے۔

”تو پھر چلو باہر۔“

وہ انہیں وہاں چھوڑ کر چلے گئے.... کچھ دیر چپ چاپ لیٹے رہے.... پھر انسپکٹر کامران مرزا ہو لے۔

”کیا ہم اب چلنے پھرنے کے اٹھنے بیٹھنے کے قابل ہیں۔“

”کوشش کرتے ہیں۔“ انہوں نے انسپکٹر جمشید کی آواز سنی۔

”ارے ہائیں انکل!“ آصف کے منہ سے مارے خوشی کے

نکلا۔

”میراثم ارے ہائیں اٹکل نہیں ہے۔“ انہوں نے برامان کر

کہا۔

”اوہ اوہ.... یہ تو واقعی آپ ہیں۔“ آفتاب کے منہ سے نکلا۔

”تو تمہارا کیا خیال تھا.... کوئی میری آواز میں بات کر رہا

ہے۔“ وہ ہنسے۔

”نن نہیں.... تت.... تو کیا بھائی محمود بھائی فاروق اور بہن

فرزانہ بھی ساتھ ہیں آپ کے۔“

”میں ایسی جگہ ان کے بغیر کیسے آسکتا ہوں۔“

”ارے تو پھر آخر ہم نے اب تک ان کی آواز کیوں نہیں

سنی۔“ فرحت چلا اٹھی۔

”تم کسی کو بولنے دو تب تا.... پٹ پٹ تو بولے جا رہی ہو۔“

فرزانہ کی آواز ابھری۔

”آہا.... آپ بھی ہیں۔“ آصف نے خوش ہو کر کہا۔

”میرا خیال ہے.... ہم سب ہیں۔“ شوکی کی آواز ابھری۔

”ارے باپ رے.... یہ تو شوکی بھائی کی آواز جان پڑتی

ہے۔“

”جان پڑتی ہے یا کان پڑتی۔“ فاروق نے فوراً کہا۔

”دونوں.... دونوں ہی پڑتی ہیں۔“

”لیکن شوکی کا خیال تو ہے غلط۔“ محمود نے کہا۔
 ”وہ کیسے....“

”میں نے ابھی تک انکل خان رحمان یا پروفیسر انکل کی آواز نہیں سنی.... اگر وہ یہاں ہوتے تو اس وقت تک بول کر اپنی موجودگی ظاہر کر دیتے۔“

”ہاں! واقعی.... دراصل اس بار وہ شروع سے ہمارے ساتھ نہیں تھے۔“

”یہ ہوائی.... کسی دشمن نے اڑائی ہو گئی۔“ ایسے میں خان رحمان کی آواز سنائی دی۔

”ارے.... یہ.... یہ کیا.... یہ تو اپنے انکل آن رحمان کی آواز سنائی دیتی ہے....“ فاروق چلا اٹھا۔

”کان بچے ہیں تمہارے.... وہ آواز پروفیسر داؤد کی تھی۔“ اس بار پروفیسر داؤد بولے تھے۔

”ہائیں ہائیں انکل.... آپ بھی ہیں۔“

”ارے میاں جاؤ.... میں خان رحمان ہوں۔“ پروفیسر بولے۔

”ارے! ہائیں.... تم نے کیا نام لیا تھا میرا.... انکل آن رحمان۔“ خان رحمان چلا اٹھے۔

”بہت دیر بعد خیال آیا انکل.... اب کیا فائدہ پوچھنے کا۔“

آصف نے منہ بنایا۔

”کیوں.... کیوں.... فائدہ کیوں نہیں۔“ خان رحمان نے

جھلا کر کہا۔

”اچھا چلئے.... بتائیے.... کیا فائدہ ہے۔“

”قف.... فائدہ.... کیا ہے.... ارے باپ رے.... یہ

کیا۔“ وہ دھک سے رہ گئے۔

”کک.... کیا ہوا خان رحمان۔“ پروفیسر داؤد بھولا اٹھے۔

”مم.... مجھے.... پروفیسر صاحب.... مجھے کوئی فائدہ نہیں

سوچھ رہا۔“ انہوں نے بھولائی ہوئی آواز میں کہا۔

”دھت تیرے کی۔“ پروفیسر داؤد نے جھلا کر کہا.... لیکن

اپنے ہاتھ نہ ہلا سکے.... گویا وہ بھی حرکت کرنے کے قابل نہیں تھے۔

”لیکن انکل.... آخر آپ ہمارے ساتھ کیسے ہیں.... کیوں

ہیں.... مم کے دوران تو آپ ساتھ تھے نہیں۔“

”پپ پتا نہیں.... میں تو خان رحمان کے گھر تھا.... دونوں

چائے پینے کے دوران خوش گوار انداز میں باتیں کر رہے تھے اور ہماری

باتیں تم لوگوں کے بارے میں ہی تھیں.... یہ کہ اس بار بہت دن

ہو گئے.... کوئی چکر شروع نہیں ہوا.... کہ اچانک میں نے بہت گہری

غیند محسوس کی.... اور شاید خان رحمان نے بھی محسوس کی.... اس کے

بعد ہمیں کوئی ہوش نہیں رہا۔“

”بالکل پروفیسر صاحب.... آپ فکر نہ کریں....‘ واپسی پر
میں ظہور کی خوب خبر کر لوں گا۔“
”کک.... کیوں.... کیوں.... اس بے چارے کا کیا
قصہ۔“

”چائے میں اس نے کچھ ملایا ہو گا۔“
”یہ غلط ہے.... جھوٹ ہے.... سراسر الحرام ہے مجھ پر۔“
ایسے میں ظہور کی آواز بھی سنائی دی۔
”ارے یہ کیا.... ظہور بھائی.... آپ بھی یہاں ہیں۔“
”نن.... نہیں.... تو.... میں کیوں ہوتا یہاں.... میری تو
بس روح شلتے شلتے یہاں آگئی ہے۔“ ظہور نے جھلا کر کہا۔
اس کی بات پر سب کو ہنسی آگئی۔
”حیرت ہے.... کمال ہے.... آخر یہاں ظہور کا کیا کام....
یہ لوگ ہمارے ساتھ اسے کیوں لائے۔“
”تاکہ ہمیں کھانا وقت پر مل سکے۔“ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔
”لیکن جلا ہوا۔“ خان رحمان نے بھنا کر کہا.... پھر وہ پکار
اٹھے۔

”اب میں یہاں نہیں رہ سکتا.... ہمارے دشمنو.... یہ کیسی
دشمنی ہے.... آخر اس شخص کو یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی....
میں تو پہلے ہی اس کے جلے ہوئے کھانے کھا کھا کر تنگ آچکا ہوں....

اپنے معدے کا بیڑا غرق کر چکا ہوں.... اور تم اسے بھی یہاں چھوڑ گئے۔“

”اوہو.... خان رحمان.... کوئی بات نہیں.... ہم ظہور کو سمجھالیں گے۔“

”کک.... کیا سمجھالیں گے۔“

”یہ کہ وہ کم از کم اس جگہ کھانا نہ جلائے۔“

”اس کی صرف ایک شرط ہے....“ ظہور کی آواز میں جھلاہٹ تھی۔

”اور وہ کیا؟“

”مجھ سے یہاں استری نہ کروائی جائے۔“

”دماغ تو نہیں چل گیا....“ خان رحمان نے چلا کر کہا۔

”کیوں.... کیوں خان صاحب.... اس میں دماغ چلنے کی

کون سی بات ہے۔“

”ارے تو یہاں ہم بغیر استری کے کپڑے پہنیں گے....

ہرگز نہیں۔“

”مان جائیے خان صاحب.... اسی میں فائدہ ہے۔“

”کیا فائدہ ہے اسی میں۔“

”پہلی بات تو یہ ہے کہ یہاں آپ کے پاس کپڑے ہی یہی

ہیں جو آپ کے جسموں پر ہیں۔“

”ارے باپ رے.... اور دوسری بات؟“ وہ جلدی سے

بولے۔

”اگر کسی طرح آپ ان کو دھو کر استری کرانے کا انتظام کر

بھی لیں تو ان سے ویسے ہاتھ دھولیں گے۔“

”آخر کیسے.... اور ہم کپڑوں سے ہاتھ کیوں دھونے لگے...“

کیا یہاں پانی نہیں ہے۔“ خان رحمان نے گھبرا کر کہا۔

”مجھے معلوم نہیں! یہاں پانی ہے یا نہیں.... میں تو اپنی

عادت کی بات کر رہا ہوں.... آخر کپڑے جلانے کی میری عادت یہاں

آ کر ختم تو نہیں ہو گئی۔“

”اوہ ارے باپ رے.... یار بھائی ظہور.... تم نے بہت کام

کی بات بتائی.... کم از کم اس وادی میں ہم تم سے کپڑے استری نہیں

کروائیں گے۔“

”یا اللہ تیرا شکر ہے۔“ ظہور نے خوش ہو کر کہا۔

”کس بات پر اللہ کا شکر ادا کیا۔“ فاروق نے پوچھا۔

”اس بات پر کہ یہاں کپڑے استری نہیں کرنے پڑیں

گے۔“

”کوئی بات نہیں.... کھانے تو پکانے پڑیں گے نا۔“

”وہ میں پکالوں گا۔“

”لیکن کیسے.... کیا یہاں کھانے پینے اور پکانے کی چیزیں

ہیں۔“

”یہ تو گنوم پھر کر دیکھنے سے پتا چلے گا.... ارے محمود نے کہ

کہا تھا وادی.... بھائی یہ وادی نہیں ہے۔“

”تب.... تب پھر۔“ محمود گھبرا گیا۔

”گھبرا کیوں رہے ہو.... تمہیں کیا فرق پڑ جائے گا.... اگر یہ

وادی نہ ہوئی۔“

”میری خوشی دھری کی دھری رہ جائے گی۔“

”اس خوشی میں بس یہی بات بری ہے.... جب دیکھو دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔“ محمود نے جل کر کہا۔

”حد ہو گئی.... توبہ ہے تم سے۔“ انسپکٹر کامران مرزا جھلا کر

بولے۔

”کک.... کیوں.... کیوں انکل.... کیا غلط ہو گیا ہم

سے۔“

”تمہاری باتیں ہیں یا شیطان کی آنتیں۔“

”ارے باپ رے....“ پروفیسر داؤد بنو کھلا اٹھے۔

”آپ.... آپ کو کیا ہوا۔“ انسپکٹر جمشید گھبرا گئے۔

”آنتوں پر یاد آ گیا۔“ اس بار انہوں نے کھوئے کھوئے انداز

میں کہا۔

”کیا یاد آ گیا۔“ کئی ایک ساتھ بولے۔

”یہ کہ میری آنتیں قل ہو اللہ پڑھ رہی ہیں۔“

”اوہ.... اوہ.... واقعی.... اس کا مطلب ہے.... ہمیں بے

ہوش ہوئے بہت دیر ہو گئی.... بھلا ہم کتنے بجے چائے پی رہے تھے۔“

خان رحمان چلائے۔

”شام کے پانچ بجے.... جس وقت جمشید کے گھر میں چائے

پی جاتی ہے۔“ پروفیسر بولے۔

”اور اس وقت.... یہ تو سورج نکلتا محسوس ہو رہا ہے.... گویا

ہم نے رات کا کھانا نہیں کھایا.... اور کھاتے بھی کیسے.... تجھے جو بے

ہوش.... چلو ظہور اٹھو.... کھانا تیار کرو۔“

”پہلے تو اٹھا نہیں جا رہا.... دوسرے کھانے کی چیزیں کہاں

سے لاؤں.... تیسرے آگ کیسے جلاؤں۔“

”صبر کرنا پڑے گا انکل.... جب تک ہاتھ پیر کام کرنے کے

قابل نہیں ہو جاتے اس وقت تک صبر کرنا پڑے گا۔“

”اوہ اچھا.... خیر.... اللہ مالک۔“

آخر تین گھنٹے بعد وہ ہاتھ پیر ہلانے کے قابل ہو ہی گئے....

اب انہوں نے اٹھ کر چاروں طرف کا جائزہ لیا.... وہ واقعی ایک قلعہ

تھا.... ان کے چاروں طرف بہت اونچی دیواریں تھیں.... درمیان

میں قلعے کی لمبی چوڑی عمارت تھی اور عمارت کے چاروں طرف سبزہ

ہی سبزہ تھا۔“

”گویا ہمیں اس عمارت کی طرف جانا پڑے گا۔“

”اوہ ہاں.... آؤ چلیں۔“

وہ عمارت کی طرف چل پڑے.... ابھی وہ بہت کمزوری محسوس کر رہے تھے، درست انداز میں قدم نہیں اٹھ رہے تھے.... لیکن پھر بھی اٹھا رہے تھے.... جیسے پیسے کر کے آخر کار وہ عمارت تک پہنچ گئے.... اس کے دروازے کھلے تھے.... اندر انہیں ایک طویل برآمدہ نظر آیا۔ اس کے دونوں طرف کمرے تھے.... وہ آگے بڑھے.... پہلے کمرے میں داخل ہوئے تو ان کی خوشی کی حد نہ رہی... کمرے میں کھانے پکانے کی چیزیں موجود تھیں.... لیکن اس سامان پر ایک بڑا سا پرچہ ایک چاقو میں اڑسا ہوا موجود تھا.... انہوں نے اس پرچے کو اٹھا لیا اور کھولا، اس پر یہ الفاظ لکھے نظر آئے :

”اس قلعے میں کھانے پینے کی کوئی چیز موجود

نہیں ہے، کوئی درخت ایسا نہیں ہے.... جس کے

پھل کھا کر پیٹ بھرے جا سکیں.... جو پودے

لگائے گئے ہیں ان پر پتے کھڑے ہیں.... گویا آپ

لوگوں کے لیے بس یہی خوراک ہے.... اب دیکھ

لیں.... یہ خوراک کتنے دن یا کتنے مہینے چل سکتی

ہے.... ادھر خوراک ختم ہوگی.... ادھر آپ

لوگوں کی طرف موت بڑھنے لگے گی.... مطلب

یہ کہ اس خوراک کو آپ لوگ سوچ سمجھ کر خرچ کریں ہماری طرف سے آپ کو اور خوراک نہیں ملے گی....

پانی بھی یہی ہے.... یہ جو سبزہ آپ لوگ دیکھ آئے ہیں.... وہ خود رو ہے.... بارشوں سے اگ آتا ہے.... ورنہ یہاں پانی کا کوئی انتظام نہیں ہے.... اور یہ ہے کالا قلعہ۔“

☆....☆....☆

لوہا گرم ہے

تحریر پڑھ کر وہ سب سکتے کی حالت میں آگئے.... یہ لگے
ایک دوسرے کی طرف دیکھنے....

”کیا ہم میں کوئی ماہر خوراک ہے۔“ انسپکٹر جمشید بولے۔

ان کی بات پر سب ہنس پڑے اور سکتے کی حالت ختم ہو گئی۔

”خدا کا شکر ہے.... آپ لوگ ہنسے تو.... یہ بات جان لینی

چاہیے کہ ہم کھانے کے لیے نہیں پیدا ہوئے.... کھانا تو ہم زندہ

رہنے کے لیے کھاتے ہیں اور اگر ہماری زندگی ختم ہونے والی ہے....

تو یہاں خوراک کا بہت بڑا ذخیرہ ہوتا تو وہ بھی ہمارے کس کام آتا....

لہذا جب مشکل سے اور احتیاط سے ہم اس کھانے کو استعمال کریں

گے.... کم سے کم کھائیں گے.... ہمیں نہیں معلوم.... یہ قلعہ کہاں

ہے.... ہم اس سے باہر نکل سکتے ہیں یا نہیں بہر حال ظہور کھانا پکائے

گا.... ہم اس کی مدد کریں گے.... تاکہ جسموں میں جان آجائے....

اور جب جسموں میں جان آجائے گی.... تب ہم اس پورے قلعے کی

سیر کریں گے.... باہر نکلنے کے امکانات کا جائزہ لیں گے.... ویسے

دیواریں بہت زیادہ اونچی ہیں اور اگر یہاں سے کوئی ایسا سامان نہ مل سکا.... تو باہر نکلنا ممکن ہو گا۔“

”آپ.... آپ تو ہمیں ڈرائے دے رہے ہیں۔“

”ڈرنے سے کیا بھلا ہو جائے گا۔“ وہ مسکرائے۔

”ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے.... خیر.... پہلے کھانا۔“

اس طرح کھانا تیار کیا گیا.... کھانے کے بعد انہوں نے کچھ

دیر آرام کیا.... یہ ان کا دوپہر کا کھانا تھا.... اب انہوں نے اس پوری

عمارت کا جائزہ لیا.... کمرے خالی پڑے تھے.... ان میں کوئی چیز نہیں

تھی.... گویا وہ ان کے سونے کے کام آسکتے تھے اور بس.... اب وہ

دیواروں کی طرف آئے.... نزدیک پہنچ کر انہوں نے اونچائی کا جائزہ

لیا.... اور چکر اگئے۔

”اف! یہ تو بہت زیادہ اونچائی ہے.... گویا انسانی سیر ہی تو

اس کی چوتھائی اونچائی تک نہیں جاسکے گی۔“

”کاش!“ خان رحمان کے منہ سے نکلا۔

”میں سمجھ گیا انکل.... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔“ شوکی ہنسا۔

”کیا؟“ وہ بولے۔

”یہ کہ.... کاش اس وقت انکل منور علی خان ہمارے ساتھ

ہوتے۔“

”کوئی فرق نہیں پڑتا.... اگر وہ ساتھ ہوتے۔“ انسپکٹر

کامران مرزا نے انکار میں سر ہلایا۔

”کیوں.... انکل.... فرق کیوں نہ پڑتا۔“

”وہ ان کے شکاری تھیلے سمیت تو یہاں نہیں چھوڑ سکتے

تھے.... دیکھ نہیں رہے.... ہماری جیبیں بالکل خالی ہیں.... گویا

ہمارے ساتھ ہماری کوئی چیز نہیں رہنے دی گئی۔“

”ہوں.... واقعی.... یہ تو ہے.... پھر.... اب کیا ہو گا۔“

”سوچیں گے بھئی.... ابھی ہم نے قلعے کے چاروں طرف

چکر نہیں لگایا.... ان پودوں کو نہیں دیکھا.... ہو سکتا ہے.... ہم ان

پودوں سے کوئی رسی بنانے میں کامیاب ہو جائیں۔“

”امید تو نہیں ہے۔“ آصف نے منہ بنایا۔

”امید ہونی چاہیے.... امید پر دنیا قائم ہے....“ خان رحمان

بولے۔

”لیکن انکل.... یہاں ہم بے چاری امید کو کہاں سے

لائیں۔“ فاروق نے منہ بنایا۔

”کیس نہ کہیں سے ڈھونڈ کر لے آؤ۔“

”کک.... کیا.... کیا چیز ڈھونڈ کر لائیں؟“ پروفیسر داؤد

بے خیالی کے عالم میں بولے۔

”جی.... امید۔“ فاروق بول اٹھا۔

”اوہ.... امید.... اچھا اچھا میں سمجھ گیا۔“ انہوں نے کہا۔

”جی.... کیا سمجھ گئے آپ۔“

”پتا نہیں.... کیا سمجھ گیا میں.... اگر یہ بات سمجھ میں آجاتی

تو کام نہ بن جاتا یہاں۔“ انہوں نے آنکھیں نکالیں۔

”آپ.... آپ ٹھیک کہتے ہیں۔“ فاروق نے گھبرا کر کہا۔

”شاید ہم اب اوٹ پٹانگ باتیں کرنے پر اتر آئے ہیں....

جب کہ یہ اچھی بات نہیں ہے۔“

”حد ہو گئی.... اب یہاں رہ کر اور ہم کیا کریں.... آخر وقت

بھی تو گزارنا ہے۔“

”اچھا اب ہم ذرا قلعے کی دیوار کے ساتھ ساتھ چکر لگائیں

گے اور ان درختوں اور پودوں کا جائزہ لیں گے۔“ انسپکٹر جمشید بول

اٹھے۔

”اوکے۔“ سب نے کہا۔

وہ چکر کاٹنے لگے.... درختوں کی شاخوں.... پودوں کی

شبنیوں وغیرہ کو توڑ کر کھینچ کر دیکھتے آگے بڑھتے رہے.... ادھر

پروفیسر زمین کا جائزہ لے رہے تھے۔ اچانک ان کے منہ سے نکلا۔

”وہ مارا۔“

”واہ.... اس قدر جلد کچھ مار لیا.... کمال ہے۔“ انسپکٹر جمشید

ہنسے۔

”ہاں! میں نے غلط نہیں کہا.... آؤ.... یہ دیکھو.... اس مٹی

کو۔“

”حد ہو گئی.... دکھا بھی رہے ہیں تو کیا چیز.... مٹی۔“ خان
رحمان نے براہِ سامنہ بنایا۔

”ارے تو کیا مٹی اتنی گزری شے ہے.... عقل مند....
مٹی سے تو ہر چیز بنتی ہے... یہاں تک کہ ہم بھی مٹی سے بنے ہیں۔“
”اب میری بات کو مٹی میں تو نہ ملاؤ۔“

”کیا مٹی مٹی لگا رکھی ہے.... پہلے اس مٹی کو تو دیکھ لیں....
جس مٹی کی بات پر دفیسر صاحب کر رہے ہیں۔“ انسپکٹر کامران مرزا
نے جھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

”اور خود آپ نے جیلے میں کتنی بار مٹی کا لفظ بولا ہے۔“
آفتاب نے ہنس کر کہا۔

”حد ہو گئی.... پہلے پر دفیسر صاحب۔“ انسپکٹر جمشید نے کہا
اور ان کی طرف لپکے۔

”یہ حد کچھ زیادہ ہی سر نہیں چڑھتی جارہی۔“ فرحت نے
منہ بنایا۔

”کک.... کون سی حد۔“ آصف بولا۔

”اوہو.... یہی جملوں میں بولی جانے والی حد....“ فرحت
نے وضاحت کی۔

”اس کی تو ایسی کی تھی۔“ آصف بولا۔

”ناممکن.... حد کی ایسی کی تیسری ہو ہی نہیں سکتی۔“ اخلاق

بول پڑا۔

”خبردار.... خاموش۔ دنیا میں کچھ بھی ناممکن نہیں۔“ محمود

کی بلند آواز سنائی دی۔

”توبہ ہے تم سب سے.... پہلے مٹی کے پیچھے پڑے.... اب

حد کے پیچھے پڑ گئے.... حد ہے۔“ انسپکٹر کامران مرزا نے جل کر کہا۔

اس وقت تک وہ پروفیسر داؤد کے نزدیک پہنچ چکے تھے....

وہ اکڑوں زمین پر بیٹھے تھے.... اور قلعے کی دیوار کی جڑ میں بیٹھے تھے۔

”جشید.... اس کو دیکھو.... یہ بھر بھری ہے.... بہت نرم

ہے۔“

”اوہ۔“ ان کے منہ سے نکلا۔

”کیوں! اس سے کیا ہوتا ہے۔“ اخلاق نے حیران ہو کر

پوچھا۔

”اس سے تمہارا سر ہوتا ہے۔“ شوکی نے اسے گھورا۔

”اوہ اچھا۔“ اخلاق نے فوراً سر ہلایا اور پھر اپنا ہاتھ سر کی

طرف لے گیا۔

”یہ تو واقعی ہے۔“

”میں نے یہ نہیں کہا.... یہ کہا ہے کہ ہوتا ہے۔“ شوکی نے

آنکھیں نکالیں۔

”تب پھر.... اس سے کیا ہوتا ہے۔“ اخلاق فوراً بولا۔
 سب کو ہنسی آگئی.... پروفیسر داؤد بھی ہنسنے لگا۔
 ”اخلاق تو ان سب کا کان کاٹنا نظر آتا ہے۔“ انسپکٹر کامران
 مرزا مسکرائے۔

”یہ الزام ہے انکل....“ اخلاق نے فوراً کہا۔
 ”اور جمشید.... کیا ہم اس جگہ گڑھا نہیں کھود سکتے.... یہاں
 تک کہ ہم قلعے کی دیوار کی بنیاد تک۔“
 ”لیکن نہ جانے بنیاد کس قدر گہری ہوں گی....“ انسپکٹر جمشید
 نے کہا۔

”ہاں! یہ ہمیں معلوم نہیں.... لیکن جمشید.... آخر ہمیں
 اس قلعے میں بے کار تو نہیں بیٹھنا.... جب تک خوراک ہے.... ہمیں
 ہاتھ پیر تو ہلانے ہوں گے.... یہاں سے نکلنے کی کوشش تو کرنا ہو
 گی۔“

”بالکل.... کیوں نہیں.... اس سے انکار نہیں.... لیکن اس
 سے پہلے ہم پورے قلعے کو دیکھیں گے.... اگر باہر نکلنے کا اس سے کوئی
 آسان راستہ مل گیا تو ہم اس راستے سے نکلنے کی کوشش کریں گے۔“
 انہوں نے کہا۔

”اس بات سے مجھے انکار نہیں۔“ وہ مسکرائے۔
 ”اور پھر سوال کھدائی کا ہے.... ہم کس چیز سے کھدائی

کریں گے۔“

”درختوں کی شاخوں سے میں نے ایک درخت کی

شاخیں کافی سخت دیکھی ہیں۔“

”واہ.... آج ہم شاخوں کی سختی سے بھی کام لیں گے۔“

”قدرت کی بنائی ہوئی کوئی چیز بھی بے فائدہ نہیں۔“ وہ

مسکرائے۔

پھر وہ اس طرح آگے بڑھتے رہے.... دیوار کو ٹھونک جاکر

دیکھتے رہے۔ درختوں اور پودوں کا جائزہ لیتے رہے.... قلعہ کافی طویل

تھا.... وہ چلتے چلتے تھک گئے۔ تاہم وہ درمیان والی عمارت سے یکساں

فاصلے پر ہی رہے.... گویا وہ عمارت قلعے کی چار دیواری کے عین

درمیان میں تھی....

”اس کا مطلب ہے.... ہمیں کھدائی کرنا ہوگی....“

”کاش ہمارے پاس یہاں ایک دو کدالیں ہوتیں۔“ پروفیسر

’..... کیا کہا.... کدالیں.... وہ.... وہ تو یہاں ہیں۔“

”سچ ہیں....“ پروفیسر حیرت زدہ رہ گئے۔

”یہی ہیں۔“ اس نے کھوئے کھوئے انداز

”غلط.... بالکل غلط.... کیا ہم نے پورے قلعے کا جائزہ نہیں لیا.... اگر تمہیں کدالیں نظر آئیں تو ہمیں کیوں نظر نہ آئیں۔“

”نظر کی بات ہے.... نظر اپنی اپنی....“ فرزانہ مسکرائی۔

”لیکن فرزانہ.... کدالیں مجھے بھی نظر نہیں آئیں۔“ انسپکٹر جمشید بوکھلا اٹھے۔

”گویا آپ سے بھی چوک ہو گئی۔“ فرزانہ ہنسی۔

”کیا فرزانہ مجھ سے بھی ہو گئی۔“ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

”حد ہو گئی.... مارے گئے ہم سب تو.... یہ تو بن گئی ہیرو.... ایک ذرا سی بات ہے۔“

”تب پھر اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم سب سے پہلے یہ دیکھیں گے کہ کدالیں کہاں ہیں۔“

”اوہ.... یہ ٹھیک رہے گا.... اس طرح اس کے ہیرو بننے کا چانس ختم ہو جائے گا۔“ آصف نے خوش ہو کر کہا۔

”لیکن کدالوں کی بات تو میں نے ہی کی ہے نا۔“ فرزانہ نے منہ ہٹایا۔

”ہاں بھئی.... اس معاملے میں تو بہر حال اس نے ہمیں پیچھے چھوڑ دیا ہے۔“ انسپکٹر کامران مرزا نے ہنس کر کہا۔

”چلے پھر.... پہلے کدالیں تلاش کریں۔“

”کیا اس میں وقت ضائع نہیں ہو گا.... ہم فرزانہ کو ہی ہیر و مان لیتے ہیں.... اس طرح کدالیں فوراً ہمیں مل جائیں گی.... پھر کسی اور معاملے میں یہ لوگ فرزانہ کو نچا دیکھانے کی کوشش جاری رکھ سکتے ہیں۔“ پروفیسر داؤد نے جلدی جلدی کہا۔

”بہت خوب! یہ تجویز معقول ہے۔“ انسپکٹر جمشید نے خوش

ہو کر کہا۔

”بلکہ کچھ زیادہ ہی معقول ہے۔“ پروفیسر داؤد نے فوراً کہا۔

”آئیے پھر میں اٹھائے دیتی ہوں کدالیں۔“

وہ انہیں عمارت میں لے آئی.... اس سے پہلے وہ عمارت کا چکر لگا چکی تھی.... لیکن اس وقت نرم مٹی والی بات سامنے نہیں آئی تھی.... لہذا کسی کے ذہن میں کدال والی بات بھی نہیں تھی.... اب جب فرزانہ انہیں ایک کمرے میں لائی تو وہ سب بری طرح اچھلے.... کدالیں اب سب کو نظر آگئیں.... دراصل وہ کدالیں نہیں تھیں.... ہاں ان سے یہ کام لیا جاسکتا تھا.... کمرے کے دروازے لوہے کے تھے.... اور ان پر ہینڈل لگائے گئے تھے.... جو کافی بڑے تھے لیکن ہینڈل بنانے والوں نے کبھی یہ خواب میں بھی نہ سوچا ہو گا کہ ان ہینڈلوں سے کچھ لوگ یہاں پہنچوں کا کام لے لیں گے۔

”یہ ہیں وہ پہلے اور ایسے پہلے ہر دروازے پر ہیں۔“

”ہیں تو یہ پہلے ہی.... لیکن فرزانہ ان کو دروازوں سے الگ

کیسے کیا جائے۔“ خان رحمان نے پریشان ہو کر کہا۔
 ”زور لگا کر۔“ وہ بولی۔

”یہ ویلڈ کیسے گئے ہیں.... اور ان کو ہاتھوں کی مدد سے توڑنا
 آسان کام نہیں۔“

”محمودیار.... ذرا اپنے جوتے کی ایڑی سرکاتا۔“ انسپکٹر جمشید

بولے۔

”ایک فیصد بھی امید نہیں ہے کہ اس میں چاقو موجود ہو
 گا.... ان لوگوں نے نکال لیا ہو گا.... اس لیے کہ وہ ہم سے اچھی طرح
 واقف ہیں۔“

”ارے بھائی.... سر کاؤ تو سہی۔ کیا خبر ان سے یہ بھول ہو
 گئی ہو۔“

”اس صورت میں تو ہمیں گڑھا کھودے کی بھی ضرورت
 نہیں.... اس چاقو سے دیوار میں سوراخ بھی کیا جاسکتا ہے۔“
 ”بالکل کیا جاسکتا ہے۔“

محمود جھکا اور اس نے بسم اللہ پڑھ کر ایڑی سرکادی.... ایڑی
 کے خلا میں چاقو تو نظر نہیں آیا.... البتہ وہاں ایک کاغذ مڑا ہوا ٹھونسنا
 ہوا تھا۔

”یہ.... یہ کاغذ کیسا۔“ رفعت کے منہ سے نکلا۔
 ”اچھا ہے.... لیکن ذرا مڑا ہوا ہے۔“ شوکی مسکرائے۔

رفعت نے اسے تیز نظروں سے گھورا.... ادھر محمود نے
کاغذ نکال کر سیدھا کیا.... اس پر لکھا تھا:

”نانا.... چاقو نئے صدر کے باورچی

خانے میں کام آ رہا ہے۔“

ان کے منہ بن گئے.... محمود کا کچھ زیادہ ہی بن گیا.... اس

نے جھلا کر کہا۔

”کم بخت کیا کام لے رہے ہیں اس چاقو سے.... سبزی

گوشت کاٹنے کا کام۔“

”بہت تیز.... کٹ رہی ہوں گی یہ چیزیں۔“ فاروق

مسکرایا۔

”اب.... اب کیا کریں۔“

”طاقت....“ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا اور ایک ہینڈل کو

پکڑ کر کھینچنے لگے.... انہوں نے اس پر اپنا پورا زور صرف کر ڈالا....

لیکن ہینڈل نہ اکھڑا۔

”اس قلعے میں کسی کو کوئی پتھر تو نظر نہیں آیا۔“

”پتھر۔“ کئی آوازیں ابھریں۔

”ہاں.... پتھر....“

”شاید نہیں.... اور اور اس کی بھی ایک وجہ ہے۔“ فاروق

مسکرایا۔

”یہ وجہ کہاں سے نکل آئی۔“

”وجہ کا کیا ہے.... یہ تو کہیں سے بھی نکل آتی ہے.... اب بات رہی پتھروں کی.... وہ ہمارے عقلوں پر پڑے ہیں.... اٹھالیں ان پتھروں کو اپنی اپنی عقلوں پر سے۔“ فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

”واہ.... نثر میں شاعری کرنے لگے یہ حضرت تو۔“ فرحت نے تعریف کی۔

”شکریہ شکریہ۔“ فاروق نے شاعروں کے انداز میں جھک کر سلام کیا۔

”اللہ کے سوا کسی کے آگے نہیں جھکنا چاہیے.... یہاں تک کہ مذاق میں بھی نہیں۔“ انسپکٹر جمشید سرد آواز میں بولے۔

”اوہ.... غغ.... غلطی ہو گئی.... معاف کر دیجئے۔“

”اب معاملہ شرک کا ہے.... اللہ سے معافی مانگو۔“

”یا اللہ.... آپ بہت معاف کرنے والے ہیں.... معاف کرنے کو بہت پسند کرتے ہیں۔ مجھے بھی معاف فرمادیں۔“

”واہ۔“ انسپکٹر جمشید بول اٹھے۔

”آپ نے واہ کس بات پر کی۔“

”فاروق نے بہت اچھے انداز میں معافی مانگی۔“

”کمال ہے.... جھڑک بھی کمال.... اور تعریف بھی سن

لو۔“ آفتاب نے حسرت زدہ انداز میں کہا۔

”تب پھر.... اب تم کوئی ایسی ویسی حرکت کرو.... اور جھڑک کھا لو.... شاید اس طرح تم بھی یہ تعریف سن سکو گے۔“
 فاروق نے طنزیہ انداز میں کہا۔

”میرا خیال ہے.... اب آپ بھی میرے ساتھ زور لگائیں۔“ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔
 ”اچھی بات ہے۔“

اب ان دونوں نے پینڈل پر ہاتھ جمائے اور لگے زور لگانے۔
 ”نہیں جمشید.... تم غلطی کر رہے ہو۔“ ایسے میں پروفیسر داؤد دیول اٹھے۔

”غلط.... اور ہم.... جی وہ کیا۔“
 ”تم بالکل سیدھ میں اسے کھینچ رہے ہو.... میں کہتا ہوں....
 دائیں بائیں زور لگا کر دیکھیں ویلڈنگ اگر اکھڑے گی تو دائیں بائیں
 اکھڑے گی۔“

”اوہ ہاں! یہ ٹھیک ہے.... آج ہر شخص ہم سے زیادہ عقل مند ثابت ہو رہا ہے....“ انسپکٹر جمشید نے خوش ہو کر کہا۔
 ”نہیں جمشید.... یہ بات نہیں.... یہ تو بس یونہی ذہن میں
 ایک بات آگئی تھی۔“

”اچھی بات ہے۔“
 اب وہ دائیں بائیں زور لگانے لگے.... لیکن پینڈل ٹس سے

مس نہ ہوا....

”میرا خیال ہے.... ہمیں اس پر بھی غور کرنا چاہیے۔“

”غور۔“ ان سب کے منہ سے نکلا۔

”ہاں غور.... کیوں.... کیا غور کوئی بدی چیز ہے۔“ فاروق

نے منہ بتایا۔

”نہیں.... بہت اچھی چیز ہے۔“ انسپکٹر جمشید فوراً کہا۔

”تو پھر کریں غور۔“

وہ لگے غور کرنے.... آخر فرحت نے چونک کر کہا۔

”ایک بات ذہن میں آتی ہے.... شاید یہ کام ہو جائے۔“

”کوہ.... ہم سننے کے لیے تیار ہیں.... اگرچہ پتا ہے.... بہت

بھونڈی بات ہوگی۔“ آفتاب نے شوخ انداز میں کہا۔

فرحت نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا.... پھر

تک کر بولی۔

”ضرورت اس جگہ پر چوٹ مارنے کی ہے.... ہم ہاتھوں

سے کھینچ رہے ہیں.... چوٹ مار نہیں سکتے....“ یہاں تک کہ کردہ

خاموش ہو گئی۔

”لیجئے.... یہ اس نے ترکیب بتائی ہے.... بھلا کیا فائدہ اس

ترکیب کا۔“ فاروق نے طنز یہ کہا۔

وہ سب مسکرا دیے.... فرحت نے پھر اسے گھورا.... پھر

مسکرا کر بولی۔

”اسی لیے میں بتاتے بتاتے رک گئی تھی کہ تم ایک بار طنز کر

لو۔“

”اگر یہ بات ہے تو میں دس بیس طنز کرنے کو تیار ہوں۔“

”بیس بس.... اتنے طنزوں کی ضرورت نہیں۔“ وہ گھبرا گئی۔

”فرحت تم کہنا چاہتی ہو.... اس پورے قلعے میں کوئی پتھر

وغیرہ نہیں ہے نہ کوئی اور چیز.... جس سے چوٹ مار سکیں.... ویسے یہ

بالکل درست کہی تم نے.... کہ چوٹ مارنے کی ضرورت ہے۔“

”اور وہ کیا۔“ سب ایک ساتھ بولے۔

”فاروق کی آواز سنائی نہیں دی۔“ فرحت مسکرائی۔

”کیا مطلب....“ فاروق نے جھلا کر کہا۔

”تم نے نہیں پوچھا.... اور وہ کیا۔“

”چلو اب پوچھ لیتا ہوں.... اور وہ کیا۔“ اس نے بھنا کر کہا۔

سب لوگ ہنس پڑے.... پھر فرحت نے کہا۔

”ہم سخت شاخوں والے درخت کی ایک موٹی شاخ توڑ سکتے

ہیں.... اس شاخ کا وزن زیادہ ہو گا.... وزنی شاخ کو جب ہم بار بار اس

ہینڈل پر ماریں گے تو اس بات کا امکان ہے کہ یہ ٹوٹ جائے۔“

”ترکیب بری نہیں.... لیکن نہ جانے یہ کارگر رہے گی یا

نہیں۔“ پروفیسر داؤد حسرت زدہ انداز میں بولے۔

”تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے۔“ خان رحمان نے کہا۔

”یہ ٹھیک ہے.... آؤ۔“

سب اس درخت کے پاس آئے.... اب موٹی شاخ توڑنے کا مسئلہ ان کے سامنے تھا....

”ہم سب اس شاخ کو پکڑ کر جھول جاتے ہیں.... یہ ہمارے وزن سے ٹوٹ سکتی ہے.... نہ ٹوٹی تو ہم اس سے تپلی پر کوشش کریں گے۔“ انسپکٹر جمشید نے ایک شاخ کی طرف اشارہ کیا۔

وہ سب اچھل کر اس سے لٹک گئے اور لگے اوپر نیچے ہونے.... اس طرح شاخ زور زور سے ہلنے لگی.... آخر ٹوٹ گئی۔

”وہ مارا.... یہ پہلی کامیابی ہے....“ شوکی چلا اٹھا۔

”اللہ کا شکر ہے....“ محمود نے فوراً کہا۔

وہ اس شاخ کو اٹھا کر دروازے پر لائے.... اب انسپکٹر جمشید نے شاخ کو پتلے سرے سے پکڑا اور موٹا سرا اس ہینڈل پر زور سے مارا.... ہینڈل ٹس سے مس نہ ہوا.... وہ بار بار مارتے رہے.... یہاں تک کہ تھک گئے.... اب انسپکٹر کامران مرزا نے یہ کام شروع کیا.... آخر وہ بھی تھک گئے۔

اس کے بعد خان رحمان کی باری آئی.... ایسے میں پروفیسر داؤد کی آواز ابھری۔

”سنو بھمنی... ہم نے ایک ضرب الشل پڑھ رکھی ہے....“

لوہا گرم ہے....“
 ”جی.... کیا مطلب.... لوہا گرم ہے۔“
 ان سب کے منہ سے نکلا۔

☆....☆....☆

کیسی بھول

”لوہا گرم ہے.... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔“

”یہ ایسے موقعوں پر بولا جاتا ہے.... جب کام آسان نظر آئے.... مطلب یہ کہ لوہار کوئی چیز بناتے ہیں تو پہلے اس کو خوب گرم کرتے ہیں.... یہاں تک کہ وہ سرخ ہو جاتا ہے.... اس حالت میں اس کو موڑنا یا کاٹنا آسان ہو جاتا ہے.... لہذا پہلے ہمیں لوہے کو گرم کرنا ہو گا۔“

”آپ کا مطلب ہے.... ہم آگ سے اس ہینڈل کو پہلے خوب پٹائیں۔“

”ہاں! ہم اس حد تک تو اس کو گرم نہیں کر سکتے.... اس لیے کہ اس کے نیچے آگ جلا سکتے ہیں.... اس کو آگ میں ڈال کر سرخ نہیں کر سکتے.... لیکن بہر حال یہ کسی حد تک ضرور نرم ہو جائے گا.... اس وقت ہم اس پر یہ شاخ مار سکتے ہیں۔“

”بہت خوب! بات حد درجے معقول ہے۔“ انسپکٹر جمشید

مسکرائے۔

”اب کھانے پینے کی چیزوں والے کمرے سے تیل والا چولہا لایا گیا.... ان کے دشمنوں نے یہاں گیس کا چولہا نہیں رکھا تھا.... چولہا جلایا گیا.... اور اسے اس ہینڈل کے عین نیچے رکھا گیا.... آہستہ آہستہ وہ لوہا گرم ہونے لگا....

”کک.... کیا ہم کھانے پکانے کا سارا تیل یہیں خرچ کر دیں گے۔“ پروفیسر داؤد نے گھبرا کر کہا۔

انہیں ہنسی آگئی.... اس لیے کہ انہیں اپنی بھوک کا خیال آگیا تھا۔

”آپ نے خود ہی تو ترکیب بتائی ہے۔“ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

”ہاں! اب یہاں سے نکلنا بھی تو ضروری ہے.... ورنہ یہ خوراک کتنے دن چلے گی۔“

”لہذا صبر کریں۔“ خان رحمان مسکرائے۔

”اچھی بات ہے.... وہ تو اب کرنا ہی ہو گا۔“

اور پھر انہوں نے لوہے سے بھاپ اٹھتے دیکھی.... پروفیسر داؤد بولے۔

”میرا خیال ہے.... اب یہ کافی گرم ہو گیا ہے۔“

چو لمے کو ہٹایا گیا اور شاخ پورے زور سے اس پر ماری گئی۔

پھر انسپکٹر جمشید جنون کے عالم میں شاخ مارتے چلے گئے.... اچانک انہوں نے اس کے ٹوٹنے کی آواز سنی.... ان کے ساتھی چلا اٹھے۔
 ”وہ مارا۔“

ان پر جوش سوار ہو گیا.... وہ ایک عدد پہلچہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے.... اب اس پہلچے سے وہ اور پہلچے توڑ سکتے تھے۔ کیونکہ اب تو لوہے کی چیز ان کے پاس تھی۔

گرم دروازے پر ہی ابھی دوسرا ہینڈل موجود تھا۔ انہوں نے اس پہلچے سے اس پر ضرب لگائی.... پہلی ہی ضرب پر وہ الگ ہو گیا۔

”واہ.... دیکھا.... یہ کس قدر آسان ثابت ہوا.... اس لیے کہ لوہا گرم ہے۔“

”واقعی.... لوہا گرم ہے۔“

”میرا خیال ہے.... یہ دو ہی بہت ہیں.... ہم میں سے دو آدمی باری باری کھدائی کریں گے۔“

”بالکل ٹھیک۔“

وہ فوراً دیوار کے پاس پہنچ گئے.... اور دونوں پہلوں سے کھدائی شروع کی گئی۔ گڑھا گہرا ہونے لگا.... زمین واقعی بہت بھر بھری تھی.... انہیں کوئی خاص دقت نہ ہوئی۔ پہلے وہ کھدائی کرتے جب گڑھا بھر جاتا تو دوسرے دو ساتھی اس کو خالی کرنا شروع کرتے.... خالی کرنے کے بعد کھدائی شروع ہو جاتی.... اس طرح وہ

کئی گھنٹے تک کام میں لگے رہے.... یہاں تک کہ بیچھے فٹ کے قریب
گڑھا گرا ہو گیا....

اچانک ہلچہ کسی سخت چیز سے ٹکرایا.... وہ سب بری طرح
چونک اٹھے ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

”ارے! یہ کیا۔“

اب وہ جلدی جلدی مٹی ہٹانے لگے.... اور پھر وہ سب سکتے
میں آ گئے۔ ان کی اس وقت تک کی محنت بالکل برباد ہو گئی تھی.... اس
لیے کہ مٹی کے نیچے سخت سیمنٹ والی بنیاد نکل آئی تھی.... اور سیمنٹ
والی بنیاد کو ان ہلچوں سے نہیں کھودا جاسکتا تھا.... پھر انہیں یہ بھی
معلوم نہیں تھا کہ وہ کس حد تک گہری ہوگی....

”اب.... اب کیا کریں۔“

”حیرت۔“ فاروق نے فوراً کہا۔

”حیرت تو خیر ہم کر رہے ہیں.... تمہارے کہنے کی
ضرورت نہیں۔“ نقاب نے اسے گھورا۔
”تو اس میں کھدے کی بھی کوئی بات ہے۔“ فاروق نے

منہ دیا۔

”ہاں! یہ تو خیر ہے۔“ محمودیہ ادا۔

”کیا یہ ہے۔“

”یہ کہ اس میں گھورنے کی کہنیا ہے۔“

”بھئی لڑو نہیں.... یہ تو پہلی ناکامی ہے۔“ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

”جی.... آپ نے کیا فرمایا.... یہ تو ابھی پہلی ناکامی ہے۔“
 ”ہاں! اس قلعے میں تو ایسی نہ جانے کتنی ناکامیاں ہوں گی.... ان لوگوں نے ہمیں ایسے ہی تو یہاں قید نہیں کر دیا.... وہ جانتے ہیں.... یہاں سے نکلنا آسان کام نہیں۔“
 ”خیر.... سوال یہ ہے کہ اس ناکامی کے بعد ہم اپنی کوشش کہاں سے شروع کریں گے۔“

”فی الحال تو بھوک لگ رہی ہے.... زبردست محنت کی ہے ہم نے.... پہلے بچے توڑنے کے سلسلے میں پھر کھدائی کے لیے.... پہلے کھانا کھائیں گے.... پھر اس موضوع پر بات۔“ انسپکٹر جمشید نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

”واہ جمشید.... اس سے بہتر تو کوئی بات اس لمحے میں ہو ہی نہیں سکتی۔“ پروفیسر داؤد خوش ہو کر بولے۔

”لیکن پروفیسر صاحب.... ہم لوگوں کو بہت احتیاط سے کھانا ہوگا.... بہت تھوڑا تھوڑا۔“ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

”اور اس معاملے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں.... مجھے بھوک ضرور شدت کی لگتی ہے.... لیکن میں کھانا بہت کم ہوں۔“

”تب آپ لائیکو پوڈم کے مریض ہیں....“

”یہ کیا چیز ہے بھئی۔“

”ایک ہو میو پتھک دوا.... قلعے سے باہر نکل جائیں.... پھر

کبھی سے خرید کر آپ کو استعمال کراؤں گا۔“

”یار تمہارے ہو میو ڈاکٹر ہونے کا یہ بہت فائدہ ہے۔“

پروفیسر مسکرائے۔

پھر وہ عمارت میں آگئے ظہور کو انہوں نے یہیں چھوڑ دیا تھا

تاکہ وہ ان کے لیے کھانا تیار کر سکے....

”ہاں بھئی.... کھانے کی کیا رپورٹ ہے۔“

”بالکل تیار.... میں نے دال پکائی ہے.... اور ایک ایک روٹی

کے حساب سے روٹیاں پکائی ہیں.... ویسے یہاں خشک گوشت کے

ڈبے بھی موجود ہیں۔“

”دال کیا کہتی ہے.... لگاؤ۔“ انسپکٹر جمشید نے خوش ہو کر

کہا۔

”حیرت ہے ظہور۔“ ایسے میں خان رحمان بول اٹھے۔

”کیا مطلب آپ کو کس بات پر حیرت ہوئی ہے جناب....“

دال پر یاروٹی پر۔“

”دونوں پر نہیں.... حیرت تم پر ہے۔“

”مجھ غریب سے کیا قصور ہو گیا جناب۔“

”یہ قصور کیا کم ہے.... کہ تم نے آج ہانڈی نہیں جلائی۔“
 ”اس کی معقول وجہ ہے میرے پاس۔“ ظہور نے دانت

نکال دیے۔

”اور وہ کیا۔“

”یہاں تو پہلے ہی گنا چنا کھانا ہے.... اب اس میں سے کیا

جلاؤں۔“

”کیا مطلب.... کیا تم میرے گھر میں ہانڈیاں جان بوجھ کر

جلاتے رہے ہو۔“

”جی نہیں.... وہاں تو استری کی وجہ سے ہانڈی جلتی ہے....

یا ہانڈی کی وجہ سے کپڑے جل جاتے ہیں، یہاں تو ایسی بات نہیں۔“

”اچھایا روم غنہ چاٹو.... کھانا لگاؤ۔“ وہ تھملا کر بولے۔

”جی اچھا۔“ اس نے بو کھلا کر کہا اور چلا گیا.... جلد ہی اس

نے آکر بلایا۔

”ڈائمنگ روم میں کھانا لگایا جا چکا ہے.... صرف آپ کے

وہاں پہنچنے کی دیر ہے۔“

”ہائیں! یہ تم ڈائمنگ روم کہاں سے لے آئے۔“ خان

رحمان نے بو کھلا کر کہا۔

”کیس سے لانے کی کیا ضرورت تھی.... یہاں تو بے شمار

کمرے ہیں.... ان میں سے ایک کو میں نے ڈائمنگ روم بنا دیا‘

دوسرے کو ڈرائنگ روم۔“
 ”حد ہو گئی.... دماغ چل گیا ہے کیا۔“ خان رحمان بھنا
 اٹھے.... باقی ہنس پڑے۔

”کیوں کیوں جناب! کیا ہو گیا؟“
 ”ارے احمق.... یہاں کوئی ملاقاتی کہاں سے آئے گا۔“
 ”کیا خبر جناب.... کبھی کوئی بھولا بھٹکا آ ہی جائے۔“
 ”یارتہم تو عقل سے بالکل پیدل ہو۔“
 ”نہیں تو جناب.... آپ نے پچھلے دنوں ہی تو مجھے سائیکل
 خرید کر دی ہے۔“

انہیں ایک بار پھر ہنسی پڑی.... ظہور نے انہیں حیرت بھری
 نظروں سے دیکھا جیسے پوچھ رہا ہو.... کس بات پر ہنس رہے ہو....
 لیکن پوچھ نہ سکا.... ادھر انہوں نے کھانا شروع کر دیا.... ظہور بھی ان
 کے سامنے بیٹھ کر کھانے لگا.... کھانا فرش پر لگایا گیا تھا.... یہاں تو
 فرش پر چانے کے لیے کچھ نہیں تھا...

کھانے سے فارغ ہو کر وہ سر جوڑ کر بیٹھ گئے.... ظہور کو
 انہوں نے آرام کرنے کے لیے کہہ دیا.. وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔
 ”سوال یہ ہے کہ.... اب ہم کیا کریں۔“

”کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا.... عقلیں ضبط ہو کر رہ گئی ہیں

شاہد۔“

”لیکن ہمارے پاس تین عتکس ایسی ہیں.... جو کسی صورت ضبط نہیں ہوتیں.... فرزانہ، فرحت اور رفعت کی عتکس۔“ پروفیسر داؤد بولے۔

”ہم سوچ رہی ہیں انکل....“

”مشکل ہے.... یہاں سوچنے سے کچھ نہیں بنے گا۔“

”بنے گا.... ضرور بنے گا.... عقل بہت بڑی چیز کا نام ہے....“

غور کریں سب مل کر غور کریں۔“ انسپکٹر جمشید نے پر زور انداز میں کہا۔

”بالکل! میں بھی یہی کہتا ہوں۔“ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

وہ پھر سوچ میں ڈوب گئے.... ایسے میں خان رحمان کی آواز

ابھری۔

”میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے۔“

”حیرت ہے خان رحمان.... تم نہ تو فرزانہ ہو نہ فرحت اور

نہ رفعت....“ پروفیسر داؤد بولے۔

وہ مسکراتے لگے.... پھر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

”پہلے ہمیں سن لینا چاہیے.... کہ خان رحمان کے ذہن میں

کیا بات آئی ہے.... ایسا نہ ہو کہ وہ ان کے ذہن سے نکل جائے.... پھر

ذرا مشکل ہی بات یاد آتی ہے۔“

”ہوں! یہ بھی ہے۔“

”میں نے ایک بار اپنے گھر کی مرمت کرائی تھی.... ایک دیوار خراب ہو گئی تھی.... وہ دوبارہ عوامی تھی....“

”یہ آپ کہاں کی بات لے بیٹھے انکل.... ہم یہاں سے نکلنے کی ترکیب سوچ رہے ہیں۔“ شوکی نے حیران ہو کر کہا۔

”بھئی پہلے سن لو۔“ وہ مسکرائے۔

”جی اچھا.... سنائیے پھر۔“

”ہاں تو جب یہ معمار لوگ کام کرتے ہیں تو انہیں اونچائی پر جا کر کھڑے ہونے کے لیے لکڑی کے تختے لگانا پڑتے ہیں.... اس غرض کے لیے انہیں اس دیوار میں سوراخ کرنا پڑتا ہے.... تاکہ وہاں لکڑی کے یابانس کے ڈنڈے رکھ کر ان کے اوپر تختہ رکھا جائے.... دوسری طرف لکڑی کا تختہ ٹکانے کے لیے وہ زمین میں دو سوراخ کرتے ہیں.... ان میں لکڑی یا بانس گاڑتے ہیں.... پھر دونوں بانسوں پر آر پار ایک بانس باندھتے ہیں.... اس طرح وہ لکڑی کا تختہ رکھتے ہیں.... اب جو بات ہمارے مطلب کی ہے.... میں اس طرف آتا ہوں.... وہ دیوار میں سوراخ کس طرح کرتے ہیں۔“

”اوہ اوہ۔“ انسپکٹر جمشید پکار اٹھے۔

”آپ کو کیا ہوا؟“

”میں سمجھ گیا.... میں نے اس طرح ان معمار لوگوں کو کام

کرتے دیکھا ہے۔“

”پھر کیا خیال ہے۔“

”ہم اس ترکیب کو ضرور آزمائیں گے اگرچہ کامیابی کی امید کم ہے۔“

”لیکن کیوں۔“

”اس لیے کہ وہ دیوار ایک تو تازہ بنی ہوئی ہے.... اس میں کچا پن ہوتا ہے.... پھر ایسا کم موٹی دیوار میں ہوتا ہے.... اس قلعے کی دیواریں تو نہ جانے کس قدر موٹی ہوں گی۔“

”ہاں! یہ تو ہے۔“ خان رحمان بڑبڑائے۔

”لیکن ترکیب کیا ہے.... وہ تو درمیان میں رہ گئی۔“

”جس جگہ سوراخ کرنا ہوتا ہے.... اس جگہ کی اینٹ پر.... لکڑی کا ایک بھاری ڈنڈا آہستہ آہستہ مارتے ہیں.... اس طرح وہ اینٹ اپنی جگہ سے سرکنے لگتی ہے.... آخر دوسری طرف جا گرتی ہے.... میرا مطلب تھا اس طرح اگر ہم بھی ایک اینٹ گرا دیتے ہیں تو باقی اینٹیں گرانا تو اور آسان ہو گا۔“

”ہوں! ہم سمجھ گئے.... واقعی ہم نے بھی معماروں کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔“ شوکی نے سر ہلایا۔

”بس تو پھر.... ہم یہ تجربہ ضرور کریں گے۔“

”اگر قلعے کی دیوار زیادہ موٹی نہ ہوئی تو شاید ہم کامیاب بھی ہو جائیں۔“

”دیکھا جائے گا.... یہ ناکامیاں ہی تو ہیں جو ہمیں کامیابیوں کا
راستہ دکھاتی ہیں۔“

وہ پھر اس دیوار کے پاس آئے.... انہوں نے وہ موٹی شاخ
بھی ساتھ لے لی تھی.... جس کے ذریعے انہوں نے پہلے توڑے
تھے.... اب انسپکٹر جمشید نے وہ شاخ اپنے کندھے پر رکھ لی.... پھر اس
کو دونوں ہاتھوں پر تولتے ہوئے دیوار پر ایک جگہ دے مارا.... انہوں
نے دیکھا.... دیوار پر ذرا سا بھی فرق نہیں پڑا تھا۔
انہوں نے پروانہ کی.... اور لکڑی مارتے چلے گئے.... اچانک
انہوں نے اس جگہ سے ایک اینٹ ہٹے دیکھی....
”وہ مارا.... اینٹ ہٹی ہے۔“ انسپکٹر کامران مرزا چلائے۔

☆.....☆.....☆

سوراخ

ان کے چہروں پر رونق دوڑ گئی.... وہ اسی جگہ لکڑی مارتے چلے گئے.... یہاں تک کہ اینٹ دوسری طرف نکل گئی اور انہیں دیوار میں ایک چھوٹا سا سوراخ نظر آیا....

”یہ.... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“ انسپکٹر جمشید نے پریشان ہو کر

کہا۔

”جی.... کیا کیسے ہو سکتا ہے۔“

”قلعے کی دیواریں ایک اینٹ کی نہیں ہو سکتیں.... وہ تو کافنی چوڑی دیوار ہوتی ہے.... جسے فسیل کہا جا سکتا ہے.... یعنی اس پر آگے پیچھے کئی اینٹیں رکھ کر چنائی کی جاتی ہے....“

”تب پھر آپ نے یہ کوشش کیوں شروع کی تھی۔“

”مجھے یقین تھا اس طرح اینٹ نہیں بٹے گی دیوار میں سوراخ نہیں ہو گا.... لیکن دیوار میں سوراخ ہو گیا.... اس لیے میرے منہ سے نکلا ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے.... اور واقعی یہ نہیں ہو سکتا۔“

یہ کہہ کر وہ سورنخ کی طرف بڑھے.... انہوں نے اس میں سے جھانک کر دیکھا.... ان کا چہرہ مجھ سا گیا.... تھکی تھکی آواز میں انہوں نے کہا:

”وہی بات ہے.... جو میں کہہ چکا ہوں.... قلعے کی اصل دیوار اس دیوار کے بعد ہے۔“

”تب یہ دیوار بنانے کی کیا ضرورت تھی....“

”یہ تو بنانے والے جانتے ہوں گے یا موانے والے.... پتا نہیں یہ قلعہ اور کن مقاصد کے لیے استعمال ہوتا رہا ہے.... اس دوہری دیوار سے وہ کیا کام لیتے رہے ہوں گے....“

”لیکن انکل.... یہ دیوار ہمارے تو بہر حال کام آسکتی ہے۔“

شوکی بول اٹھا۔

”کیا مطلب.... بھلا ہمارے یہ کس کام آئے گی۔“

”بابا بابا۔“ شوکی ہنسا۔

”ہائیں شوکی.... تم ہنس رہے ہو.... وہ بھی جمشید کی بات

پر.... دماغ چل گیا ہے تمہارا۔“ خان رحمان جھلا اٹھے۔

”بابا بابا۔“ وہ پھر ہنسا۔

”ہائیں.... تم تو میری بات پر بھی ہنس رہے ہو.... دماغ

بالکل الٹ گیا ہے تمہارا۔“ خان رحمان چلائے۔

”بابا بابا۔“ وہ پھر ہنسا۔

”اس بے چارے کا کوئی قصور نہیں انکل۔“ آفتاب نے منہ

بنایا۔

”تب پھر.... کس بے چارے کا قصور ہے؟“ پروفیسر بولے۔

”کسی کا نہیں.... اس پر تو ہنس ہنسی کا دورہ پڑ گیا ہے۔“

”لیکن کیوں.... ہنسی کا دورہ بلا وجہ تو پڑتا نہیں۔“ فرزانہ بول

اٹھی۔

”بابا بابا....“ شوکی کا قہقہہ جاری تھا۔

”ارے میاں جاؤ.... اپنی یہ بھونڈی اور کھوکھلی ہنسی کسی اور کو سناؤ۔“ فاروق نے منہ بنایا۔

”کہاں جاؤں.... اور کسے سناؤں.... آپ لوگ ہی سن سکتے

ہیں.... بابا بابا۔“ شوکی مشکل سے بولا۔

”اچھا شوکی.... اب بس کرو.... بہت ہنس لیے.... کچھ ہنسی

چاہی لو.... پھر کسی موقع پر کام آئے گی۔“ محمود نے جلدی جلدی کہا۔

اچانک شوکی کی ہنسی کو بریک لگ گئی اور وہ رونے لگا.... زور

زور سے رونے لگا۔

”ارے ارے.... یہ کیا بھنسی.... یہ تمہاری ہنسی رونے

سے کیوں بدل گئی.... اچھا ہنس لو.... ہنس لو.... اس سے تو ہنسی اچھی

تھی۔“ پروفیسر داؤد گھبرا گئے۔

شوکی کارونا جاری رہا۔

”کوہو بھائی.... تم تو کر دو گے ہمارا دماغ خراب.... جلدی

بتاؤ.... اس رونے کا سبب کیا ہے، ورنہ ہم ہو جائیں گے پاگل۔“
آصف نے ہانک لگائی۔

”اوہ اوہ.... رول رول۔“ شوکی روتا رہا۔

”مارے گئے۔“ رفعت ہول اٹھی۔

”کک.... کون مارے گئے.... کہاں مارے گئے.... مجھے

کیوں نظر نہیں آرہے.... جو مارے گئے۔“ فاروق نے جلدی جلدی
کہا۔

”حد ہو گئی.... کسی کو کچھ کہنے بھی دو گے یا نہیں۔“ آفتاب
چلا اٹھا۔

”ہائیں.... تو کیا میں نے روک رکھا ہے شوکی کو۔“ فاروق

اس سے بھی زیادہ زور سے چلایا۔

”میں شوکی کی بات نہیں کر رہا ہوں۔“

”تو پھر اور کس کی بات کر رہے ہیں۔“

”رفعت کی.... جس نے کہا ہے.... مارے گئے.... آخر اس

نے مارے گئے کیوں کہا ہے۔“ فاروق نے بلند آواز میں کہا۔

”جلدی بتاؤ رفعت.... ورنہ یہ تو کیا کام سے۔“

”یہاں کام ہی کیا ہے.... جس سے کوئی جائے گا.... یہاں تو

ہر کوئی آئے گا.... لہذا یہاں رہنے کے دوران یوں کہا جانے.... آگیا کام سے۔“

”دھت تیرے کی۔“ محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔
”توبہ ہے تم سے....“

ادھر شوکی ایک بت بنا بیٹھا تھا.... کسی کو یاد تک نہ رہا کہ اس کا رونا بھی بند ہو چکا ہے....

”مجھ سے کیوں ہوئی توبہ.... اللہ سے کرو توبہ.... وہ بڑے رحیم ہیں.... توبہ قبول کرنے والے ہیں۔“

”اس میں کیا شک ہے۔“ پروفیسر فورابو لے۔

”جی.... کس میں کیا شک ہے۔“ فرحت چوبک کر بولی۔

”اس میں کہ اللہ تعالیٰ بڑے رحیم ہیں.... بڑے کریم

ہیں۔“ انہوں نے کہا۔

”تب پھر لوگ اللہ کو چھوڑ کر بتوں سے کیوں مانگتے ہیں....

قبروں سے کیوں مانگتے ہیں۔“ رفعت نے منہ ہمایا۔

”اس سے بڑی گمراہی کیا ہو سکتی ہے.... قرآن کریم میں جو

نوید دی گئی ہے.... لوگ اس کو بھول کر اس کے الٹ پر عمل کرتے

ہیں.... افسوس۔“ پروفیسر داؤد نے دکھ بھرے انداز میں کہا۔

”ہاں واقعی.... لیکن یہاں بات کچھ اور ہو رہی تھی۔“ محمود

نے گویا دلدلایا۔

”غلط.... بالکل غلط.... یہاں تو سرے سے کوئی بات نہیں ہو

رہی تھی.... بس شوکی کے ہنسنے اور رونے پر بات ہو رہی تھی۔“

”ہاں! شوکی.... اب بتاؤ.... تم پہلے ہنسے کیوں.... پھر

رونے کیوں۔“ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

”ارے واہ.... آج پرانی کہانیوں کی یاد تازہ ہو گئی.... اور

عملی طور پر تازہ ہو گئی۔“ انسپکٹر کامران مرزا نے خوش ہو کر کہا۔

”اور اتفاق سے ہم اس وقت ہیں بھی ایک قلعے میں قید....

کک.... کہیں کوئی جن نہ آجائے.... اور ہم سے ایک کو لے جائے...

وہ جن.... جو باری باری انسانوں کو کھاتا تھا۔“

”ارے باپ رے.... مہربانی فرما کر اتنی خوفناک باتیں تو نہ

کریں۔“ اشفاق کانپ گیا۔

”بیجے.... انہیں کاغذ یاد آ گیا....“

”ارے باپ رے.... کک.... کہیں.... یہ قلعہ واقعی جادو

کا قلعہ تو نہیں ہے۔“ اشفاق نے لرز کر کہا۔

”حد ہو گئی.... بات کہاں کی کہاں پہنچ گئی۔“ آصف جھٹا

اٹھا۔

”چلو کوئی بات نہیں.... بات بے بات بے چاری بات پر کیوں

بجڑتے ہو۔“ محمود مسکرایا۔

”اچھا اب کوئی نہ بولے.... تم تو شام تک شوکی کو بتانے

نہیں دو گئے۔“

”اور اس طرح آج کا دن ضائع ہو جائے گا.... ادھر خوراک کا ذخیرہ پکار پکار کر ہم سے کہہ رہا ہے، جو کرنا ہے.... جلد کر لو.... ایسا نہ ہو.... میں ختم ہو جاؤں۔“ خان رحمان بولے۔

”کون ختم ہو جائے.... خان رحمان.... کیوں.... کیا ہوا تمہیں۔“ پروفیسر داؤد بے خیالی کے عالم میں بولے۔

”لیجئے.... اب پہلے اپنے ساتھیوں کو تو روکیں۔“ محمود نے ہنس کر کہا۔

”میں نے انہیں خاموش رہنے کے لیے کہا تو آپ بولنے لگے۔“

”سوری.... اب نہیں بولیں گے.... تم نے سنا.... خان رحمان۔“ پروفیسر بولے۔

”جی.... بالکل سن لیا ہے.... اب نہیں بولیں گے.... چاہے کچھ ہو جائے۔“ خان صاحب بولے۔

”ہوں.... چاہے دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے۔“ پروفیسر داؤد نے سر ہلایا۔

”قلعہ تو ادھر سے ادھر ہو نہیں رہا.... دنیا کیا ادھر سے ادھر ہو گی۔“ اخلاق بول اٹھا۔

”دھت تیرے کی.... ہم ہو لیے بس خاموش۔“

”اب جو بولے گا.... اس قلعے کے سات چکر لگائے گا۔“

انسپکٹر جمشید نے جھٹکا کر کہا۔

یہ سن کر فاروق اٹھ کھڑا ہوا اور وہاں سے جانے لگا....

”کہاں چل دیے۔“

”سات چکر لگائیں.... آپ بولے ہیں۔“

انہیں ہنسی آگئی.... آخر انسپکٹر جمشید شوکی کی طرف مڑے :

”شوکی! ایک منٹ ضائع کیے بغیر بتاؤ.... تم ہنسے کیوں اور

پھر روئے کیوں۔“

”اس لیے کہ آپ کو بالکل سامنے کی بات نظر نہیں آئی۔“

شوکی نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”سامنے کی بات.... کیا مطلب.... کون سی سامنے کی

بات.... کہاں ہے.... سامنے کی بات.... میرے سامنے تو کوئی بات

نہیں۔“ انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

”آپ ہمیں تو کہتے ہیں.... اور اب آپ نے بالکل ہمارے

انداز میں بات کی ہے۔“ فاروق نے برا سامنہ بتایا۔

”کیا کروں بھئی.... تمہارا رنگ چڑھ گیا ہے مجھ پر۔“

”لیکن آپ کے حلیے میں تو کوئی تبدیلی نظر نہیں آرہی

انکل۔“ اشفاق نے حیران ہو کر کہا۔

”حد ہو گئی.... پھر شروع ہو گئے۔“

”سامنے کی بات نہیں تو اور کہاں کی بات ہے.... ہم ایک اینٹ گرانے میں کامیاب ہو گئے.... اب کام آسان ہے.... اینٹیں بہت آسانی سے گریں گی.... ہم ان اینٹوں کو اس دیوار کے پاس جمع کرنا شروع کر دیں گے.... اس طرح ڈھیر اونچا ہوتا چلا جائے گا.... یا اینٹوں کی سیڑھیاں بنائی جاسکتی ہیں.... جو ہمیں اس دیوار کے اوپر پہنچا سکتی ہیں۔“

”واہ.... وہ مارا۔“ وہ سب چلائے۔

ان کے چہرے دکنے لگے.... صرف انسپکٹر کا مران مرزا اور انسپکٹر جمشید نے اس واہ اور وہ مارا میں حصہ نہیں لیا تھا۔
 ”آپ خوش نہیں ہوئے یہ سن کر۔“ محمود نے غور سے ان کی طرف دیکھا۔

”ہم کچھ اور سوچ رہے ہیں۔“ انسپکٹر کا مران مرزا نے کہا۔
 ”اور وہ کیا کا مران مرزا۔“ پروفیسر جلدی سے بولے۔
 ”فرض کیا.... اس طرح ہم دیوار تک پہنچ گئے.... تو کیا دوسری طرف اس قدر اونچائی سے چھلانگ لگاسکیں گے۔“
 ”اوہ۔“ وہ دھک سے رہ گئے.... سب پر سکتے کا عالم طاری ہو گیا۔

”میرا خیال ہے.... یہ مسئلہ بھی حل ہو سکتا ہے۔“
 ”اور وہ کیسے۔“

”اینٹیں اٹھا کر ہم دوسری طرف پھینکتے رہیں گے.... اس طرح ان اینٹوں کا دوسری طرف اونچا ڈھیر لگتا چلا جائے گا.... اس کی مدد سے ہم دوسری طرف اتر سکیں گے۔“

”میں اس سے بھی آسان ترکیب سوچ رہا ہوں....“

”اور وہ کیا؟“

”ہمارے پاس اب بچے ہیں.... اینٹیں بھی ہیں.... قلعے کی اصل دیوار پر چڑھ کر ہم اس دیوار کو توڑ سکتے ہیں.... اوپر سے توڑنا مشکل نہیں ہو گا.... اس طرح ایک جگہ سے صرف چند اینٹیں توڑتے ہوئے ہم نیچے تک آسکتے ہیں اور اس شکاف سے باہر نکل سکتے ہیں۔“

”اگر اینٹیں آسانی سے ٹوٹ گئیں تب.... ورنہ دوسری طرف اینٹوں کا ڈھیر لگانا شروع کر دیں گے۔“

”ٹھیک ہے.... اب بسم اللہ کرتے ہیں۔“

انہوں نے اس سوراخ کو بڑا کرنا شروع کیا.... پھر جوں جوں جگہ بنتی گئی باقی لوگ بھی اس پر جھٹے چلے گئے.... یہاں تک کہ سب دیوار پر سے اینٹیں اتارنے لگے.... دھڑا دھڑا اینٹیں گرنے لگیں.... آخر رات ہو گئی اور انہوں نے آرام کی ٹھانی.... عمارت میں پہنچے تو کھانا ظہور تیار کر چکا تھا۔

”ہمارے دشمن کس قدر ہمدرد ہیں ہمارے.... ہمارا باورچی ہمارے ساتھ بھیج دیا۔“ پروفیسر داؤد نے خوش ہو کر کہا۔

”ہمارا نہیں.... صرف میرا۔“ خان رحمان نے منہ بنایا۔
 ”اچھا بھئی اچھا.... تمہارا ہی سہی۔“ انہوں نے گھبرا کر

کہا۔

اور وہ مسکرا دیے.... دوسرے دن پھر کام شروع ہوا....
 دونوں دیواروں کے درمیان میں صرف دو فٹ کا فاصلہ تھا.... ساتھ
 ساتھ انہوں نے اینٹوں کی مدد سے اس دیوار کے ساتھ سیڑھی بنانا
 شروع کی.... اس طرح ایک طرف اینٹیں گرائی جا رہی تھیں تو
 دوسری طرف سیڑھی اوپر اٹھ رہی تھی.... دوسرا دن بھی انہوں نے
 اس کام میں صرف کیا.... اس طرح تین دن لگ گئے.... ساتھ میں
 نمازوں کے اوقات میں وہ نماز بھی ادا کر رہے تھے.... پانی یہاں صرف
 پینے کے لیے تھا.... اس لیے تمیم کر لیتے تھے۔

پانچ دن کے بعد وہ قلعے کی فصیل پر پہنچ گئے.... انسپکٹر جمشید
 نے اس پر ہلچہ مار کر دیکھا.... پھر ان کا منہ لٹک گیا۔

”یہ اینٹوں سے یا ان ننھے ننھے پتھروں سے نہیں ٹوٹے گی....“

کنکریٹ کی ہے۔“

”گویا دوسری طرف اینٹیں ہی ڈھیر کرنا ہوں گی۔“

”ہاں! لیکن یہ کام آسان نہیں....“

یہ کہہ کر انہوں نے باہر کی طرف نظریں جمادیں....

انہوں نے دیکھا.... قلعے کے باہر دور دور تک کسی آبادی کا نشان نہیں

تھا.... دور دور تک میدان تھا.... بس اس پورے میدان میں گویا یہ قلعہ ہی تھا اور کچھ نہیں تھا.... دوسرے یہ کہ اس طرف زمین اور زیادہ نیچی تھی.... گویا چٹان لگ لگانے کا تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے.... اب ان اینٹوں کو دوسری طرف گرانے کا کام شروع ہوا.... یہ آسان کام نہیں تھا.... اس طرف تو وہ ہاتھوں کی مدد سے اینٹیں جھاتے رہے تھے.... اس طرف صرف گر سکتے تھے....

ڈھیر بہت آہستہ آہستہ اوپر ہو رہا تھا....

”میرا خیال ہے.... اس کام میں دس دن لگ جائیں گے۔“
 ”نن نہیں۔“ وہ چلا اٹھے۔

”اب کیا کیا جائے.... مجبوری ہے....“

رات کے وقت وہ عمارت میں آئے تو انہوں نے ظہور سے

پوچھا۔

”خوراک کا یہ ذخیرہ کتنے دن چل جائے گا بھلا۔“

”جی.... سات آٹھ دن اور چلے گا.... اور بس۔“

”اس کا مطلب ہے.... ہمیں کل سے اور زیادہ رفتار سے کام

کرنا پڑے گا۔“

”ہم رات کا کچھ حصہ کیوں نہ لگائیں.... موسم خوش گوار

ہے۔

”یہ زیادہ مناسب رہے گا.... اس لیے کہ اگر خوراک پہلے

ختم ہو گئی اور ڈھیر دیوار تک نہ پہنچا تو ہم سب کی طاقت ختم ہو جائے گی اور یہ اتنی محنت ضائع ہو جائے گی۔“

اس طرح دونوں دوسری طرف اتر گئے.... لمحہ بہ لمحہ وہ ان سے دور ہوتے چلے گئے.... وہ سب فصیل پر امید بھری نظریں جمائے انہیں دیکھتے رہے.... ان کی آنکھوں میں بار بار آنسو بھی آجاتے تھے.... شاید اس لیے کہ انہیں اس جگہ سے نکلنے کے لیے کیا کچھ کرنا پڑ رہا تھا۔

اور پھر انہوں نے ان کے پاؤں زمین پر لگتے دیکھے.... دونوں نے کامیابی کی خبر دینے کے انداز میں ہاتھ ہلائے اور وہاں سے آگے چل دیے۔

وہ قلعے کے دروازے کی طرف جا رہے تھے.... تھوڑی دیر بعد ان کی واپسی ہوئی۔

”قلعے کا دروازہ کھولنا ہمارے بس کی بات نہیں.... بہت بڑا تالا لگا ہے.... لہذا اس طرف سے آنا ہو گا.... میں اوپر آ رہا ہوں.... پروفیسر صاحب کو میں پکڑ کر نیچے لے آؤں گا.... باقی لوگ تو خود آسکیں گے۔“

”ٹھیک ہے انکل۔“ آصف نے چیخ کر کہا۔

اس طرح وہ سب اینٹوں کے ڈھیر پر اترتے نظر آئے.... یہ نظارہ بھی عجیب تھا.... ان کی زندگی میں بے شمار عجیب نظارے دیکھنے کو

ملے تھے.... لیکن یہ شاید ان سب سے عجیب تھا.... آخر کار وہ زمین پر آگئے.... خوراک ساتھ لانا نہیں بھولے تھے۔

”اب.... یہ قلعہ مجھے یاد آیا کرے گا۔“ ظہور نے حسرت زدہ انداز میں کہا۔

”کیوں بھئی۔“

”آخر میں نے یہاں بھی پندرہ بیس دن کھانا پکایا ہے۔“

وہ مسکرا دیے.... اور وہاں سے آگے چلنے لگے.... کئی گھنٹے تک چلتے رہنے کے بعد انہیں ایک کھیت نظر آیا.... کھیت کے ایک کنارے پر کچا مکان تھا۔ ان کی جان میں جان آئی.... یہ پہلا مکان تھا.... جو انہیں نظر آیا تھا.... شام ہو چلی تھی اور سورج غروب ہو رہا تھا جب انہوں نے اس مکان کے دروازے پر دستک دی.... جلد ہی دروازہ کھلا اور ایک بوڑھے کی شکل نظر آئی.... اتنے بہت سے لوگوں کو دیکھ کر وہ دھک سے رہ گیا۔

”کون ہیں آپ.... اور یہاں تک کیسے پہنچ گئے۔“ اس کے

لبہ میں خوف ہی خوف تھا یہ بات اس نے انگریزی زبان میں کی تھی۔

”یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک پرانا قلعہ ہے۔“

”وہ.... جنوں اور بھوتوں کا قلعہ۔“ اس نے پوچھا۔

”ہاں شاید وہی.... اس لیے کہ ہماری وہاں کسی جن بھوت

سے ملاقات نہیں ہوئی۔“ انسپکٹر جمشید بولے۔

”اچھا تو پھر۔“

”ہم اس قلعے سے آرہے ہیں۔“

”کیا مطلب.... کیا آپ لوگ حکومت کے باغی ہیں۔“ اس

نے چیخ کر کہا اور دروازہ بند کر لیا۔

☆.....☆.....☆

www.pakistanipoint.com

قلعے سے باہر

”ارے ارے..... بھئی..... یہ یہ کیا..... آپ نے دروازہ

بند کر لیا.....“

”آپ حکومت کے باغی ہیں نا۔“

”نہیں..... ہم تو غیر ملکی ہیں۔“

”اوہ ہاں..... واقعی..... یہاں تو آپ غیر ملکی ہیں..... پھر

آپ..... کون ہیں..... آپ اس قلعے میں کیوں قید تھے۔“

”ہمیں یہاں دشمنوں نے قید کیا تھا۔“

”اگر وہ آپ کے دشمن ہیں تو پھر میں بھی آپ کا دشمن

ہوں..... کیونکہ یہ قلعہ تو حکومت کے استعمال میں ہے۔“

”اوہ اچھا..... لیکن ہم آپ کے دشمن نہیں ہیں..... آپ سے

اچھا سلوک کرنا چاہیں گے۔“

”مجھ سے آپ کیا چاہتے ہیں۔“

”صرف چند معلومات..... اور بس..... یا کوئی ایسی سواری.....

جو ہمیں آبادی تک پہنچادے۔“

”نہیں.... حکومت کو پتا چل گیا.... تو تمہارے ساتھ مجھے بھی پھانسی کی سزا ہوگی.... اس قلعے میں صرف خطرناک قیدی رکھے جاتے ہیں.... ویسے حیرت ہے۔“ اس نے کہا۔

”حیرت کس بات پر؟“ انسپکٹر جمشید بولے۔

”میں ایک کسان ہوں.... آج تک اس قلعے سے کسی کو زندہ

بچ کر آتے نہیں دیکھا.... آپ لوگ کس طرح نکل آئے۔“

”اللہ کی مہربانی سے۔“ انہوں نے کہا۔

”کیا تم لوگ مسلمان ہو؟“

”جی ہاں! اللہ کی مہربانی سے۔“ انسپکٹر جمشید بولے۔

”اب تو میں ہر گز دروازہ نہ کھولوں گا اور حکومت کو فون

کروں گا.... وہ آئیں گے اور تم لوگوں کو پکڑ کر لے جائیں گے۔“

”ارے میاں جائیں.... کیوں جھڑبول رہے ہو۔“ انسپکٹر

کامران مرزا نے منہ بتایا۔

”جھوٹ.... کیا مطلب۔“

”تمہارے گھر میں فون ہے ہی نہیں۔“

”غلط.... میرے پاس موبائل ہے.... یہ دیکھو میں تم لوگوں

کو دروازے کے پاس آ کر اس کی آواز سنا رہا ہوں۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی انسپکٹر جمشید نے پیچھے ہٹ کر

دروازے کو ایک دھکا لگایا.... ان کا جسم پوری قوت سے دروازے سے

نکرایا.... دروازہ دوسری طرف جاگرا....

”خبردار.... اب تم فون نہیں کرو گے۔“

”نہیں.... میں نے کچھ نہیں کیا.... تم مجھے نہ مارو۔“

”گھبراؤ نہیں.... ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔“

”شکریہ.... کیا واقعی؟“ اس نے بے یقینی کے عالم میں کہا۔

”ہاں! اگر تم نے کوئی غلط حرکت نہ کی.... تو تمہیں کوئی

نقصان نہیں پہنچائیں گے۔“

”شکریہ.... شکریہ۔“ اس نے فوراً کہا۔

”اب آپ اپنا یہ موبائل مجھے دے دیں.... گھر میں کوئی اور

تو نہیں ہے۔“

”نہیں.... بس میں ہی ہوں۔“

”خوب.... محمود آصف.... ذرا تلاشی لینا بھئی.... اور جو

کام کی چیز نظر آئے نکال لانا۔“

”کیا مطلب.... یہ چوری ہے.... ڈاکا ہے۔“

”فکر نہ کریں.... آپ کے گھر سے ہم جو کچھ بھی لیں

گے.... اس کی قیمت دے کر جائیں گے۔“

”کیا!!!“ اس نے مارے حیرت کے کہا۔

”کیوں کیا ہوا؟“

”یہ میں نے آج زندگی کی عجیب ترین بات سنی ہے۔“

”وہ کیسے۔“

”آپ اتنے بہت سے ہیں.... مجھے جان سے مار کر میرے گھر کی ہر چیز لے جاسکتے ہیں.... میں کچھ نہیں کر سکتا.... اس کے باوجود آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ جو چیز لیں گے اس کی قیمت ادا کر کے جائیں گے۔“

”ہاں! اس لیے کہ ہم کسی کی کوئی چیز زبردستی لینا پسند نہیں کرتے۔“ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔
 ”کی بات۔“ وہ ہنسا۔

”سو فیصد کی۔“
 ”تب میں آپ کو کوئی چیز نہیں دینا چاہتا، آپ یہاں سے چلے جائیں۔“

”اچھی بات ہے.... یونہی سہی.... ہم چلے جاتے ہیں.... لیکن اس طرح آپ ہی نقصان میں رہیں گے۔“

”بھلا میں کیسے نقصان میں رہوں گا۔“ اس نے منہ بنایا۔
 ”ہم آپ کو آپ کی چیزوں کی تین چار گنا قیمت دے دیتے.... آپ اس رقم سے اپنے گھر کی اور زیادہ چیزیں خرید سکتے تھے۔“

”آپ مذاق کر رہے ہیں.... بھلا آپ کیوں اتنی زیادہ قیمت دینے لگے.... یہاں سے چند کلو میٹر دور تو شہر ہے اور شہر کے بازار

سے ہر چیز مل سکتی ہے۔“

”آپ کی مرضی.... ہم وہاں چلے جاتے ہیں.... نقصان

آپ کا اپنا ہے۔“

”یہی بات تو میری سمجھ میں نہیں آرہی.... آخر آپ نے

اتنی قیمت کیوں دیں گے بھلا.... جب کہ شہر یہاں سے دور نہیں

ہے۔“

”بس ہماری مرضی۔“

”اچھا ٹھیک ہے.... آپ چیزیں لے لیں۔“

”شکریہ بہت بہت۔“

انہوں نے ضرورت کی چیزیں ایک جگہ جمع کر لیں.... پھر

کسان سے بولے۔

”اب آپ ان چیزوں کو دیکھ لیں۔“

”دیکھ چکا ہوں۔“ اس نے کہا۔

”آپ کو ان کے کتنے پیسے دے دیے جائیں۔“

”یہ ایک ہزار روپے کی چیزیں تو ضرور ہو جائیں گی۔“

”اندازہ لگانے میں سنجوسی نہ کریں.... اگر یہ زائد کی ہمیں

مل سکتی ہیں تو زائد لے لیں۔“

”نہیں.... یہ ہزار روپے سے زائد کی نہیں ہیں۔“

”شکریہ.... یہ لیں پانچ ہزار روپے۔“

یہ کہہ کر خان رحمان نے اپنی انگلی سے ایک انگوٹھی نکال کر دے دی جس پر ایک بہت ننھا سا ہیرا لگا ہوا تھا۔

”یہ.... یہ کیا۔“ اس کا منہ بن گیا۔

”یہ انگوٹھی کم از کم پانچ ہزار روپے کی ہے.... اور اگر کوئی ایمان دار جوہری مل گیا تو مجھے ہزار روپے دے گا۔“

”کیوں مذاق کرتے ہیں.... میں تو پہلے سے ہی کہہ رہا تھا... کوئی بھلا کیوں مجھے ان چیزوں کے اتنے پیسے دے گا۔“

”یہ مذاق نہیں ہے.... یقین نہ ہو تو اس انگوٹھی کو شہر میں لے جائیں.... اور کسی جوہری سے اس کی قیمت لگوائیں.... لیکن سستے میں بچ نہ دیں۔“

”کیا مطلب.... بچ نہ دوں.... یہ کیوں؟“

”اس لیے کہ جوہری آپ کو لوٹ لے گا.... اس کی قیمت اصل مارکیٹ میں درست ملے گی۔“

”آپ کی باتیں حیرت انگیز ہیں.... ان پر اعتبار کرنے کو بالکل دل نہیں کر رہا.... لہذا مجھے یہ تجربہ کرنا ہو گا۔“

”یہی تو ہم چاہتے ہیں۔“

”اچھی بات ہے.... میں جاتا ہوں پھر۔“

”اور ہمارے بارے میں کیا خیال ہے۔“

”آپ لوگ جانا چاہیں تو اجازت ہے.... مجھے اس کے پانچ

ہزار نہ ملے تو میں لوگوں کو بتاؤں گا.... مسلمان لوگ کس قدر دھوکے باز ہیں۔“

”تب پھر آپ ہو آئیں.... ہم یہیں ٹھہریں گے.... اور آپ کو یہیں ملیں گے۔“

”شکریہ.... شکریہ۔“

اس نے یہ کہا اور چلا گیا۔

”تیار کر دو۔“ انسپکٹر جمشید مسکرا پئے۔

”جی تیار.... کس بات کی۔“

”وہ اب پولیس کو لے کر آئے گا.... اس لیے کہ مسلمانوں کا

بہت بڑا دشمن ہے۔“

”ارے باپ رے.... اگر یہ بات تھی تو آپ نے اسے جانے

کیوں دیا تھا۔“

”مجھے دراصل اس کے جانے کے بعد احساس ہوا۔“

”اور یہ احساس ہوا کیسے؟“

”اس نے کہا تھا.... کیا تم مسلمان ہو.... پھر تو میں ہر گز

دروازہ نہیں کھولوں گا.... یہ خیال آنے پر میں کہہ رہا ہوں.... کہ وہ

پولیس کو لائے گا....“

”پھر اب کیا پروگرام ہے۔“

”ہم کسی کی نظروں میں نہیں آنا چاہتے.... ایسے تو تارن

نے ہمارے بارے میں یہاں کسی کو نہیں بتایا ہوگا.... وہ لوگ تو ہمیں
 نیلی کاپڑ کے ذریعے قلعے میں اتار گئے ہوں گے.... اس لیے ہمیں
 اپنے حلیے تبدیل کر لینے چاہئیں.... اور یہاں کسی جگہ چھپ جانا
 چاہیے.... جب پولیس تلاش کر کے تھک جائے گی.... تو ہم یہاں
 سے روانہ ہوں گے۔“

انہوں نے ایسا ہی کیا.... آدھ گھنٹے بعد انہوں نے ایک گاڑی
 رکنے کی آواز سنی.... اوٹ میں سے انہوں نے دیکھا.... وہ بڑی سی
 گاڑی تھی.... اس پر سے پندرہ کے قریب مسلح آدمی اترے اور انہوں
 نے مکان کو گھیرے میں لے لیا.... پھر کسی نے انگریزی میں کہا۔
 ”خبردار.... ہم نے مکان کو چاروں طرف سے گھیر لیا
 ہے.... ہاتھ اٹھا کر باہر آنکل آؤ.... ورنہ ہم فائرنگ شروع کر دیں
 گے.... ہمارے پاس بڑا اسلحہ ہے.... جو مکان کو تباہ کر سکتا ہے۔“

وہ یہ سن کر مسکرا دیے.... ان کے پاس واقعی گولہ بارود
 تھا.... لیکن وہ تو مکان میں تھے ہی نہیں.... نکلتے کیسے.... تاہم انہوں
 نے محسوس کر لیا کہ مکان میں انہیں نہ پا کر وہ کھیت پر گولہ باری کریں
 گے.... لہذا وہاں سے ہٹتے چلے گئے.... اس قدر دور کہ کھیت کے
 دوسرے سرے پر جا پہنچے وہ اس جگہ بھی گولوں کی زد میں آسکتے تھے....
 لیکن اس سے زیادہ اور کربئی کیا سکتے تھے.... اس سے آگے کھلا میدان
 تھا۔ اور کھلے میدان میں وہ گاڑی پر بیٹھ کر انہیں چند منٹ میں ڈھیر کر

سکتے تھے.... ایسے میں فرزانہ نے دہلی آواز میں کہا۔

”ہم غلطی کر رہے ہیں لبا جان۔“

”ہاں میں محسوس کر چکا ہوں۔“

”کیا مطلب؟“ ان میں سے کئی بولے۔

”ہمیں ان کی گاڑی لے کر فوراً یہاں سے اڑ جانا چاہیے....“

”بہت خوب! یہ ٹھیک رہے گا.... ورنہ ہم خطرے میں

رہیں گے۔“

”تو پھر آؤ.... اس بہانے گاڑی تو ملی۔“

انہوں نے چکر کاٹا.... ادھر وہ لوگ انہیں دھمکیوں پر

دھمیاں دے رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ گاڑی تک پہنچے.... انہوں

نے آؤ دیکھانہ تاؤ.... گاڑی میں سوار ہو گئے.... ڈرائیونگ سیٹ پر

انہیں کوئی نظر نہیں آیا تھا.... مکان سے گاڑی کچھ فاصلے پر کھڑی کی

گئی تھی.... جو نہی وہ سب گاڑی پر سوار ہوئے اور انسپکٹر جمشید نے

ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی.... انہوں نے ایک سرد آواز سنی۔

”ہاتھ اوپر اٹھاؤ.... ورنہ گردن میں سوراخ ہو جائے گا۔“

ساتھ ہی انسپکٹر جمشید کی گدی سے سرد ٹال آگئی۔

مکان میں دریا

ان کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے....
 ”بہت چالاک بن رہے تھے.... لیکن تم لوگ ہو کون.... اور
 یہاں کہاں سے ٹپک پڑے۔“

”لیکن ہم نے کیا کیا ہے.... ہمارا جرم کیا ہے.... پہلے تو آپ
 یہ بتائیں۔“ انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

”یہ تو ہمیں معلوم نہیں.... کہ تم نے کیا کیا ہے.... ہمیں تو
 ہمارے استاد ساتھ لے آئے اور جو انہوں نے کہا ہم نے کیا۔“

”کہاں ہے وہ استاد۔“

”جالی کے ساتھ.... خبردار تم ہاتھ نیچے نہیں کرو گے۔“

”بالکل نہیں کروں گا.... جب تم کہو گے اس وقت کروں

گا۔“

”اور میں کیوں کہنے لگا۔“

”جب جالی آپ کو کہے گا.... میرا مطلب ہے.... جب

تمہارا استاد کہے گا.... اس وقت۔“
 ”اوہ ہاں.... واقعی.... اگر وہ کہے گا تو ہم فوراً پستول ہٹالیں
 گے۔“

”بلاؤ پھر اپنے استاد کو اور جانی کو۔“
 ”وہ مکان کے اندر ہیں.... جب انہیں یقین ہو گیا کہ تم
 لوگ اندر نہیں ہو تو وہ اندر چلے گئے تھے اور ہمیں حکم دیا تھا کہ تم
 لوگوں کو آس پاس تلاش کریں.... سو ہم نے کر لیا۔“
 ”کہیں ہیں تمہارے باقی ساتھی۔“
 ”اس گاڑی کے ارد گرد پوزیشنیں سنبھالے بیٹھے ہیں۔“
 ”ہمیں استاد کے پاس لے چلو.... ہم اپنا فیصلہ اس سے مل کر
 کر لیں گے۔“

”پہلے ہم استاد کو اطلاع دیں گے.... اگر اس نے کہا کہ لے
 آؤ.... تو تمہیں ان کے پاس لے جائیں گے.... اگر اس نے کہا کہ تم
 لوگوں کو ختم کر دو.... تو ختم کر دیں گے۔“

اس وقت تک گاڑی کے اندر دھواں اٹھنے والوں کو بھی معلوم ہو
 چکا تھا کہ آگے گڑبڑ ہے.... گڑبڑ نہ ہوتی تو گاڑی کب کی چل چکی
 ہوتی.... اس لیے انسپکٹر کامران مرزا نے چاروں طرف کا جائزہ لیا....
 انہیں حیرت ہوئی.... بہت ہی اچھے طریقے سے گاڑی کو گھیرے میں
 لیا گیا تھا اور پندرہ کے قریب رائفلیں اس کی طرف تکی ہوئی تھیں۔

”کیا ہم گھر گئے انسپکٹر جمشید۔“

”ہاں.... یہی بات ہے.... ان کا استاد مکان کے اندر ہے....“

اس کسان کے ساتھ.... ابھی ہم چل کر ان سے بات کریں گے۔“

”او کے.... گویا ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔“

”نہیں بلاوجہ خون کیوں بہایا جائے۔“

”ہوں ٹھیک ہے۔“ انہوں نے کہا۔

پھر ان میں سے ایک اندر چلا گیا.... واپس آیا تو اس نے اس

آدمی سے کہا جس نے انسپکٹر جمشید پر پستول تان رکھا تھا۔

”استاد ان لوگوں کو اندر بلا رہے ہیں۔“

”او کے.... آؤ بھنسی چلو.... لیکن تم کوئی حرکت نہیں کرو

گے.... ہم کوئی کچے نشانے باز نہیں ہیں۔“

”اچھی بات ہے....“ وہ مسکرا دیے....

وہ چاہتے تو وہ ہٹ کر ان لوگوں کو قابو میں کر سکتے تھے....

لیکن اس طرح ان میں سے کئی اپنی جان سے جاتے.... اس لیے انہوں

نے صبر کرنا بہتر خیال کیا۔

اور پھر انہیں مکان کے اندر لایا گیا.... یہاں کسان صحن میں

ایک لمبے تڑنگے آدمی کے ساتھ موجود تھا۔

”یہ ہیں وہ۔“ کسان نے کہا۔

”بیٹھ جاؤ.... اور یہ بات جان لو کہ تم لوگوں کی زندگی میری

”مٹھی میں ہے۔“

”ایسی بات تو ہم نہیں جان سکتے۔“ انسپکٹر جمشید نے براسامنے

بنایا۔

”یہ کیا جواب ہوا؟“ اس نے منہ بنایا۔

”میرا مطلب ہے.... زندگی اللہ کے ہاتھ میں ہے....

موت بھی اسی کے ہاتھ میں.... جب چاہے زندگی بخش دے....

جب چاہے موت دے دے.... تم نہ زندگی دے سکتے ہو نہ موت۔“

”موت تو خیر میں دے سکتا ہوں۔“

”اچھا بھلا.... ذرا دے کر تو دکھانا۔“ انہیں غصہ آ گیا۔

”ابھی نہیں.... پہلے تم سے بات ہوگی.... تم کون ہو.... ان

اطراف میں کیسے آگئے.... یہاں تو کبھی کوئی غیر ملکی نظر نہیں آیا۔“

”تمہیں اس سے کیا.... تم اپنی بات کرو۔“

”نہیں.... پہلے تم اس سوال کا جواب دو گے۔“ اس نے

آنکھیں نکالیں۔

انہوں نے انسپکٹر کامران مرزا کی طرف دیکھا.... جیسے پوچھ

رہے ہوں.... اب وہ کیا جواب دیں۔

”بتا دیں انہیں.... دیکھا جائے گا۔“ وہ اردو میں بولے۔

”یہ تم نے کس زبان میں بات کی۔“

”مادری زبان میں۔“ وہ مسکرائے۔

”نہیں.... یہاں ہریات انگریزی میں کرو۔“ وہ غرلایا۔

”ہم اس قلعہ میں قید تھے۔

”جھوٹ.... بھوکا۔“ وہ چلا اٹھا۔

”یہ بات جھوٹ اور بھوکا اس کیسے ہو گئی؟“

”ایسے کہ آج تک اس قلعے سے کوئی زندہ باہر نہیں نکل

سکا۔“

”لیکن ہم نکل آئے ہیں۔“

”ہم کیسے یقین کر لیں۔“

”نہ کرو.... تم نے پوچھا.... میں نے بتادیا۔“

”اچھا خیر.... تم لوگوں کو وہاں کیوں قید کیا گیا تھا.... یہ قلعہ

تو حد درجہ خطرناک قیدیوں کے لئے ہے.... یا پھر جب کسی حکمران کا

تخت الٹ دیا جاتا ہے.... تو نیا حکمران پرانے کو اس قلعے میں بند کر دیتا

ہے.... اور ایک یا دو ماہ کی خوراک اس میں پھنکوا دیتا ہے.... آج تک

کوئی اس قلعے سے زندہ نکل ہی نہیں سکا.... تو تم کیسے نکل آئے۔“

”ہم اللہ کی مہربانی سے نکل آئے۔“

”یہ اللہ کا بہت نام لیتے ہیں.... کیا خیال ہے.... ان کی

زبانیں نہ کاٹ دی جائیں۔“ اس نے کسان کی طرف دیکھا....

”ضرور کاٹ دو زبان....“ وہ ہنسا۔

”پہلے ان سے بات کر لیں.... ورنہ پھر یہ بول نہیں سکیں

گئے۔“

”ہوں.... یہ بھی ٹھیک ہے.... ہاں تو تم بتاؤ.... تم نے وہ ہیرا کہاں سے لیا تھا۔“ بارن نے غور سے ان کی طرف دیکھا۔
 ”کون سا ہیرا؟“

”جو تم نے اسے دیا تھا۔“ بارن نے خشک اور سرد لہجے میں

کہا۔

اب وہ سمجھے.... یہ سب تو یہاں ہیرے کے چکر میں آئے تھے اور ان کا تعلق پولیس سے نہیں تھا.... کسان پولیس کی جائے اپنے ساتھیوں کو بلا کر لایا تھا.... ہو سکتا ہے.... اس کے یہ دوست غنڈے ہوں.... جرائم پیشہ ہوں.... ویسے ان کا انداز غنڈوں جیسا ہی تھا۔

”اوہ.... تو تم اس ہیرے کی بات کر رہے ہو.... کیوں کیا بات ہے.... کیا وہ نقلی ثابت ہوا ہے۔“ انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔
 ”نہیں.... ہیرا اصلی ہے.... اور میں یہ جاننا چاہتا ہوں....

تم نے وہ کہاں سے لیا تھا۔“

”وہ ہیرا میں نے اسے دیا تھا۔“ خان رحمان آگے بڑھے۔

”بات کیا ہے؟“

”تمہارے پاس ضرور ایسا کوئی ہیرا ہو گا۔“

”کیا تمہیں چاہیے۔“ خان رحمان مسکرائے۔

”تم وہ ہیرا بھی ہمیں دے دو.... اس صورت میں ہم

تمہیں جانے دیں گے.... بلکہ سمندر کے کنارے پہنچا دیں گے....
 دوسری صورت میں ہم تمہیں پولیس کے حوالے کر دیں گے۔“
 ”دیکھ لو.... جو کہہ رہے ہو.... وہی کرنا بھی.... وعدہ خلافی
 کی تو ہم سے برا کوئی نہ ہو گا۔“

”کیا کہا.... تم سے برا کوئی نہ ہو گا.... کیا مطلب۔“

”ہم تم سے اچھا سلوک نہیں کریں گے۔“

”کیا تم اس قابل ہو کہ اچھا سلوک نہ کر سکو۔“

”ہاں بالکل۔“

”او کے.... پہلے تم ہیرا نکالو۔“ اس نے جل کر کہا۔

خان رحمان نے اپنی خفیہ جیب سے ایک ننھا سا ہیرا نکال کر
 اس کی طرف بڑھا دیا.... اس نے ہیرے کو غور سے دیکھا.... پھر بولا :
 ”حیرت ہے.... یہ بھی بالکل اصلی ہے.... کیا تمہارے پاس
 ایسے اور ہیرے ہیں۔“

”میں آپ کا مطالبہ پورا کر چکا ہوں.... اب آپ ہمیں
 سمندر کے کنارے پہنچا دیں۔“

”نہیں.... پہلے یہ بتاؤ.... کیا تمہارے پاس اور ہیرے
 ہیں؟“ اس نے پوچھا۔

”آپ کو اس سے کیا۔“

”شکلی.... ان کی تلاشی لو.... بھلا کوئی اور ہیرا ہے یا نہیں۔“

”جی بہتر۔“ ایک نوجوان نے کہا۔

پھر اس نے خان رحمان کی تلاشی لی.... اور انکار میں سر

ہلا دیا۔

”نہیں استاد.... اس کے پاس لور کوئی ہیرا نہیں۔“

”ارے بھائی کیوں جھوٹ بولتے ہو۔“ خان رحمان

مسکرائے۔

”کیا مطلب؟“ استاد اچھلا۔

”اس نے ایک ہیرا میری جیب سے نکال کر اپنی جیب میں

ڈالا ہے استاد.... اور کہہ رہا ہے کہ میری جیب میں لور کوئی ہیرا نہیں

ہے۔“

”نن نہیں۔“ شکی چینا۔

”شکی....“ استاد غرلایا۔

”نن نہیں.... استاد.... یہ لیں۔“ اس نے فوراً ایک لور نکھا

ساہیر انکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

”بے ایمان.... اب تو میرے ہاتھ سے چ نہیں سکتا۔“

”نن نہیں.... استاد.... نہیں.... مجھے معاف کر دیں....“

مجھ پر لالچ سوار ہو گیا تھا۔ ”وہ چلا اٹھا۔“

”معاف اور تمہیں کر دوں.... تاکہ یہ سب بے ایمانی کرنے

لگیں.... نہیں ہر گز نہیں۔“ وہ غرایا اور شکی کی طرف بڑھا۔

”نن نہیں استاد نہیں۔“ اس نے چیخ کر کہا۔

”اب تم نہیں ج سکتے۔“

”مم..... میں..... میں کیا..... یہ..... یہ میں نے کیا کیا۔“ وہ

مارے خوف کے کانپنے لگا۔

”جانے دو بھائی..... معاف کر دو اسے..... تم بھی تو ہیروں

کے لالچ میں یہاں آئے ہو..... اگر یہ لالچ میں آ گیا تو اس کا کیا
دصور۔“ ایسے میں شوکی بول پڑا۔

”تم ہمارے معاملے میں نہ بولو..... ابھی تمہاری موت بھی
آنے والی ہے۔“

یہ کہہ کر اس نے کانپتے ہنسی کی گردن پکڑ لی..... اور لگا اس پر
دباؤ ڈالنے..... یہ دیکھ کر انسپکٹر جمشید فوراً اس کی طرف بڑھے اور اس
کے سر پر ایک جچا تھلا ہاتھ رسید کر دیا..... وہ تیوراً کر گرا اور ساکت
ہو گیا..... ہنسی لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا اور لمبے لمبے سانس لینے لگا۔

”یہ..... یہ کیا..... استاد ایک ہاتھ میں ساکت ہو گیا۔“ ان
میں سے ایک نے بوکھلا کر کہا۔

”حیرت ہے۔“ کئی آوازیں ابھریں۔

پھر ان میں سے دو تین استاد پر جھک گئے۔

”کیا ہو استاد۔“

”یہ اب ایک گھنٹے سے پہلے نہیں بول سکتا۔“ انسپکٹر جمشید

نے منہ بتایا۔

”حیرت ہے۔“ کوئی پھر بولا۔

”ہو گی ہمیں کیا.... ہم تو رہے۔“ فاروق نے منہ بتایا۔

”کیا ہو گی.... کیا ہم تو رہے۔“ پروفیسر داؤد بے خیالی کے

عالم میں بولے۔

”حیرت.... اور کیا۔“ فاروق بولا۔

”اماں جاؤ.... یونہی اوٹ پٹانگ بولتے رہتے ہو.... اب

کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو.... بہتے دریا میں ہاتھ دھولو۔“ محمود نے

جل کر کہا۔

”کہاں.... کہاں ہے دریا.... نہیں تو۔“ فاروق نے بول کھلا کر

مکان کے چاروں طرف دیکھا۔

”لو.... اور دیکھو.... مکان میں دریا تلاش کر رہے ہیں۔“

آفتاب بول پڑا۔

”شکر کرو.... سمندر تلاش نہیں کر رہے یہ حضرت۔“

”ارے میرا مطلب تھا.... لو ہاگرم ہے.... موقع سے فائدہ

اٹھالو۔“

اچانک وہ سب ان پر ٹوٹ پڑے.... آن کی آن میں انہوں

نے چھلانگیں لگائی تھیں.... استاد کے ساتھی.... استاد کی بے ہوشی پر

اس قدر حیران تھے کہ ان کی طرف تو ان کی توجہ رہ ہی نہیں گئی....

یہی وجہ تھی کہ ان لوگوں کو زیر کرنے میں انہیں زیادہ دیر نہیں لگی... لیکن انہوں نے شبکی کو کوئی ہاتھ نہ مارا۔

”یہ.... یہ کیا.... تم نے مجھے چھوڑ دیا۔“

”تم پہلے ہی استاد کے ہاتھوں سزا بھگت چکے ہو.... ویسے کیا

تم ہماری مدد کرو گے۔“

”تمہاری مدد نہیں کروں گا تو کس کی کروں گا.... تم نے تو

مجھے موت کے منہ سے نکالا ہے۔“

”یہ میرا کام نہیں تھا.... اللہ کا تھا۔“

”کیا مطلب.... اللہ۔“

”ہاں اللہ.... جس نے سب کو پیدا کیا.... اس کائنات کو

بنایا....“

”اوہ تم گاڈ کی بات کر رہے ہو.... جو یسوع مسیح کا باپ ہے۔“

اس نے چونک کر کہا۔

”نہیں.... اس کا کوئی بیٹا نہیں.... نہ وہ کسی سے جنا گیا.... وہ

ایک ہے.... اس کے برابر کا کوئی نہیں.... اس کا کوئی شریک نہیں۔“

”ایسی باتیں میرے ایک بزرگ کیا کرتے تھے۔“

”کک.... کیا مطلب.... کیسی باتیں؟“ انپکٹر جمشید نے

حیران ہو کر پوچھا۔

”جو آپ نے گاڈ کی شان میں کی ہیں.... ہم لوگوں کا عقیدہ تو

یہی ہے تاکہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے تھے.... لہذا خدا کو ہم ان کا باپ مانتے ہیں.... لیکن میرے والد کہا کرتے تھے.... ایسا نہیں ہے.. اللہ کا کوئی بیٹا نہیں.... اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں بھی لوگوں نے جب انہیں اللہ کا بیٹا کہنا شروع کیا تو انہوں نے اس بات کی فوراً نفی کر دی تھی اور فرمایا تھا.... خبردار.... میں اللہ کا بیٹا نہیں ہوں.... میں تو اس کا بندہ اور رسول ہوں.... لیکن ان کے اس خطبہ کو بھی لوگوں نے بھلا دیا.... اور ایسا سازش کے تحت ہوا.... انجیل بدل دی گئی.... اب جو بہت حد تک درست انجیل ملتی ہے.... وہ برناباس کی انجیل ہے.... اس میں یہ سارا ذکر ملتا ہے۔“

”ہاں! اس انجیل کا میں نے مطالعہ کیا ہے۔“ انسپکٹر جمشید بولے.... پھر انہوں نے چونک کر کہا۔

”تب تمہارے والد درست عقیدے پر تھے.... اور اسی انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی آمد کی پیش گوئی فرمائی تھی.... وضاحت کر دی تھی کہ میرے بعد آخری نبی آنے والے ہیں....“

”ہاں جناب! میرے والد یہ ذکر بھی کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے.... نبجانے وہ نبی کب آئیں گے.... کاش وہ میری زندگی میں آجائیں تو میں ضرور ان پر ایمان لے آؤں گا۔“

”وہ.... وہ یہ کہا کرتے تھے؟“ انسپکٹر جمشید چونک کر بولے۔

”جی ہاں! بالکل یہی کہا کرتے تھے۔“

”تب وہ ایمان پر اس دنیا سے رخصت ہوئے ہیں اور وہ

خوش خست تھے.... میں تمہیں بھی دعوت دیتا ہوں.... حضرت محمد ﷺ کا کلمہ پڑھ لو.... اسی میں نجات ہے۔“

”میرا جی بہت چاہتا ہے.... لیکن میں ان لوگوں میں رہ رہا

ہوں.... یہ سب عیسائی ہیں اور کسی مسلمان کو برداشت نہیں کرتے۔“

”ایمان کی خاطر قربانیاں تو دینا پڑتی ہیں.... مرنے کے بعد

اگر جہنم میں جلتا پڑے تو یہ زندگی کس کام کی....“

”اچھی بات ہے.... آپ مجھے کلمہ پڑھا دیں۔“

وہ خوش ہو گئے.... سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اس مقام پر وہ

ایک عیسائی کو مسلمان بنالیں گے.... چنانچہ اسے کلمہ پڑھایا گیا اسلام

کی موٹی موٹی باتیں بتائی گئیں.... اس کا نام تبدیل کیا گیا.... اب اس کا

نام محمد عثمان تجویز ہوا.... اسے اپنا یہ نام بہت پسند آیا.... پھر اس نے

کہا۔

”لوہ! اب آپ ان کا کیا کریں گے.... ان سب کا پروگرام تو

ہیرے حاصل کرنے کے بعد آپ لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنے

کا تھا....“

”وہ ہم سمجھ گئے تھے۔“ وہ مسکرائے۔

”پھر اب آپ کیا کریں گے۔“

”یہ ہمیں سب کو قتل کرنا چاہتے تھے.... لیکن ہم ایسا نہیں

کریں گے.... بلاوجہ خون بہانا ہمیں پسند نہیں۔“

”لیکن پھر یہ آپ کو نہیں چھوڑیں گے۔“

”ان کا کچھ کرنا تو پڑے گا.... پہلے آپ بتائیں.... آپ

ہمارے لئے کیا کر سکتے ہیں۔“

”جو آپ کہیں....“

”پہلے ہم ان سب کو باندھ لیں.... تاکہ ان کی طرف سے

کوئی خطرہ نہ رہے....“

انہوں نے جلدی جلدی سب کو باندھ دیا.... پھر وہ اطمینان

سے بیٹھ گئے۔

”ہاں! اب بتائیں.... یہ کون سا علاقہ ہے....“

”کیا مطلب.... کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ آپ کس

علاقے میں ہیں۔“

”نہیں.... دراصل ہم اس قلعہ میں قید تھے.... جو یہاں

سے کچھ فاصلے پر ہے۔“

”آپ.... آپ کا مطلب ہے.... کالے قلعہ میں....“ وہ

حیرت زدہ رہ گیا۔

”ہاں بالکل۔“ وہ لے۔

”لیکن وہاں سے تو آج تک کوئی زندہ نہیں نکل سکا۔“
 ”بس اللہ کی مہربانی سے ہم نکل آئے.... یہ کون سا ملک

ہے۔“

”جار شیا۔“ اس نے کہا۔

”جار شیا.... اوہ.... یہ تو زبردست اسلام دشمن ملک ہے۔“
 ”مسلمانوں کے تو یہ جانی دشمن ہیں.... اپنے ملک میں کسی

مسلمان کو برداشت نہیں کرتے.... اسی لئے تو یہ کسان ہمارے پاس
 آیا تھا.... اس نے آکر بتایا تھا کہ اس کے مکان میں کچھ مسلمان لوگ
 موجود ہیں.... جنہیں قلعے میں قید کیا گیا تھا.... کسی طرح وہ نکلنے میں
 کامیاب ہو گئے ہیں.... اور ان کے پاس چند ہیرے ہیں.... ان میں
 سے ایک ہیرا انہوں نے مجھے چیزوں کی قیمت کے طور پر دیا ہے....
 ہیرا دیکھ کر گمان ہوتا ہے کہ ان کے پاس اور ہیرے بھی ہوں گے....
 لہذا ہم وہ حاصل کر سکتے ہیں.... اور چونکہ وہ پہلے ہی قیدی ہیں... لہذا
 انہیں ہلاک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہوگا.... بلکہ ہم حکومت سے
 اور انعام حاصل کر سکتے ہیں۔“

”اوہ.... تو یہ بات ہے.... لیکن تم لوگ ہو کون.... کیا تم

ڈاکو ہو۔“

”نہیں.... ہم ڈاکو نہیں ہیں.... اپنے ملک کے شہری

ہیں.... دیہات میں رہتے ہیں.... ہمارا دیہات اس ملک کا گویا آخری

وہاں ہے.... اس کے آگے وہ قلعہ ہے اور پھر پہاڑ.... بلند و بالا پہاڑ.... جن کو آج تک کوئی سر نہیں کر سکا.... اور کوئی آج تک یہ بھی نہیں جان سکا.... کہ اس طرف کیا ہے.... یعنی پہاڑوں کے اس پار۔“

”کیوں.... کیوں نہیں جان سکا.... آج کل تو ہیلی کاپٹروں نے اس کام کو بہت آسان بنا دیا ہے۔“

”جی نہیں.... یہ کام وہ لوگ ہیلی کاپٹروں کے ذریعے سے بھی نہیں کر سکے۔ پہاڑوں کے اس پار کیا ہے.... یہ آج تک کوئی نہیں جان سکا.... اب تک نہ جانے کتنے جہاز اور ہیلی کاپٹر تباہ ہو چکے ہیں۔“

”تن نہیں۔“ ان کے منہ سے نکلا۔

”میں غلط نہیں کہہ رہا.... آپ نے یہ موڈائزائی اینگل کے بارے میں تو پڑھا ہوگا‘ سنا ہوگا۔“

”ہاں ہاں.... کیوں؟“

”جس قسم کی وہ ٹکون ہے.... سمندر میں.... اس قسم کی یہ دلدلی ہے.... پہاڑوں کے درمیان گہری ہوئی.... زیادہ ماہرین یہ اندازہ لگا سکے ہیں کہ پہاڑوں کے دوسری طرف ایک بہت گہری دلدلی ہے.... اس وادی کے باقی اطراف میں بھی اونچے پہاڑ ہیں.... گویا وہ مکمل طور پر پہاڑوں میں گہری ہوئی ہے.... اس قدر گہری ہے.... اس قدر گہری ہے کہ آج تک کوئی اندازہ نہیں لگا سکا.... نہ

اس کی گہرائی دیکھ سکا.... نہ وہاں کچھ نظر آتا ہے.... البتہ سائنس والوں کو۔ توں کی کوشش سے صرف یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اس وادی پر جب دھوپ کی شعائیں پڑتی ہیں.... تو وہاں کوئی چیز چمکتی ہوئی ہوتی ہے.... اور ان کا یہ خیال ہے کہ وہ وادی ضرور ہیروں کی وادی ہے.... لیکن وہاں تک کوئی پہنچ نہیں سکتا تو ہیرے کیسے حاصل کر سکتا ہے....“ وہ کہتا چلا گیا۔

”خیر.... تم اس وادی کی بات چھوڑو.... یہ بتاؤ.... ہم یہاں سے کیسے جاسکتے ہیں۔“

”جی.... کہاں ہے۔“

”جار شیا ہے۔“

”جار شیا ہے.... آپ جار شیا سے باہر جانا چاہتے ہیں۔“ اس

نے حیران ہو کر کہا۔

”ہاں! کیوں۔“

”ناممکن....“ اس نے پر زور انداز میں سر ہلایا۔

”کیا مطلب؟“ وہ سب ایک ساتھ بولے۔

بھو.... بھو.... ارے

وہ چند سیکنڈ تک اسے گھورتے رہے.... پھر انسپکٹر کا مران
مرزائے پوچھا۔

”آپ کیا کہنا چاہتے ہیں.... محمد عثمان۔“
”اچھا لگا.... آپ کا یہ کہنا۔“ وہ مسکرایا۔

”لیکن یہ بھی تو بتائیں.... آپ کا یہ کہنے سے کیا مطلب
ہے.... کیا ہم یہاں سے نہیں جاسکتے۔“

”نہیں.... جار شاید دنیا کے سرے پر ایک چھوٹا سا ملک
ہے.... چاروں طرف سے پہاڑوں سے گھرا ہے.... یہ پہاڑ عمودی
قسم کے ہیں.... ان پر نہ چڑھا جاسکتا ہے.... نہ اتر جاسکتا ہے.... ملک
سے باہر جانے کا صرف اور صرف ایک راستہ ہے.... جب آپ لوگ
اس راستے سے باہر جائیں گے تو آپ کو چیک کیا جائے گا.... اور آپ
پکڑے جائیں گے۔“

”وہ راستہ کون سا ہے.... کیسا ہے۔“

”سڑک کا راستہ.... ہمارے ہاں ہوائی جہاز نہیں ہیں.... نہ

سمندر ہے کہ لائنچوں اور سمندری جہازوں کے ذریعے سفر کیا جاسکے۔
 اس لے دے کے وہی ایک راستہ ہے.... راستہ پہاڑ کو کاٹ کر بنایا گیا
 ہے.... وہاں سے ایک وقت میں ایک گاڑی گزر سکتی ہے.... اور اس
 قدر زبردست پہرہ ہوتا ہے وہاں کہ بتا نہیں سکتا.... کوئی بھی چیز
 پینٹک کے بغیر نہیں جاسکتی.... آپ کو تو وہ کسی صورت میں نہیں
 ہانے دیں گے.... کیونکہ آپ کے پاس کاغذات نہیں ہوں گے....
 آپ سے پوچھا جائے گا.... آپ ملک میں داخل کیسے ہوئے.... اگر
 آپ کے پاس کاغذات نہیں تھے تو.... اس کا جواب کیا دیں گے آپ
 تھا "محمد عثمان یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا....

"وہ سوچ میں ڈوب گئے.... آخر فرزانہ بولی۔

"فرض کیا ہم انہیں بتاتے ہیں.... ہمیں قلعہ میں بند کیا گیا

تھا.... ہم وہاں سے نکل کر آرہے ہیں۔"

"وہ فوراً آپ کو گرفتار کر لیں گے... ملک کے حکمران کے

ہاتھ پیش کریں گے.... اور آپ سے پوچھا جائے گا.... آپ لوگ

قلعہ سے باہر کیسے نکلے.... پھر اس راستے کو بند کر کے آپ کو دوبارہ

قلعہ میں بھیج دیا جائے گا۔"

"لیکن کیوں.... کیا ہمیں آپ کی حکومت نے قلعے میں قید

کیا تھا۔"

"یہ مجھے معلوم نہیں.... یہ تو حکومت کا معاملہ ہے.... وہاں

کے ذمے داروں کو ضرور آپ لوگوں کے بارے میں معلوم ہے....
اور جب انہیں بتایا جائے گا.... آپ قلعے سے نکل آئے ہیں تو آپ کی
اور شامت آئے گی۔“

”تب پھر.... ان حالات میں ہم کیا کریں۔“ آصف نے

پوچھا۔

”میں کیا ہتا سکتا ہوں.... میں اس قسم کے کاموں کا ماہر نہیں
ہوں.... نہ کسی سے جوڑ توڑ کر سکتا ہوں.... اس وقت تک میں تو اپنے
استاد کا حکم مانتا رہا ہوں.... اور بس.... جو استاد نے کہہ دیا.... وہ کر
دیا۔“

”تم اسے استاد کیوں کہتے ہو.... کیا اس ملک میں سب کو
اسلحہ رکھنے کی اجازت ہے۔“
”نہیں.... پہلے استاد دراصل حکومت کے باغی گروہ سے
تعلق رکھتا تھا....“

”اوہ اچھا.... اب سمجھا.... مطلب یہ کہ اس سلسلے میں تم
ہمارے کام نہیں آسکتے۔“
”نہیں.... استاد اور اس کے ساتھی تو خود ملک سے باہر نہیں
جاسکتے۔“

”حکومت انہیں آزاد کس طرح رہنے دیتی ہے۔“ شوکی نے

پوچھا۔

”سیاسی جماعتیں آخر اپنے ملک میں ہی رہتی ہیں۔“

”ہوں.... اب کیا کریں بھئی۔“

”میں تو بس ایک بات بتا سکتی ہوں۔“ فرزانہ نے مسکرا کر

۱۱

”اور وہ کیا....“ وہ سب اس کی طرف مڑے۔

”ہم سب میں سے چند ایک نہایت آسانی سے اس ملک سے

ہرہا سکتے ہیں۔“

”اوہو.... کیسے.... یہ بھی تو بتاؤ نا۔“ خان رحمان نے چلا کر

۱۲

”ہاں.... جلدی بتاؤ.... مجھے بھوک لگی ہے۔“ پروفیسر

۱۳

”جی.... کیا کہا.... بھوک۔“ محمد عثمان نے چونک کر پوچھا۔

”ہاں! مجھے بھوک لگی ہے۔“

”اس مکان میں کھانے کے لیے بہت کچھ ہو گا۔“

”جانا ظہور بھائی.... ان کے ساتھ۔“ وہ بولے۔

ظہور مسکراتا ہوا چلا گیا۔

”کیا بات ہو رہی تھی۔“ خان رحمان نے ہنس کر کہا۔

”فرزانہ کا کہنا ہے.... ہم میں سے کچھ ضرور اس ملک سے

ہرہا سکتے ہیں....“

”ہاں فرزانہ وضاحت کرو.... کیسے۔“

اور جب فرزانہ نے خفیہ انداز میں بتایا کہ کیسے تو وہ سب بری طرح اچھلے....

”لیکن بھئی.... باقی لوگ جو یہاں رہ جائیں گے.... ان کا ہم کیا کریں گے....“

”ہاں! یہ تو ہے.... بلکہ سوچنے والی بات یہی ہے....“

”تب پھر میں بتاتا ہوں.... پہلے تجربہ کرتے ہیں.... ارے ہاں.... بھائی محمد عثمان.... آپ نے یہ نہیں بتایا کہ اس ملک سے نکلیں گے تو کہاں پہنچیں گے۔“

”آگے آزاد ریاستیں ہیں.... ایک ریاست شروع ہو کر ختم ہوتی ہے تو دوسری شروع ہو جاتی ہے.... وہاں کوئی پابندی نہیں.... ہر کوئی آجا سکتا ہے.... رنگ نسل اور تہذیب کی بھی کوئی پابندی نہیں.... ان ریاستوں میں سے آپ کسی بھی ملک جاسکتے ہیں.... بشرطیکہ اس ملک کے کاغذات آپ کے پاس ہوں۔“

”پاک لینڈ بھی جاسکتے ہیں؟“

”پاک لینڈ.... تو کیا آپ پاک لینڈ کے ہیں۔“

”ہاں بالکل۔“

”آپ بالکل جاسکتے ہیں.... میں بتا چکا ہوں.... ان ریاستوں سے کسی بھی ملک کا سفر کیا جاسکتا ہے.... اور کسی بھی ملک سے ان

ریاستوں میں آسکتے ہیں.... انہوں نے بالکل آزاد معاملہ کر رکھا ہے...
یعنی کوئی آئے، کوئی جائے.... کوئی کچھ خریدے.... کچھ بیچے.... ان
حکمرانوں کو بس اپنا ٹیکس وصول کرنا ہے.... انہیں ان کا ٹیکس مل
جائے.... انہیں کسی بات کی کوئی پروا نہیں۔“

”بہت خوب! کم از کم ہم میں سے تین آدمی ضرور یہاں سے
وہاں جاسکتے ہیں۔“ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

”لیکن کیسے.... آپ کے پاس تو جارشیا کے کاغذات ہی نہیں
ہیں۔“

”وہ ہم ابھی تیار کر لیتے ہیں۔“

”تیار کر لیتے ہیں.... جعلی کاغذات.... ناممکن.... کاغذات
کمپیوٹر پر چیک ہوتے ہیں۔“
”اور لوگ.... کیا وہ لوگوں کو بھی کمپیوٹرز پر چیک کرتے
ہیں۔“

”نہیں.... بھلا لوگوں کو کس طرح کر سکتے ہیں.... کاغذات
تو جب تیار ہوتے ہیں.... ان کو کمپیوٹر میں فیڈ کر دیا جاتا ہے.... اس
طرح ان سے چیک کیا جاسکتا ہے.... تمام انسانوں کو تو کمپیوٹر میں بند
نہیں کر رکھا انہوں نے۔“

”بہت خوب! تب ہم یہاں سے نکل سکتے ہیں.... لیکن سب
نہیں.... میرے قہر و قیامت کے آدمی تو آپ ہیں.... خان رحمان

کے جسم کا آدمی ان میں سے دیکھنا پڑے گا۔“ انہوں نے بندھے ہوئے دشمنوں کی طرف دیکھا۔

”آخر آپ کرنا کیا چاہتے ہیں.... میں کچھ سمجھا نہیں۔“
 ”ابھی سمجھ جائیں گے.... ویسے ہم یہ تو اطمینان رکھیں کہ آپ ہمارا ساتھ دیں گے۔“

”بالکل.... وہ تو میں اب ہر حال میں دوں گا.... اس لیے کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں۔“
 ”خدا کا شکر ہے۔“ وہ مسکرائے۔

پھر انسپکٹر کامران مرزا نے انسپکٹر جمشید کے چہرے پر محمد عثمان کا میک اپ شروع کیا.... میک اپ کی چیزیں وہ اپنی خفیہ جیبوں میں رکھتے ہی تھے.... دشمن ان چیزوں کو تلاش نہیں کر سکتا تھا.... چاقو کے بارے میں اسے معلوم تھا.... وہ انہوں نے ضرور نکال لیا تھا....
 ”یہ.... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں.... ادھر تو میرا چہرہ بننا جا رہا ہے۔“ دو گھنٹے بعد محمد عثمان نے چیخ کر کہا.... اس کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔

”اب جب آپ کے کاغذات میری جیب میں ہوں گے.... تو ہم یہاں سے باہر جاسکتے ہیں یا نہیں۔“

”اوہ.... اوہ.... میرا خیال ہے.... ضرور جاسکتے ہیں.... کیونکہ حلیے کی طرف وہ کوئی توجہ نہیں دیتے۔“

”کیا اپنے سیاسی دشمنوں کے حلیوں پر بھی کوئی توجہ نہیں دیتے۔“

”نہیں... یہاں کی سیاسی دشمنی ایسی نہیں... جیسی دوسرے ملکوں میں ہوتی ہے.... حکومت تو یہی پارٹی کرتی رہے گی.... جو کر رہی ہے.... سیاسی مخالف جو ہیں.... وہ صرف حکومت کے کاموں میں نقص تلاش کرتے ہیں.... اور حکومت کی کوشش ہوتی ہے کہ کوئی نقص تلاش کیا ہی نہ جاسکے۔“

”اوہ.... یہ تو بہت اچھی بات ہے پھر.... کاش ہمارے ملک میں بھی ایسی صورت ہوتی.... یہ اسلام کے مطابق لگتی ہے....“

”آپ کے ملک میں کیسی جمہوریت ہے۔“ محمد عثمان نے چونک کر پوچھا۔

”جب اسے بتایا گیا کہ ان کے ملک میں کیسی جمہوریت ہے تو وہ بہت حیران ہوا اور پھر پریشان ہو کر بول اٹھا۔“

”یہ.... یہ کیسی جمہوریت ہے.... ایسی جمہوریت تو دیکھی نہ سنی۔“

”یہ بس ہمارے ملک میں ملتی ہے.... یا پھر ہمارے پڑوسی ملک شارجہ میں.... وہ ہندو ملک ہے۔“

”یہ سن کر حیرت ہوئی... جمہوریت تو دراصل یہ ہے... جو ہمارے ہاں ہے۔“

”اس میں تو خیر کوئی شک نہیں۔“

اور پھر خان رحمان کے چہرے پر استاد کا میک اپ کیا گیا....
ان دونوں کے کاغذات انہوں نے اپنی اپنی جیبوں میں رکھ لئے۔
”میرا خیال ہے.... اب مجھے اور خان رحمان کو چل پڑنا
چاہیے.... محمد عثمان ہمیں اس راستے کے نزدیک چھوڑ آئے گا.... تم
گاڑی چلا لیتے ہونا بھائی۔“
”بالکل۔“ اس نے فوراً کہا۔

اور انہوں نے اپنے ساتھیوں کو خدا حافظ کہا اور وہاں سے
چل پڑے.... مسلسل تین گھنٹے کے سفر کے بعد وہ اس راستے کے
نزدیک پہنچ گئے.... عثمان کے چہرے پر اب اس کے ساتھیوں میں
سے ایک کا میک اپ کر دیا تھا.... اب گاڑی میں ایک شکل کے دو آدمی
دیکھے جاسکتے تھے....

”دونوں گاڑی سے اتر آئے.... محمد عثمان نے انہیں سارا
طریقہ اچھی طرح سمجھا دیا تھا.... چنانچہ اس جگہ سے انہوں نے ایک
ٹیکسی پکڑ لی.... اسے بیرونی راستے کی طرف چلنے کیلئے کہا.... راستے پر
پہنچ کر وہ ٹیکسی سے اترے.... اس جگہ پر وہ یا تو اپنی گاڑی پر جاسکتے تھے
یا پھر پیدل.... ٹیکسی ملک سے نکل کر باہر نہیں جاسکتی تھی.... گاڑیوں
کی قطار ایک طرف لگی تھی.... جبکہ پیدل سفر کرنے والے دوسری
طرف تھے.... وہ ان کی قطار میں لگ گئے۔

آخر ان کی باری آگئی.... انسپکٹر جمشید نے ایک نظر خان رحمان پر ڈالی.... ان کے چہرے پر کوئی گھبراہٹ نہیں تھی.... وہ مسکرا دیے.... خان رحمان بھی ان کے ساتھ رہتے ہوئے بہت پختہ ہو گئے تھے.... ان کے کاغذات کمپیوٹر پر چیک کئے گئے.... پھر انہیں دے دیے گئے.... وہ آگے بڑھ گئے.... کسی کو ان پر شک نہیں گزرا تھا.... پہاڑ کو کاٹ کر بنائے گئے راستے سے نکلے تو ٹیکسیاں وغیرہ بے شمار کھڑی نظر آئیں.... وہ ایک ٹیکسی کی طرف بڑھے۔

”لیکن جمشید.... ہمیں جانا کہاں ہے۔“

”مجھے تو کچھ معلوم نہیں.... فی الحال تو ہم کسی ہوٹل میں چلتے ہیں.... بہت بھوک لگی ہے.... ڈیووں میں بد خوراک مجھے بالکل پسند نہیں ہے.... لیکن مجبوری کی حالت میں کئی روز سے وہی کھانے پر مجبور تھے ہم.... لہذا پہلے کچھ کھالیں۔“

”اور ہمارے باقی سا تھی۔“ خان رحمان بولے۔

”کیا مطلب.... باقی سا تھی کیا؟“

”میرا مطلب ہے.... وہ بے چارے کیا کھائیں گے۔“

”بھئی اب وہ قلعہ میں بد نہیں ہیں.... محمد عثمان انہیں

ہر چیز کھلا پلا سکتا ہے۔“

”اوہ ہاں! یہ تو میں بھو.... بھو.... بھو.... ارے۔“ خان

رحمان کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا.... انسپکٹر جمشید نے چونک

کر ان کی طرف دیکھا.... یہ جس سمت میں دیکھ رہے تھے.... ان کی
نظریں اس طرف گئیں اور وہیں چپک کر رہ گئیں۔

☆....☆....☆

www.pakistanipoint.com

دھماکا

”سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں۔“ محمود کی آواز سنائی دی۔

”آرام۔“ فاروق نے فوراً کہا۔

”یار تمہیں تو ہر وقت بس آرام کی سوچتی رہتی ہے۔“ آفتاب جھلا اٹھا۔

”اور جناب کو؟“ فاروق نے اسے گھورا۔

”کام کی۔“ وہ مسکرایا۔

”جاؤ پھر.... محمد عثمان کے کھیت کے ساتھ چکر لگاؤ۔“ اس

نے منہ بتایا۔

”یہ کام نہیں.... ورزش ہوگی۔“

”اب تم سے کون مغز مارے....“ فاروق نے جھلا کر کہا۔

”فکر نہ کرو.... یہاں بہت لوگ ہیں....“

”دیکھو بھئی.... تم نے سب کو مغز مارے والا کہہ دیا

ہے۔“ فاروق نے ہانک لگائی۔

”کیا.... اس کی یہ جرأت۔“ وہ اچھل کر کھڑے ہو گئے....
آفتاب گھبرا گیا۔

”ارے ارے۔“ یہ کہتے ہوئے وہ بھی اچھل کر کھڑا ہو گیا
اور بولا۔

”اس کا تو چل گیا ہے دماغ.... اب تم سب کا چلا کر رہے
گا۔“

”کک.... کیا.... کیا چلا کر رہے گا۔“ پروفیسر داؤد بے
خیالی کے عالم میں بولے۔

”جی.... دماغ۔“

”اوہ اچھا.... ہائیں.... کیا مطلب.... کیا کہا۔“
”جی کچھ نہیں.... اصل میں محمود نے ایک سوال اٹھایا

ہے۔“

”ارے تو اس بے چارے کو اٹھانے کی ضرورت ہی کیا ہے..
بیٹھا رہنے دو۔“ پروفیسر داؤد نے منہ بنایا۔

”یہ ٹھیک ہے۔“ انسپکٹر کامران مرزا ہنسے.... پھر ان سب
سے بولے۔

”بیٹھ جاؤ بحثی... بات بے بات اچھل کر کھڑے نہ ہو جایا
کردو.... تم تو اس طرح لڑنے لگے ہو.... جیسے دود شمن ملکوں کی
فوجیں۔“ یہ الفاظ انہوں نے برا سامنے بنا کر کہے۔

اس پر وہ بیٹھ گئے.... بیٹھتے ہی محمود نے پھر کہا۔

”لیکن انکل.... سوال تو اپنی جگہ رہا۔“

”اوہ ہاں! میں تمہارے سوال پر غور کر رہا ہوں.... کچھ

کرنے سے پہلے ہمیں یہ سوچنا ہے کہ ہماری منزل کیا ہے.... کیا ہم

اپنے ملک جانا چاہتے ہیں.... اگر بات یہی ہے.... تب تو پھر اس کا

جائزہ لینے کے لئے انسپکٹر جمشید جاچکے ہیں.... اور وہ کچھ کر کے ہی

لوٹیں گے.... ان کے آنے پر اس بارے فیصلہ کیا جائے گا.... رہ گئے

ہم یہاں.... ہمارے لئے اس جگہ کوئی کام نہیں ہے....“

”میرا مطلب ہے انکل.... پپ پہاڑ۔“ محمود نے کہنا چاہا...

لیکن پھر کہتے کہتے رک گیا۔

”کیا کہا.... انکل پہاڑ.... دیکھا انکل آپ نے.... اس نے

آپ کو انکل پہاڑ کہہ دیا ہے۔“ آصف نے منہ بیٹایا۔

”میرا خیال ہے.... اس نے بات درمیان میں چھوڑ دی

ہے۔“

”ہوں.... واقعی.... خیر.... اچھا۔“ آصف بول اٹھا۔

”کیا بات ہے بھئی.... ہوں واقعی اچھا خیر۔“ فرزانہ جل

گئی۔

”میرا مطلب ہے.... فاروق پہلے اپنی بات پوری کر لے۔“

”کیوں نہ ہم پہاڑوں کے اس پار بھی اس گرم وادی میں

اترنے کی کوشش کریں۔“

”اس کی کیا ضرورت ہے۔“ پروفیسر داؤد نے بے کھلا کر کہا...
پہاڑے اترنا نہیں حد درجے خوفناک لگتا تھا۔

”واقعی اس کی ضرورت نہیں.... جب تک ہمیں ہمارا کیس
مجبور نہ کرے.... ہم اس خوفناک جگہ پر کیوں اتریں.... اور پھر
ہمارے ساتھ ہمارے دو ساتھی نہیں ہیں.... جب وہ آئیں گے اور ہم
انہیں یہاں نہیں ملیں گے تو وہ ابھجن محسوس کریں گے.... دوسرے
یہ کہ اس وقت ہمارا اصل مسئلہ اپنا ملک ہے.... ہمارا ملک اس وقت
جعلی حکمرانوں کے قبضے میں ہے.... ملک کو ان سے چھڑانا پہلا کام
ہے۔“

”لیکن ہم سب کس طرح یہاں سے جا سکیں گے بھلا۔“
”انسپیکٹر جمشید یہی کام تو کرنے گئے ہیں۔“ وہ مسکرائے۔
عین اس وقت محمد عثمان پریشانی کے عالم میں گھر میں داخل

ہوا۔

”وہ.... وہ.... وہ۔“

”تین دفعہ وہ کہنے سے بہتر تھا.... آپ کہتے تین بار وہ۔“

فاروق نے منہ ہٹایا۔

انسپیکٹر کامران مرزا نے اسے گھور کر دیکھا.... پھر اس کی

طرف مڑے۔

”ہاں! محمد عثمان.... کیا بات ہے۔“

”فوج کا ایک دستہ میرے گھر کی طرف بڑھ رہا ہے۔“

”کیا مطلب.... فوج کا دستہ.... کیا پہلے بھی یہاں فوجی دستہ

آتا رہتا ہے۔“

”جی نہیں.... کبھی نہیں....“ اس کے چہرے کا رنگ زرد

پڑتا جا رہا تھا۔

”آپ خود کو سنبھالیں.... آپ کی یہ حالت دیکھ کر فوجی شک کریں گے۔“

”مم.... میں اب کیا کروں گا۔“

”پورے حوصلے اور سکون سے ان کی باتوں کا جواب دیتے

رہیں.... ہم کھیت میں جا رہے ہیں۔“

”کیا خبر انہیں کسی طرح آپ لوگوں کے بارے میں پتا چلے

گیا ہو.... اگر ایسا ہے.... تو وہ مجھ سے پوچھیں گے.... آپ لوگ

کہاں گئے.... اس سوال کا جواب مجھے کیا دینا ہو گا۔“

”کوئی حرج نہیں.... آپ انہیں ہمارے بارے میں بتا دیجئے

گا.... یہی کہ ہم کھیت میں چھپے ہوئے ہیں.... اس طرح آپ صاف ج

جائیں گے اور ہمارے کام آسکیں گے۔“

”اچھا۔“ اس نے فکر مند ہو کر کہا۔

”آپ اگر زیادہ پریشان ہیں تو پھر اس کا ایک حل اور ہے...“

”اور وہ کیا۔“

”ہم آپ کو بھی باندھ کر اس کمرے میں ڈال دیتے ہیں....
جس میں آپ کے سابقہ ساتھی بند ہیں....“

”اس سے کیا ہوگا.... وہی ساتھی تو اب بھانڈا پھوڑ دیں
گئے.... کہ اب میں عیسائی نہیں رہ گیا.... مسلمان ہو گیا ہوں۔“

”تب پھر ڈرنے اور گھبرانے کی ضرورت نہیں.... ہم آپ
کے پوری طرح ساتھ ہیں.... آپ ہمارے ساتھ کھیت میں چلیں۔“
”اوہ ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔“ اس نے خوش ہو کر کہا۔

وہ پچھلے دروازے سے نکل کر کھیت میں داخل ہو گئے....
کھیت میں اس وقت گنے لگے ہوئے تھے اور ان میں وہ آسانی سے چھپ
سکتے تھے....

پھر انہوں نے دستے کو اس کے گھر میں داخل ہوتے
دیکھا.... جلد ہی محمد عثمان کے سابقہ ساتھی گھر سے باہر آتے نظر
آئے.... ان میں سے استاد نے بلند آواز میں کہا۔

”وہ لوگ ضرور گنے کے کھیت میں چھپے ہوئے ہیں.... اور وہ
ہاں جا سکتے ہیں.... لیکن کیپٹن سام.... وہ بہت چالاک لوگ ہیں۔“

”کوئی بات نہیں.... ہم ان کی ہر چالاک کی جواب دیں
گے۔“ فوجی آفیسر کی آواز سنائی دی۔

انہوں نے ان کی باتیں سنیں اور فکر مند ہو گئے.... کیونکہ

دستہ کافی بڑا تھا.... پھر بھی وہ اس کا مقابلہ کر سکتے تھے.... لیکن.... وہ اس سرزمین پر اس ملک کے لوگوں کو بلاوجہ ہلاک نہیں کرنا چاہتے تھے.... اس طرح معاملہ اور سنگین ہو جاتا.... پورے ملک کی فوج اور پولیس ان کے پیچھے لگ جاتی.... فی الحال انہیں تو اس بات پر بھی حیرت تھی کہ آخر انہیں کس طرح ان کی اس جگہ موجودگی کا پتا چل گیا.... اچانک ایک آواز ابھری۔

”ہم جانتے ہیں.... تم لوگ کھیت میں ہو.... ہاتھ اوپر اٹھا کر باہر نکل آؤ.... ورنہ ہم اس پوری فصل کو تباہ کر دیں گے.... لیکن تمہیں نہیں چھوڑیں گے.... تم لوگوں کے بارے میں ہدایات مل چکی ہیں.... کہ جیسے بھی ہو.... تمہیں گرفتار کرنا ہے.... اگر گرفتار کرنے میں کامیابی نہ ہو تو ہلاک کر دینے کا حکم ملا ہے.... ہم جانتے ہیں.... جن لوگوں کو تم نے باندھ رکھا تھا.... ان کی رائفلیں تمہارے پاس ہیں.... لیکن کب تک تم میدان میں مقابلہ کر سکو گے.... بھاگنے کی تو یہاں کوئی جگہ نہیں۔ لہذا مشورہ یہی ہے کہ ہاتھ اٹھا کر باہر آ جاؤ۔“

انہوں نے انسپکٹر کامران مرزا کی طرف دیکھا.... ان کے چہرے پر اب بھی مسکراہٹ تھی۔ آخر انہوں نے بلند آواز میں کہا۔
 ”ہم آرہے ہیں۔“

”بہت خوب۔“ کیپٹن سام نے خوش ہو کر کہا۔

انہوں نے ہاتھ اوپر اٹھادیے.... اور کھیت سے نکل آئے...
 فوجیوں نے فوراً ان کے گرد گھیرا ڈال دیا.... ان کی رائفلیں لے لی
 گئی.... پھر انہیں پہلے محمد عثمان کے مکان میں لایا گیا....

”بیٹھ جائیں آپ سب۔“ کیپٹن نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔
 وہ بیٹھ گئے.... فوجی بدستور ان کے گرد کھڑے رہے....
 اب کیپٹن نے محمد عثمان کے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔
 ”کیا یہ پورے ہیں۔“

”نہیں.... ان میں سے دو میل اپ میں راستہ کی طرف گئے
 ہیں.... ان کے پاس اس کے اور میرے کاغذات بھی ہیں۔“ استاد نے
 کہا۔

”نہیں.... اس طرح تو وہ ملک سے نکل جائیں گے۔“

”شاید نکل بھی چکے ہوں۔“

”کوئی پرداہ نہیں.... ہم راستے کے باہر سے بھی پکڑ کر اندر
 لے آئیں گے۔“ وہ مسکرایا۔

پھر موبائل کے ذریعے کسی کو پیغام دینے لگا.... اس نے یہ
 پیغام خفیہ آواز میں دیا.... گویا اس نے انسپکٹر جمشید اور خان رحمان کے
 بارے میں بتا دیا تھا.... اب وہ ان کی طرف مڑا۔

”تم لوگوں کے قلعے سے باہر نکلنے کی خبر میں نے حیران
 ہو کر سنی.... لیکن اس ملک کے حکمران اور دوسرے لوگ نہت زیادہ

حیران ہوئے ہیں.... سبھی کا خیال یہی تھا کہ تم باہر نہیں نکل سکو گے اور ایڑیاں رٹ رٹ کر مر جاؤ گے۔“

”بس جی.... ابھی وقت نہیں آیا تھا۔“ فاروق نے مسکرا کر

کہا۔

”وہ آجائے گا.... گھبراؤ نہیں۔“

”پر دگر ام کیا ہے۔“

”تم لوگوں کی تعداد پوری ہونے پر بتائیں گے.... فی الحال

تم ایک کمرے میں آرام کرو۔“

انہیں کمرے میں بند کر دیا گیا۔

”مجھ کو یہ پہلے انسپکٹر جمشید اور خان رحمان کو گرفتار کریں گے“

پھر کوئی قدم اٹھائیں گے۔“

”لیکن کیا.... کیا قدم اٹھائیں گے۔“

”پتا نہیں.... لیکن یہ ہمیں ہمارے ملک تو ہرگز نہیں جانے

دیں گے۔“

”جب کہ ہمارے لئے وہاں جانا حد درجے ضروری ہے۔“

”شاید اس بار ہم برے پھنسے ہیں.... پہلے تو قلعہ میں کچھ

نہیں تھا.... پھر باہر نکلے تو ہر مقام پر رکاوٹ پیش آرہی ہے.... اس

وقت ہم اس لیے بھی کچھ کرنے کے قابل نہیں ہیں کہ ہمارے ساتھی

ہم سے الگ ہیں۔“ انسپکٹر کامران مرزا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کم از کم آپ تو ایسی باتیں نہ کریں انکل۔“ شوکی کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

”کیا مطلب.... کیسی باتیں۔“

”یو کھلا دینے والی گھبرادینے والی اور ڈرا دینے والی اور....“
 ”بس بھئی.... اتنا ہی کافی ہے.... کافی وضاحت ہو گئی۔“

انسپیکٹر کامران مرزا نے برا سامنہ بنایا۔

”واہ.... کیا بات کہی.... کافی۔“ پروفیسر داؤد بول اٹھے۔
 ”جی.... کیا مطلب.... میں نے کون سی خاص بات کہہ دی
 پروفیسر صاحب۔“ انسپیکٹر کامران مرزا کے لہجے میں حیرت تھی۔
 ”کافی والی.... کافی پینے کو جی چاہئے لگا ہے.... لیکن یہاں
 کافی کہاں۔“ ان کے لہجے میں حسرت تھی۔

”پتا کرتا ہوں۔“ وہ مسکرائے۔

”کیا مطلب انکل.... کیا پتا کرتے ہیں۔“

”یہ کہ ہمیں کافی پلا سکتے ہیں یا نہیں۔“

”آپ بھی کمال کرتے ہیں.... یہ بھلا ہمیں کیوں پلانے لگے
 کافی.... ہم کوئی ان کے مہمان ہیں۔“ فرزانہ بے ساختہ ہنس پڑی۔
 ”مہمان نہ سہی.... قیدی تو ہیں اور قیدیوں کے بھی حقوق
 ہوتے ہیں۔“

یہ کہہ کر وہ دروازے سے جا لگے.... تین بار ہاتھ دروازے

پر مارا.... آخر باہر سے کہا گیا....

”کیا ہے.... دروازہ توڑنے کا ارادہ ہے کیا؟“

”نہیں۔“ وہ بولے۔

”تب پھر.... یہ ٹھک ٹھک کیوں ہو رہی ہے۔“

”آپ ہمیں اپنے قیدی مانتے ہیں یا نہیں۔“

”کیا مطلب.... یہ کیا بات ہوئی۔“

”ہم آپ کے قیدی ہیں یا نہیں۔“

”وہ تو تم لوگ ہو.... اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔“

”تو کیا قیدیوں کا خیال رکھنا.... آپ کی ڈیوٹی نہیں۔“

”اوہو اچھا.... کیا چاہتے ہیں آپ لوگ.... دروازہ کھول

دیں تاکہ آپ پھر سے اڑ جائیں۔“

”پہلی بات تو یہ جناب کہ ہم پرندے نہیں ہیں.... کہ پھر

سے اڑ جائیں گے دوسرے یہ کہ ہم آپ سے دروازہ کھولنے کے لیے

کہہ بھی نہیں رہے۔“

”تب پھر.... تم کیا کہنا چاہتے ہو۔“

”ایک چھوٹی سی خواہش ہے.... وہ بھی ہم سب کی نہیں....

ہم میں سے صرف ایک کی....“

”کیا مطلب.... کیسی خواہش۔“

”ایک کپ کافی کی خواہش۔“

”کیا مطلب یہ کیا بات ہوئی ایک کپ کافی کی خواہش۔“

”آپ ہمارے ایک ساتھی کو ایک کپ کافی پلا دیں آپ کی بہت مہربانی ہوگی۔“

”دماغ تو نہیں چل گیا“

”جی نہیں یہ ابھی نہیں چلا جب چلا، آپ کو بتا دیں گے۔“

”ضرورتاً لوگوں کا دماغ خراب ہے۔“

”بالکل غلط اندازہ ہے آپ کا ہمارا دماغ کیوں خراب ہے آخر ہم آپ کے قیدی ہیں۔“

”ارے تو قیدیوں کو کون کافی پلاتا ہے۔“

”اچھا کمال ہے تو اوہر قیدیوں کو کافی نہیں پلائی جاتی۔“

ان کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی، ان کے انداز پر انہیں بے تحاشہ ہنسی آگئی، لیکن انہوں نے ہنسی کا گلا گھونٹ دیا ورنہ باہر والے سن لیتے۔

”کک کیا مطلب کیا تم لوگوں کے ملک میں

قیدیوں کو کافی پلائی جاتی ہے۔“

”آپ ایک کافی کی بات کرتے ہیں؟“ وہ اور زیادہ حیران ہو

کر ہوئے۔

”تب پھر میں کس کس کی بات کروں۔“

”کوئی ضرورت نہیں.... کوئی بات کرنے کی.... آپ بس

چپ چاپ اندر بیٹھے رہیں۔“

”ایک کپ کافی نہ ملا تو ہم وہ اودھم مچائیں گے کہ آپ

لوگوں کو اپنی نانی یاد آجائے گی۔“

”کیا مطلب.... کون یاد آجائے گی۔“

”نانی.... گرینڈ مڈر۔“

”لیکن وہ کیوں یاد آجائیں گی.... ان کا اس معاملہ سے کیا

تعلق.... اور پھر انہیں تو مرے کتنا عرصہ ہو گیا.... وہ تو اب یاد

کرنے پر بھی یاد نہیں آئیں گیں۔“ باہر سے کہا گیا۔

ان کا دماغ گھوم گیا.... کم سخت ہر بات کا فوراً جواب دے

رہے تھے.... آخر انسپکٹر کا مران مرزا نے تنگ آ کر کہا۔

”اگر آپ لوگوں کو اس تجویز سے اتفاق نہیں ہے تو ایک اور

تجویز پیش کر سکتا ہوں۔“

”اور وہ کیا.... اور یہ تجاویز پر تجاویز کیوں پیش کر رہے

ہیں.... ان بے چاریوں کا اس معاملے سے آخر کیا تعلق۔“

”کن بے چاریوں کی بات کر رہے ہیں بھائی۔“ محمود نے

حیران ہو کر کہا۔

”تجاویز کا۔“ باہر سے کہا گیا۔

”اپنی طرف کے لگتے ہو وہ سنت۔“

”نہیں تو.... میں تو اس طرف کا لگتا ہوں۔“
انہیں ہنسی آگئی.... باہر کوئی انہی جیسی طبیعت کا آدمی موجود

تھا۔

”تو آپ ایک کپ کافی نہیں بھجوا سکتے ہیں۔“
”ہمیں کیا ضرورت ہے.... تم ہمارے کیا لگتے ہو۔“
”قیدی۔“ انہوں نے فوراً کہا۔

”ہم قیدیوں کو گھاس ڈالنے کے عادی نہیں ہیں۔“
”گھاس ڈالنے کے لیے کون کم سخت کہہ رہا ہے آپ کو۔“
انسپکٹر کامران مرزا نے برا سامنہ بنایا۔

اور وہ بے ساختہ مسکرا دیے.... اتنے میں باہر سے ایک
خوفناک آواز سنائی دی۔

”یہ کیا ہو رہا ہے.... تمہیں ان لوگوں سے بات چیت کرنے
کی اجازت کس نے دی....“

ان الفاظ کے ساتھ ہی ایک خوفناک دھماکہ ہوا.... اور ایک
ہولناک چیخ سنائی دی۔ وہ اس قدر لرزہ خیز تھی کہ ان کے رونگٹے
کھڑے ہو گئے۔

☆....☆....☆

ٹپ

”یہ.... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔“ انسپکٹر جمشید کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا۔

”یہی میں کہنے والا تھا۔“ خان رحمان نے فوراً کہا۔

”تو پھر کہہ کیوں نہیں دیا۔“ انہوں نے منہ بنایا۔

”اب کہہ دیتا ہوں.... یہ.... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔“ خان رحمان مسکرائے۔

”کہیں ہم ان کے انداز میں باتیں تو نہیں کرنے لگ گئے

ہیں۔“ انسپکٹر جمشید نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا وہ اب بھی اسی سمت دیکھ رہے تھے....

”کک.... کن کے انداز میں۔“

”ارے ارے.... وہ.... وہ نکلا جا رہا ہے۔“ انسپکٹر جمشید نے

چبھ کر کہا اور پھر بے تحاشہ ایک ٹیکسی کی طرف دوڑ پڑے.... آس

پاس کے لوگ بوکھلا کر ان کی طرف دیکھنے لگے.... لیکن جب تک وہ

اس ٹیکسی کی طرف دوڑتے.... وہ روانہ ہو چکی تھی....

وہ واپس پلٹے 'خان رحمان موقع کی نزاکت کو بھانپ کر ٹیکسی میں بیٹھ چکے تھے۔

”کیا معاملہ ہے جناب۔“ ان کے ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔

”اس ٹیکسی میں ہمارے ایک ٹھہرے ہوئے دوست ہمیں

اچانک نظر آگئے ہیں.... کیا آپ ان کو پکڑ سکتے ہیں۔“

”پکڑ تو سکتا ہوں.... لیکن یہاں تیز رفتاری پر بھاری جرمانہ

ہو جاتا ہے۔“

”میں دو گنا جرمانہ ادا کروں گا.... یعنی جرمانہ کا ایک حصہ آپ

کا ہو گا۔“

”اوہ.... تب تو ٹھیک ہے۔“

اسی وقت انسپکٹر جمشید آگئے اور چھلانگ لگا کر ٹیکسی میں بیٹھ

گئے۔

”یہ.... یہ کیا.... یہ آپ ٹیکسی میں کیسے بیٹھے ہیں۔“

”کیوں.... کیا ہوا؟“ خان رحمان بولے۔

”اس طرح تو کوئی ماہر ترین آدمی ہی بیٹھ سکتا ہے۔“

”چلو بھائی.... آپ انہیں تھوڑی دیر کے لیے ماہر ترین

خیال کر لیں۔“ خان رحمان ہنسے۔

”لیکن تھوڑی دیر کے لیے کیوں؟“ انسپکٹر جمشید نے انہیں

گھورا۔

”اوہ اچھا خیر.... بھائی تم انہیں مستقل طور پر ماہر خیال کر لو.... میں تین گنا جرمانہ ادا کر دوں گا۔“ خان رحمان نے بوکھلا کر کہا۔

”کک.... کیا مطلب.... یہ تین گنا جرمانہ کیا۔“

”ان کا کہنا ہے کہ یہاں تیز رفتاری پر بھاری جرمانہ لیا جاتا ہے.... جب کہ ہمیں اس اگلی ٹیکسی کو ہر حال میں پکڑنا ہے۔“

”اوہو.... لیکن تین گنا جرمانہ والی بات کہاں سے نکل آئی.... وہ ابھی تو دو گنا کر رہے تھے۔“

”وہ میں ان سے پہلے کہہ چکا ہوں۔“

”اچھا یاں.... تمہاری تم، جانو۔“

پھر ان کی ٹیکسی تعاقب کرتے ایک بڑے ہوٹل کے سامنے
رکی....

”وہ آپ کے دوست اس ہوٹل میں گئے ہیں.... جب میں نے موڑ مڑا تھا.... تو وہ ٹیکسی سے اتر رہے تھے....“

”دیکھو بھائی.... جھوٹ نہ بول دینا.... ہمیں ان کی بہت ضرورت ہے۔“

”اس میں جھوٹ کی کیا بات اور ہاں.... تین گنا جرمانہ....“

”بل کے ساتھ دیں۔“

”تین گنا جرمانہ.... لیکن بھئی.... آپ کا چالان کب

ہو۔“

”وہ اب ہو گا.... یہاں راستے میں روک کر سواری کو پریشان نہیں کیا جاتا.... اب جو نہی آپ اتریں گے۔ تعاقب میں آنے والا پولیس مین میرے سر پر ہو گا۔“

”اوہو اچھا....“

اور وہ ٹیکسی سے اتر آئے.... اسی وقت ایک پولیس سارجنٹ کی موٹر سائیکل اس کے پاس آ کر رکی۔

”کاغذات دکھاؤ جو ان.... بہت تیز آئے ہو.... آج کا جرمانہ تمہیں چھٹی کا دودھ یاد دلانے گا۔“

”نہیں سر....“ وہ مسکرایا۔

”کیا کہا.... نہیں سر۔“

”ہاں سر۔“ اس نے فوراً کہا۔

”یہ کیا بات ہوئی.... کبھی کہتے ہو نہیں سر.... کبھی کہتے ہو

ہاں سر.... شاید جرمانے کے خیال سے دماغ گھوم گیا ہے۔“

”نہیں سر.... آج کا جرمانہ یہ دیں گے.... بلکہ جرمانے کا

ایک حصہ یہ مجھے دیں گے۔ آپ جرمانے کی رقم بتائیں۔“

”پچاس ڈالر۔“

”نکال لے جناب.... عام طور پر پچیس ڈالر جرمانہ ہوتا ہے....

یہ انہوں نے دوگنا کر دیا.... آپ ہتھتر ڈالر ادا کر دیں باقی رہ گیا

کر ایہ.... اس کے صرف دس ڈالر ادا کرنے ہیں۔“

”نقدِ رقم تو ہمارے پاس نہیں ہے....“

”ارے تو کیا ہوا چیک دے دیں۔“

”وہ بھی نہیں ہیں....“

”تب تو آپ میرے جرمانے کی رقم ٹیل کی رقم اور زائد رقم کس طرح ادا کریں گے۔“

”میرے پاس ایک نگینہ ہے.... اس کی قیمت اس سے کہیں زیادہ ہے.... جو آپ نے بتائی ہے.... وہ میں آپ کو دے دیتا ہوں.... آپ دونوں اس کو فروخت کر کے اپنی اپنی رقم پوری کر لیں.... باقی جو زائد ملیں گے.... وہ نصف نصف بانٹ لیں۔“

”سر.... یہ ہمیں چکر دے رہا ہے۔“

”تو انہیں ہند کر دیتے ہیں.... جب ان کا کوئی رشتہ دار جرمانہ ادا کر دے گا.... ہم انہیں چھوڑ دیں گے۔“

”نہیں جناب! میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں.... پہلے آپ نگینہ فروخت کر لیں.... پھر مجھے یہاں اتار دیں۔“ وہ بولے۔
”اور تمہارا یہ ساتھی۔“

”یہ یہیں.... اس دوست کی تلاش میں اندر جائیں گے.... میں بعد میں یہاں آؤں گا۔“

”میرا خیال ہے.... یہ تجربہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔“
سار جنٹ نے کہا۔

”چلیے پھر.... آپ اندر جا کر انہیں تلاش کر لیں۔“ خان

رحمان نے کہا۔

”ہاں! یہ ٹھیک رہے گا....“

وہ دونوں انہیں لے کر چلتے بنے.... ادھر انسپکٹر جمشید ہوٹل میں داخل ہوئے.... ہوٹل بہت بڑا اور شاندار تھا اور اس میں کسی کو تلاش کرنا آسان نہیں تھا.... وہ سوچ میں ڈوب گئے.... آخر کاؤنٹر کی طرف بڑھے۔

”معاف کیجئے گا....“ وہ بولے۔

”معاف کیا.... آپ حکم کریں۔“

”میرے ایک دوست آپ کے ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں.... لیکن وہ مجھے اپنے کمرے کا نمبر نہیں بتا سکے.... کیا آپ اس سلسلے میں میری مدد کر سکتے ہیں۔“

”اوہ ضرور.... کیوں نہیں.... آج کل تو ہر چیز کمپیوٹر میں فیڈ کر دی جاتی ہے.... کیا نام ہے.... آپ کے دوست کا.... ٹپ تو ملے گی نا۔“

”ہاں ضرور.... کیوں نہیں۔“ وہ مسکرائے۔

پھر انہوں نے دوست کا نام بتایا۔

”کمرہ نمبر 741 لفٹ کے ذریعے نویں منزل پر چلے

جائیں۔“

”بہت بہت شکر یہ.... میرے پاس اس وقت ٹوٹے ہوئے
پیسے نہیں ہیں.... میں واپسی پر آپ کی ٹپ ضرور دوں گا۔“
”یہ تو وعدہ خلافی ہو گی.... نمبر پوچھنے سے پہلے آپ نے یہ
کیوں نہیں بتایا۔“

”تو کیا اس صورت میں آپ کمرے کا نمبر نہ بتاتے۔“
”بالکل نہیں....“

”اچھی بات ہے.... میں آپ کی ٹپ نقد ادا کر دیتا ہوں۔“
یہ کہہ کر انہوں نے ایک خفیہ جیب میں انگلی داخل کی اور
جب ان کی انگلی باہر نکلی.... تو اس میں پختے کے برابر ایک ٹنگ تھا۔
”یہ لیں۔“

”یہ.... یہ کیا۔“ اس نے حقارت بھری نظروں سے اس
ٹنگ کو دیکھا۔

”یہ بہت قیمتی چیز ہے۔“
”یہ چکر کسی اور کو دیں.... آپ کے پاس جو بڑے سے بڑا
نوٹ ہے.... وہ دے دیں۔ میں بتا دے دوں گا۔“

”آپ پہلے اس ٹنگ میں سے بتا دیں۔“ انہوں نے منہ بنایا۔
”کیا مطلب.... یہ تو ایک پیسہ کا بھی نہیں۔“

”کیا یہاں کوئی جوہری ہے۔“ انہوں نے ہال کی طرف دیکھ
کر سوالیہ انداز میں پوچھا۔

”جوہری تو ہمارے ہوٹل کے منیجر بھی ہیں۔“

”یہ انہیں دکھائیں۔“

”کیا مطلب۔“

”جو کہا ہے کریں۔“ ان کا لہجہ سرد ہو گیا۔

وہ چونک گیا.... کانپ گیا.... اس نے فوراً ایک بیرے سے

کچھ کما۔ بیر اتیر کی طرح گیا اور ایک دہلے پتلے.... اور بالکل ننھے سے

آدمی کو لے کر وہاں آ گیا۔

”کون ہے.... جو میرے ملازموں کو ڈرا دھمکا رہا ہے۔“

”یہی ہے سر۔“ کلرک نے ان کی طرف اشارہ کیا۔

”سر.... کیا معاملہ ہے۔“

”ٹپ کا معاملہ ہے جناب۔“

”ٹپ کا معاملہ ہے.... کیا مطلب۔“ اس نے چونک کر کہا۔

”ہاں جناب! ٹپ کا معاملہ.... میں نے ان سے اپنے ایک

دوست کا پتا پوچھا.... جو ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہے.... انہوں نے کہا یہ

کمرے کا نمبر تو بتا دیں گے.... جب میں ٹپ دوں گا.... میں نے کہا

ضرور دوں گا.... سو انہوں نے کمرہ کا نمبر بتا دیا.... میرے پاس نقد

رقم ہے نہیں.... میں ٹپ کی صورت میں انہیں یہ تگ دے رہا تھا....

اب یہ کہنے لگے کہ میں وعدہ خلافی کر رہا ہوں.... کیا یہ وعدہ خلافی ہے

جناب.... میں نے ان سے کہا کہ یہ کسی جوہری کو دکھالیں.... اس پر

کہنے لگے.... جوہری تو ہمارے فیجر صاحب بھی ہیں۔“
 ”ہاں کیوں نہیں.... لیکن ذرا دکھاؤ.... ابھی تمہارے
 جھوٹ اور سچ کا پول کھل جائے گا۔“
 ”شکریہ جناب۔“ انسپکٹر جمشید مسکرا دیے۔

اس نے نگ لے لیا.... اس کو الٹ پلٹ کر دیکھا.... اچانک
 اس کی آنکھوں میں ایک زبردست چمک پیدا ہوئی.... اس نے کانپتی
 آواز میں کہا۔

”یہ ٹپ منظور ہے.... آپ اپنے دوست سے مل لیں۔“
 ”شکریہ جناب....“ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے۔

”ایک منٹ ٹھہریں.... میرا آپ کو چھوڑ آتا ہے۔“
 ”اچھا۔“ یہ کہہ کر انہوں نے کلرک کی طرف دیکھا.... اب
 اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اور شاید وہ بچھتا رہا تھا کہ
 کیوں اس نے نگ چپ چاپ نہیں لے لیا.... وہ جان گیا تھا کہ نگ
 بہت قیمتی ہے اور اب فیجر کم از کم اسے تو دے گا نہیں۔
 میرا نہیں اوپر لے آیا.... انہوں نے کمرہ نمبر 741 کے
 دروازے پر دستک دی۔ اندر سے فوراً کہا گیا۔

”اندر آجائیں.... دروازہ کھلا ہے۔“

وہ اندر داخل ہوئے.... منور علی خان منہ دوسری طرف
 کیے کھڑے بالوں میں کنگھی کر رہے تھے۔

”جی فرمائیے.... کیا خدمت کر سکتا ہوں۔“

”اوہر دیکھ لیں.... یہی خدمت بہت ہو جائے گی۔“

وہ اچھل کر مڑے اور چلائے۔

”ارے ہائیں.... یہ آپ ہیں.... نہیں.... میں سوچ بھی

نہیں سکتا۔“

• ”مجبوری ہے.... سوچنا پڑے گا۔“

”اوہ.... نہیں.... نہیں۔“ وہ پھر بولے.... اور اچانک ان

کی آنکھوں میں خوف پھیل گیا۔

”کیا بات ہے.... آپ کو کیا ہوا؟“

”آپ... آپ فوراً یہاں سے نکل جائیں.... پچھلے دروازے

سے نکل جائیں.... آئیے.... میں آپ کو لے چلتا ہوں۔“

”آخر بات کیا ہے....“

”آپ نے یہاں آ کر غلطی کی.... کیا آپ نے انہیں کوئی

ہیرا دیا ہے۔“

”ہاں! ایسا ہی ہے۔“

”اوہ.... یہی غلطی مجھ سے ہوئی تھی۔“

”کیا مطلب؟“

”میں جب یہاں پہنچا.... تو میرے پاس نقد رقم ختم ہو گئی

تھی.... میں نے ہوٹل کے فیجر سے مل کر ایک ہیرا لے دیا....“

”منور علی کے الفاظ درمیان میں رہ گئے.... اسی وقت دروازے پر زوردار دستک ہوئی تھی....“

”افسوس! ہم نے دیر کر دی.... اب آپ بھی میرے ساتھ پھنس گئے۔“

”آخر کیسے؟“ وہ بولے۔

عین اس لمحے پھر زوردار دستک ہوئی۔

☆....☆....☆

جارِ شیا

ہیرے جواہرت کے بازار میں پہنچ کر سار جنٹ نے ڈرائیور سے کہا:

”سوہو ٹاٹا کو بلا کر لے آؤ.... کہنا سار جنٹ باٹلے بلار ہے ہیں۔“

”سوہو ٹاٹا.... اس کی دکان کہاں ہے سر۔“

”الٹن.... وہ اس مارکیٹ کا دوا ہے.... اس کی دکان نہیں ہے.... دفتر ہے.... سیدھے چلے جاؤ.... سب سے آخر میں اس کا دفتر ہے.... ہر کوئی جانتا ہے۔“

”لیس سر۔“ اس نے کہا اور دوڑ لگا دی۔

”اب تم ٹیکسی چلاؤ۔“ سار جنٹ باٹلے نے خان رحمان سے کہا۔

”کیا مطلب؟“

”نہ میں سار جنٹ باٹلے ہوں.... نہ یہاں کوئی سوہو ٹاٹا رہتا ہے.... اب چلو.... ورنہ دماغ میں سوراخ کر دوں گا۔“

خان رحمان کا دماغ گھوم گیا۔

”لیکن آپ مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہیں۔“

”جہاں لے جانا چاہتا ہوں.... وہیں لے جاؤں گا.... فکر نہ

کرو.... اور کہیں نہیں لے جاؤں گا۔“

”اوکے۔ آپ کی مرضی.... کیا آپ کا تعلق پولیس سے

نہیں ہے۔“

”ہے.... تم فکر نہ کرو۔“

”جی اچھا.... اب نہیں کروں گا۔“ انہوں نے منہ بتایا۔

”کیا نہیں کرو گے۔“

”فکر اور کیا.... آپ ہی نے تو کہا تھا۔“

”اب چلو بھی.... وہ آجائے گا تو بلاوجہ شور مچے گا.... اگرچہ

اس کا شور بے کار جائے گا۔“

”جائے گا کیا.... شور تو پہلے ہی بے کار چیز ہے۔“ خان

رحمان نے کہا اور انہیں فاروق یاد آ گیا.... گویا وہ اس وقت فاروق کے

انداز میں بات کر رہے تھے۔

آخر انہوں نے ڈرائیونگ کی سیٹ سنبھال لی.... دوسرے

ہی لمحے وہ وہاں سے تیزی سے روانہ ہو گئے.... سارجنٹ نے راستا بتا

دیا۔

”آپ کا پروگرام کیا ہے۔“

”جہاں جانا ہے.... وہاں پہنچ کر بتاؤں گا۔“

”اور جانا کہاں ہے؟“

”جہاں جا کر بتانا ہے۔“

”اب میں کچھ نہیں پوچھوں گا۔“ وہ جھلا اٹھے۔

”اسی میں بہتری ہے آپ کی۔“ سار جنٹ نے طنزیہ انداز

میں کہا۔

”ڈرائیور جواب آپ کے خلاف رپورٹ درج کرائے گا۔“

”میرے نہیں.... آپ کے خلاف.... میں تو یہ بیان دوں

گا.... کہ میں جوہری کا انتظار کر رہا تھا.... کہ آپ ٹیکسی لے اڑے۔“

”ابھی آپ کہہ رہے تھے.... نہ میں سار جنٹ باٹلے ہوں۔“

”ہاں! وہ تو ہے۔“

”پھر یہ بیان کسے دیں گے۔“

”مذاق کر رہا تھا.... میں کیوں دینے لگا کوئی بیان.... اب تو

میں تم سے بیان لوں گا۔“

”اوہو اچھا.... لیکن کس بارے میں۔“

”ابھی نہیں.... ذرا دیر بعد۔“

آخر اس نے ایک بڑی عمارت کے دروازے پر رکنے کے

لیے کہا.... خان رحمان نے برا سامنہ بناتے ہوئے ٹیکسی روک دی۔

”تین بار زور سے ہارن بجاؤ.... پہلے دو مختصر.... تیسرا لمبا۔“

انہوں نے اس کی ہدایت کے مطابق ہارن جادے.... گیٹ
 کھل گیا.... وہ آگے بڑھ گئے.... فوراً ہی نیکی کو گھیر لیا گیا۔
 ”کیا بد تمیزی ہے.... میں ہوں سار جنٹ باٹلے۔“
 ”اوہ.... سوری سر۔“ گھیرنے والوں میں سے ایک نے کہا۔
 ”آپ تو کہہ رہے تھے.... میں سار جنٹ باٹلے نہیں
 ہوں۔“

”بھی ہوتا ہوں.... کبھی نہیں ہوتا.... جب جی چاہتا ہے...
 سار جنٹ باٹلے بن جاتا ہوں.... جب جی چاہتا ہے.... نہیں رو جاتا۔“
 ”آپ کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی۔“
 ”تو میں کیا کروں.... لے چلو اسے اندر.... موٹی مرغی
 ہے۔“

”نہیں جناب.... یہ تو مرغا ہے۔“

”اوہ ہاں.... واقعی.... خیر مرغا سہی۔“

وہ انہیں پکڑ کر اندر لے آئے۔

”باندھ دوا سے۔“

”آخر تم چاہتے کیا ہو۔“

”پہلے باندھیں گے.... پھر بتائیں گے۔“

”نہیں۔“ اچانک انہوں نے ایک چھلانگ لگا دی.... اور

ان کے درمیان سے نکل کر دور جا کھڑے ہوئے۔

”کیا ارادے ہیں۔“ سار جنت طنز یہ ہنسا۔

”لڑوں گا تم سے۔“

”اس صورت میں تمہارے دونوں ساتھی بے موت مارے

جائیں گے۔“

”کک.... کیا.... کیا مطلب؟“ وہ بہت زور سے اچھلے۔

”بے وقوف آدمی.... تمہیں یہاں اس جگہ کے سلسلے میں

نہیں لایا گیا.... ایسے جگہ اس ڈرائیور کے لیے ہی ہو سکتے ہیں....

ہمارے لیے نہیں....“

”تب پھر تم کون ہو.... کیا چاہتے ہو۔“

”تم لوگوں کو اب یہاں جمع کیا جائے گا.... ہر جگہ تمہارے

لیے دوسرا قلعہ ثابت ہوگی.... ابھی تمہارے ساتھی بھی یہاں آتے

ہوں گے۔“

”کون سے دونوں ساتھی.... میرے ساتھ تو میرا ایک

ساتھی تھا.... جو ہو ٹل کی طرف چلا گیا ہے....“

”ہاں! جس کے لیے وہ ہو ٹل کی طرف گیا تھا.... میں اسے

تیسرا کہہ رہا ہوں۔“

”پتا نہیں کیا چکر ہے۔“

”یہ چکر سمجھ میں آنے والا نہیں۔“

”محسوس بھی یہی ہوتا ہے۔“ انہوں نے کہا.... اور پھر ہاتھ

پیر ڈھیلے چھوڑ دیے۔

”کیوں بدل دیا رادہ....“

”اور کیا کروں.... جب ان لوگوں کو بھی یہاں لایا جانا

ہے....“

”عقل مند ہو گئے ہو بہت جلد۔“

”آپ لوگوں کی صحبت کا اثر ہو رہا ہے مجھ پر۔“ انہوں نے

طنز یہ کہا۔

اور وہ ہنسنے لگے.... پھر انہیں باندھ دیا گیا.... انہوں نے خود

کو خاموشی سے بندھوا لیا.... اب وہ اور کر بھی کیا سکتے تھے.... انسپکٹر

جہنید کی عدم موجودگی میں وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے تھے....

ابھی انہیں باندھا ہی گیا تھا کہ بھاری قدموں کی آواز سنائی

دی.... انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا.... ایک لمبا ترنگا اور بہت خوفناک

آدمی چلا آ رہا تھا۔

”یہ کیا.... ابھی ان میں سے صرف ایک آیا ہے۔“

”دو آنے والے ہیں.... باقی تو ابھی جا رہا ہے....“

”وہ بے وقوف وہاں ان کا انتظار کر رہے ہیں.... جب کہ یہ

وہاں واپس نہیں جا سکیں گے۔“

”تو انہیں بتا دیا جائے.... وہ فوراً دھر آ جائیں گے۔“

”جا رہا ہے بات کرنا پڑے گی.... پہلے ان کے سلسلے میں

قلعے کے بارے میں بات کی تھی.... کم پتوں نے بہت کراہی مانگا تھا
قلعے کا۔“

”ہم یا کہا.... قلعے کا کراہی۔“ خان رحمان دھک سے رہ گئے۔
”ہاں! ہم نے تم لوگوں کے لیے جارشیہ کی حکومت سے قلعہ
کرائے پر لیا تھا حکومت کے لوگوں کو معلوم ہے.... کہ تم وہاں قید
ہو.... ان سے ہر کام طے ہو گیا تھا.... کہ اگر تم لوگ قلعے سے نکل
آئے.... اور تم نے جارشیہ سے نکلنے کی کوشش کی تو تمہیں روکا نہیں
جائے گا.... لہذا واقعی نہیں روکا گیا.... اس طرح اگر باقی لوگ
کاغذات کے بغیر بھی باہر آنے کی کوشش کریں گے.... تو بھی انہیں
نہیں روکا جائے گا.... لیکن وہ ادھر آئیں گے نہیں.... اپنے دو
ساتھیوں کا انتظار کریں گے.... اس لیے ہمیں خود جارشیہ سے کہنا
پڑے گا۔“

”اوہو.... آخر یہ چکر کیا ہے۔“

”چپا نہیں.... ہمیں تو جو ہدایات ملتی ہیں.... بس ہم تو اتنا

کرتے ہیں۔“

”ابھی کہہ رہے تھے.... چکر گرا ہے۔“

”ہاں! مگر انہ ہوتا تو تم لوگوں کو قلعے میں کیوں بند کیا جاتا....

ویسے سب کو اس پر حیرت ہے.... کہ آخر تم نکل کیسے آئے.... ہمارا

خیال تھا.... نہیں نکل سکو گے اور وہیں مر جاؤ گے۔“

”اور ہمیں مرنے دیا جاتا۔“

”ہاں! اس صورت میں بھی فیصلہ ہوا تھا.... باس کا کہنا

تھا.... اگر تم لوگ قلعے سے نکل نہ سکے.... تو وہ نکال کر کیا کرے گا....

اس صورت میں اسے مقابلے کا کیا خاک مڑا آئے گا.... کیونکہ مقابلہ

اسا جیسے نزدیک اب برابر کا ہوا ہے۔“

”ارے بھائی.... یہ تم کس باس کی بات کر رہے ہو۔“ خان

رحمان نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

”جو ہمارا باس ہے.... اسی کی بات کریں گے ہم.... تم اتنا

میں سمجھتے.... اور چلے ہو باس کا مقابلہ کرنے۔“

”چلے کہاں ہیں.... ہم تو یہاں رکے ہیں۔“ انہوں نے جل

کر کہا۔

وہ پھر ہنسنے لگے....

”حیرت ہے.... ابھی تک نہیں پہنچے وہ لوگ۔“

”مشکل ہے۔“ خان رحمان نے ہنس کر کہا۔

”میں مشکل ہے۔“

”یہ کہ وہ لوگ یہاں لائے جا سکیں۔“

”تمہارا مطلب ہے.... انہیں نہیں! یا جا سکے گا۔“

”بالکل نہیں۔“

”انہیں تو صرف یہ کہہ کر لا سکتے ہیں ہم کہ ان کا ایک ساتھی

خان رحمان ہمارے قبضے میں ہے۔“

”ارے.... تم.... تم میرا نام تک جانتے ہو۔“

”یہ پوچھو.... ہم کیا نہیں جانتے۔“

”چلو پھر.... یہ بتادو۔“

”سوری۔“ اس نے کہا۔

”اب یہ سوال کہاں سے ٹیک پڑا؟“

”میں نہیں بتا سکتا کہ میں کیا کچھ جانتا ہوں.... یہ پوچھو....“

ہم کیا نہیں جانتے۔“ کہا آدمی بولا۔

”آپ کی اپنی تعریف کیا ہے۔“

”میں تو باس کا ایک ادنیٰ خادم ہوں۔“

”حد ہو گئی۔“ وہ جھٹا اٹھے۔

”پردانہ کریں.... ابھی تو نہ جانے کتنی حد ہو گی۔“ اس نے

ہنس کر کہا۔

ایسے میں یاہر قدموں کی آبیٹ سنائی دی.... انہوں نے

نظریں اٹھائیں.... انسپکٹر جمشید اور منور علی خان چلے آ رہے تھے۔

”یار خان صاحب.... تم نے تو ہمیں بھی پھنسا دیا۔“ انسپکٹر

جمشید اندر داخل ہوتے ہوئے بولے۔

”ایسی بات نہیں۔“

”تو پھر؟“

”میں یہاں نہ پھنسا ہوتا.... تو بھی آپ کو یہاں لایا جاتا۔“

”کیا مطلب؟“ دونوں ایک ساتھ بولے۔

”یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں انسپلر جمشید.... اب آپ کے باقی

ساتھی بھی یہاں لائے جا رہے ہیں.... ہمارا قلعہ تو ہو گیا ناکام۔“

”کیا کہنا.... ناکام قلعہ۔“ خان رحمان نے کھوئے کھوئے

انداز میں کہا۔

”کیوں.... تمہیں کیا ہوا خان رحمان۔“ انسپلر جمشید نے

انہیں گھورا۔

”میرا مطلب ہے.... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔“

”حد ہو گئی.... اب تم بھی فاروق کے انداز میں باتیں کرو

گے۔“

”اب اور کیا کروں.... وہ یہاں ہیں جو نہیں۔“

”فکر نہ کرو.... آتے ہوں گے۔“

”وہ کیسے.... ابھی تم نے جاڑ شیا سے بات کب کی ہے۔“

”بات تو کر چکے ہیں.... فکر نہ کریں.... اب تک وہ یہاں آ

ہی چکے ہوں گے۔“ اس نے کہا۔

”اس بات پر بالکل یقین نہیں آیا۔“

”اچھا.... کیا واقعی۔“ اس نے طنز یہ کہا۔

”ہاں بالکل۔“ وہ بولے۔

عین اس لمحے ایک بڑی گاڑی آکر رکنے کی آواز سنائی دی۔

☆.....☆.....☆

www.pakistanipoint.com

فیصلہ

چنچ کے فوراً بعد کوئی زبردست چیز ان کے دروازے سے
 آکر آئی.... اور دروازہ دھڑام سے اندر آگرا.... وہ اچھل کر پیچھے
 ہٹے.... ورنہ دروازے کی لپیٹ میں آگئے تھے.... اب انہوں نے
 دیکھا.... وہاں ہر طرف کلاشن کوفوں والے موجود تھے۔

”تم لوگ ہاتھ اوپر اٹھا دو۔“ ایک نے گرج دار آواز میں
 کہا.... یہ اسی کی آواز تھی جس نے پہلے بات کی تھی۔

”اور وہ.... دھماکا کیا تھا.... چنچ کس کی تھی۔“

”دھماکا بھی فرضی تھا اور چنچ بھی.... کیا سمجھے۔“ وہ ہنسا۔

”یہ کہ سمجھا کرے کوئی۔“

”یہ کیا بات ہوئی۔“

”یہ ہماری طرف کی بات ہے.... آپ کی طرف کی نہیں۔“

انسپیکٹر کامران مرزا نے فوراً کہا۔

”پہلی بات تو یہ سن لو کہ انسپیکٹر جمشید اور خان رحمان اس

وقت ہمارے قبضے میں ہیں.... اگر تم لڑے بغیر ان کے پاس پہنچو

چاہتے ہو تو یہ بات ہمیں زیادہ پسند ہے.... جائے اس کے کہ آپ کو لڑ
بھڑ کر زبردستی وہاں لے جایا جائے۔“

”یہ مطلب.... کیا آپ.... ہمیں جانتے ہیں۔“

”ارے بھئی آپ کو نہیں جانیں گے تو اور کس کو جانیں

گے.... کیا سمجھے۔“

”کچھ نہیں سمجھے جناب، وضاحت کریں۔“ محمود نے برا سا

منہ بنایا.... ویسے اس کی بات سن کر ان کی سٹیاں گم ہو چلی تھیں....
تاہم وہ خود کو سنبھالے ہوئے تھے۔

”تب پھر جان لو.... تم پوری طرح ہمارے جال میں ہو....

قلعے سے نکلنے کے بعد تم اس خیال میں رہے.... کہ تمہارے نکلنے کا پتا

ان لوگوں کو نہیں چلے گا.... جنہوں نے قید کیا ہے.... حالانکہ۔“ وہ /
کہتے کہتے رک گیا۔

”حالانکہ کیا؟“

”حالانکہ.... قلعے کے آس پاس ہمارے آدمی موجود رہے

ہیں اور اندر تم جو کچھ کرتے رہے ہو.... خفیہ کیمروں کے ذریعے ہم

دیکھتے رہے ہیں.... پھر جب تم باہر نکلے.... اور کسان کے گھر پناہ

لی.... وہ بھی ہم نے سب کچھ دیکھا ہے.... کسان کے بارے میں تم

خوش فہمی میں مبتلا ہو کہ تم نے اسے مسلمان کر لیا ہے.... جب کہ یہ

بھی غلط ہے۔“

”کیا!!!“ وہ ایک ساتھ چلائے۔

کم از کم اس بات کو سن کر انہیں بہت دھکا لگا تھا۔

”ہاں! وہ تو جھوٹ موٹ کا مسلمان بنا تھا.... تاکہ تم اس کے

چکر میں پوری طرح آجاؤ.... اسے مکمل طور پر اپنوں میں سے خیال

کرو.... اور اس نے بھی غضب کی اداکاری کی.... ویسے بھی ہم نے

ایک پرانے اداکار کو چنا تھا.... اس طرح تم دھوکے میں آ گئے.... اور

اس کے مشورے پر اپنے دو ساتھیوں کو شہر کے راستے باہر بھیج دیا....

طریقہ ایسا بتایا.... کہ اس راستے سے نکل کر بھی تم لوگ جاڑیا میں ہی

رہو.... اس پر چیکنگ ضرور ہوئی.... اور وہ چیکنگ بھی اسی لیے تھی کہ

تم لوگ دھوکے میں آجاؤ.... کیا سمجھے۔“

”آپ کی تعریف۔“ انسپکٹر کامران مرزا نے براسامنے بتایا۔

”تعریف اس خدا کی جس نے جہاں بنایا۔“ اس نے ہنس کر

کہا.... اس بار وہ اردو میں بولا۔

”ہائیں.... آپ اردو بول لیتے ہیں۔“ فرزانہ کے لہجے میں بلا

کی حیرت تھی۔

”نہ صرف بول لیتا ہوں بلکہ لکھ اور پڑھ بھی سکتا ہوں....

اپنے ہم وطنوں کو اردو پڑھا بھی دیتا ہوں۔“ اس نے شوخ آواز میں کہا۔

”آپ کی باتیں سن کر مزہ بھی آرہا ہے اور حیرت بھی ہو رہی

ہے۔“ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

”ابھی اور آئے گا.... اب پروگرام کیا ہے۔“

”اگر لڑنے بھڑنے کا پروگرام ہے.... تو ہم تیار ہیں....“

پروگرام نہیں ہے تو آپ لوگوں کو ہمارے ساتھ چلنا ہو گا۔“

”لیکن کہاں؟“

”جہاں آپ لوگوں کے دوسا تھی پہنچ چکے ہیں....“

”کک.... کون.... کون سے دوسا تھی۔“

”یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے.... انسپکٹر جمشید اور خان

رحمان۔“

”ارے باپ رے.... یہ تو سارا معاملہ الٹ پلٹ ہو گیا....“

انہیں تو ہر بات معلوم ہے۔“

”بلکہ ہمیں تو وہ باتیں تک معلوم ہیں.... جو آپ کو معلوم

نہیں۔“ وہ ہنسا۔

”اوہو.... اچھا.... ایسی کون سی باتیں ہیں۔“

”ایک تو یہ کہ وہ دو نہیں.... تین ہیں۔“

”اب وہ دو نہیں.... تین ہیں.... کیا مطلب.... یہ کیا بات

ہوئی۔“

”پہلے وہاں صرف انسپکٹر جمشید اور خان رحمان تھے.... اب

ان کے ساتھ منور علی خان بھی شامل ہو گئے ہیں۔“

”کیا!!!“ سب زور سے اچھلے۔

”آیا مزرا۔“

”کوئی ایسا ویسا.... ایسا کرتے ہیں.... مجھے ان سے ملنے دیا جائے۔“ فرحت نے بلند آواز میں کہا....

”یہ.... یہ لڑکی اس قدر زور سے کیوں بولی۔“

”اس کے والد ہیں منور علی خان۔“ انسپکٹر کامران مرزا

مسکرائے۔

”اوہ اچھا.... تب تو آپ جلد از جلد انہیں ان سے ملانے کی فکر کریں۔“

”اچھی بات ہے.... یونہی سسی.... یہ لیس.... ہم نے ہاتھ اٹھادیے۔“

”اچھا فیصلہ ہے.... آپ لوگ ذرا خود کو ہندھو لیں۔“

”ضرور.... کیوں نہیں.... اپنے ساتھیوں سے ملنے کے

لیے خود کو ہندھو ہوانے کے لیے بھی تیار ہیں۔“

”لیکن انکل.... کیا اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ یہ جھوٹ

بول رہے ہوں۔“

”امکان ہے.... کیوں نہیں ہے۔“

”کوئی امکان اس بات کا نہیں ہے.... کہتے ہو تو میں ویڈیو فلم

کے ذریعے سارے مناظر دکھا سکتا ہوں۔“

”اوہ.... یہ ٹھیک رہے گا۔“

”آئیے میرے ساتھ.... آپ سب کو میرے کمرے تک

چلنا ہو گا اور وہ غلی منزل پر ہے۔“

”ہم تیار ہیں۔“ وہ بولے۔

انہیں ایک ہال کمرے میں لایا گیا.... وی سی آر میں ایک کیسٹ لگائی گئی جلد ہی انہوں نے قلعے کی فلم شروع ہوتے دیکھی.... پھر کسان کے ہاں پناہ لینے کے مناظر نظر آئے اس کے بعد جو کچھ ہوا تھا.... وہ سب انہیں دکھایا گیا۔

اب تو وہ دھک سے رہ گئے۔

”اس کا مطلب ہے.... شروع سے لے کر آخر تک ہم آپ

لوگوں کے ہاتھوں میں کھینٹے رہے ہیں۔“ وہ حسرت زدہ انداز میں بولے۔

”ہاں! اور یہ آپ کے ملک سے شروع ہوا تھا.... ہمارے

باس کے پاس ایسے ایسے آلات ہیں.... جن کی مدد سے ہم نے آپس میں زبردست رابطہ رکھا ہوا ہے.... مثلاً کوئی ذرا سی بات بھی ہوتی پائی گئی.... وہ بھی یہاں ٹیپ ہے۔“

”ہوں.... سوال یہ ہے کہ یہ سب ہمیں کیوں بتایا جا رہا

ہے۔“ آصف نے جل کر کہا۔

”تاکہ تم لوگ ہمارے ساتھ سیدھے سیدھے رہو.... ہم

جو کرنا چاہیں اس میں روڑے نہ اٹکاؤ۔“

”او کے.... جب تک ہم اپنے تین ساتھیوں تک نہیں پہنچ جاتے.... کم از کم اس وقت تک کی میں گارنٹی دیتا ہوں.... ہم کچھ نہیں کریں گے۔“

”اور تینوں ساتھیوں تک پہنچنے کے بعد؟“ اس نے پوچھا۔
 ”اس وقت جو سب کا مشورہ ہو گا.... ہم وہ کریں گے.... اور اگر آپ بتادیں کہ آپ لوگوں کا پروگرام کیا ہے.... تو اس صورت میں شاید ہم آپ کو ہٹا سکیں کہ ہمارا کیا پروگرام ہے۔“

”چلو یونہی سہی۔ باہر کھڑی گاڑیوں میں بیٹھ جاؤ.... ذرا سی بھی کوئی غلط حرکت کی تو ہم تم لوگوں کو وہاں نہیں لے جائیں گے.... جہاں تمہارے ساتھی ہیں۔“

”دیکھئے جناب! ایسی خوفناک دھمکیاں نہ دیں۔“
 ”ابھی تم نے خوفناک دھمکیاں سنی کہاں ہیں۔“ وہ بولا۔
 ”ارے باپ رے.... تو کیا اس سے بھی زیادہ خوفناک دھمکیاں دے سکتے ہیں آپ۔“ فاروق کانپ گیا۔

وہ ہنس پڑے.... فاروق کی اداکاری بہت زبردست تھی۔
 ”کس بات پر ہنسے؟“ فاروق نے حیران ہو کر پوچھا۔
 ”کانپنے کی اداکاری پر.... خوب تھی۔“

”ارے نہیں بھئی.... میں سچ سچ کانپا تھا.... اور اس کی ایک وجہ تھی۔“

”کیا کہا.... کانپنے کی ایک وجہ تھی۔“ پروفیسر داؤد نے چونک

کر کہا۔

”ہاں! کانپنے کی ایک وجہ تھی۔“

”چلو پھر.... وہ وجہ بھی بتادو۔“

”میں اتنا پاگل نہیں۔“

”تب پھر.... تم کتنے پاگل ہو۔“

”جتنا نظر آتا ہوں۔“ اس نے فوراً کہا۔

وہ ایک بار پھر ہنس پڑے.... آخر انہیں اس مکان تک لایا گیا
جہاں ان کے تین ساتھی موجود تھے.... جو نہی وہ ایک دوسرے کے
سامنے آئے.... خوب زور شور سے ملاقات شروع ہو گئی.... کافی دیر
تک وہ ایک دوسرے سے گلے ملتے رہے.... انہیں لانے والے
اکتائے ہوئے انداز میں یہ منظر دیکھتے رہے۔ آخر ایک نے کہا۔

”آخر یہ ملاقات کب ختم ہوگی۔“

”کیوں.... آپ کو کیا جلدی ہے۔“ آصف نے جل کر کہا۔

”آپ لوگوں کو اس ہال میں بند کرنا ہے۔“

”ارے تو پہلے بتایا ہوتا.... ہم اندر جا کر مل لیتے ہیں.... آؤ

بھئی.... پہلے ہال میں بند ہو جاتے ہیں.... پھر گلے ملتے ہیں۔“

”کیا آپ مدتوں کے ٹھہرے ہوئے ہیں۔“

”یاد نہیں.... کب ٹھہرے تھے.... ویسے ہم ملتے ٹھہرتے

رہتے ہیں عام طور پر۔“ آفتاب نے شوخ آواز میں کہا۔

”خوب مل لو۔“ ان سے کہا گیا اور دروازہ بند کر دیا گیا۔

ایک بار پھر وہ ملنے لگے.... جب وہ فارغ ہو چکے تو ان کی نظریں ٹی وی سکرین پر پڑیں.... یہاں ان کی ہی فلم چل رہی تھی.... وہ سب قلعے کی دیوار گرا رہے تھے۔

”ارے! یہ کیا۔“ انسپکٹر کامران مرزا کے منہ سے نکلا۔

”پہلے اس کو دیکھ لیں.... پھر بات کریں گے۔“ وہ بولے۔

وہ سب ٹی وی کے آگے بیٹھ گئے اور پریشانی کے عالم میں اپنی فلم خود دیکھنے لگے.... ایسے میں منور علی خان بہت زور سے اچھلے۔

ان کی آنکھوں میں خوف ہی خوف پھیل گیا۔

☆....☆....☆

سلاخ کا جواب

انہیں اس حد تک خوفزدہ دیکھ کر انہیں بہت حیرت ہوئی...
چند لمحے تک وہ ان کی طرف دیکھتے رہے، پھر انسپکٹر کامران مرزا کے
ہونٹ بلے۔

”کیا ہم اس خوف کی وجہ پوچھ سکتے ہیں، اس انسان سے....
جو بڑے بڑے شیروں، گینڈوں اور ہاتھیوں کو دیکھ کر ایسے خوفزدہ
نہیں ہوتا.... جو ہمیشہ دشمن کے مقابلے میں مسکراتا ہوا نظر آتا ہے...
آج جب کہ یہاں کوئی دشمن موجود نہیں، تو میرا یہ دوست اس قدر
خوفزدہ کیوں ہے.... اس کے خوف نے تو ہمیں خوف میں مبتلا کر دیا
ہے.... خدارا.... کچھ تو ہمیں بھی بتاؤ۔“

ان کے خاموش ہونے پر وہ سب مسکرا دیے.... ایسے میں
آفتاب نے منہ ہٹا کر کہا۔

”ہمیں تو آپ نہ جانے کیا کچھ کہتے رہتے ہیں.... اور خود
آپ نے ایک ذرا سی بات پوچھنے کے لیے اتنے جملے بول دیے.... ہے
کوئی تک۔“

”منور علی کی آنکھوں میں دیکھو.... تمہیں تک ہی تک محسوس ہو گی میرے جملوں میں.... میں نے یہ جملے مذاق کے رنگ میں نہیں خوف کے رنگ میں کہے ہیں۔“

”جی بہت اچھا....“ آفتاب نے کہا اور ان کی آنکھوں میں دیکھنے لگا.... وہاں واقعی خوف کا راج تھا....

”انگل خدا کے لیے.... آپ اس قدر خوف زدہ نظر نہ آئیں۔“

”مم.... میں.... میں کیا کروں۔“

”ہمیں بتادیں.... بات کیا ہے.... اس وقت آپ پہلا کام یہ کریں۔“ آفتاب نے فوراً کہا۔

”یہ.... یہ جو فلم چل رہی ہے.... یہ کیا چکر ہے.... پہلے تو تم یہ بتاؤ۔“

”یہ ہماری فلم ہے.... ہمارے دشمنوں نے تیار کی ہے.... اور خفیہ طور پر تیار کی ہے.... یعنی ہمیں نہیں معلوم تھا کہ ہماری فلم بن رہی ہے.... ہمیں دشمن نے ایک قلعے میں بند کر دیا تھا۔“

”لگ.... کالے قلعے میں۔“ منور علی خان ہکلائے۔

”بائیں.... تو آپ کو اس قلعے کے بارے میں معلوم ہے۔“

”ہاں! معلوم ہے.... پہلے تم اپنی کہو۔“

”ہم اپنی کیا کہیں.... بس ہم اس قلعے سے نکل آئے تھے۔“

”ناممکن.... انہوں نے خود نکلنے کا سامان مہیا کیا ہو گا۔“

”جی انکل.... کیا کہا آپ نے۔“

”انہوں نے خود وہاں سے نکلنے کا سامان پیدا کیا ہو گا.... ورنہ

آپ لوگ وہاں سے نکل نہیں سکتے تھے۔“

”آخر آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں اور اس میں اس قدر خوف

زدہ ہونے کی کون سی بات ہے۔“

”میں پہلے پوری فلم دیکھوں گا.... پھر بات کروں گا۔“

انہوں نے جواب دیا۔

اب کے انداز میں بھی خوف تھا.... آخر انہوں نے فلم

شروع سے لگا دی.... وہ دیکھتے رہے۔ فلم ابھی دیوار توڑنے تک ہی پہنچی تھی کہ دروازہ زوردار آواز کے ساتھ کھلا۔

”منور علی خان! آپ کو باس بلار ہے ہیں۔“

”باس بلار ہے ہیں....“ انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

”ہاں باس.... باہر آ جائیں.... ورنہ چھلنی کر دیے جائیں

گئے۔“

”جی اچھا۔“ انہوں نے خوف زدہ آواز میں کہا۔

انہیں اور حیرت ہوئی.... پھر وہ بھیگی لمی کی طرح کمرے

سے نکل گئے....

”یہ کیسٹ نکال کر ہمیں دے دیں۔“ اب ان سے کہا گیا۔

”کیوں.... کیا بات ہے.... خود ہی تو دکھا رہے ہو تم ہمیں یہ فلم۔“

”بس! کافی دیکھ لی.... اب اس کی ضرورت بھی کیا ہے۔“
 انسپکٹر جمشید نے کیسٹ نکال کر دے دی.... وہ کیسٹ اور
 منور علی خان کو لے کر کمرے سے چلے گئے.... دروازہ پھر بند ہو گیا۔
 ”اس کا مطلب ہے.... اس کمرہ میں ہونے والی ہر بات سنی
 اور دیکھی جا رہی ہے.... کہیں ضرور کوئی بات تھی.... اس بات کو منور
 علی خان نے محسوس کر لیا تھا اور اسی لیے وہ خوف زدہ ہو گئے تھے....
 لیکن اس سے پہلے کہ وہ ہمیں کچھ بتا سکتے.... ان لوگوں نے انہیں
 کمرے سے نکال لیا.... اور ساتھ ہی کیسٹ بھی لے گئے.... کیونکہ
 منور علی خان کے اس طرح خوف زدہ ہونے کے بعد ہم اس فلم کو
 بہت غور سے دیکھتے.... اور شاید اس بات تک پہنچ جاتے جس نے
 انہیں خوف زدہ کیا تھا.... افسوس.... اس سے بہتر تھا.... منور علی
 خان فوراً ہمیں وہ بات بتا دیتے۔“

”کوئی بات نہیں انکل.... وہ ابھی آجائیں گے.... پوچھ لیں
 گے ہم۔“ شوکی نے کہا۔

”اب وہ نہیں آئیں گے.... ہمیں ان تک جانا ہو گا۔“ انسپکٹر
 کامران مرزا نے منہ بنایا۔

”ہوں.... ایسا ہی لگتا ہے.... ہمیں حرکت میں آنا ہو گا۔“

”دراصل میں اس چکر میں تھا۔ پہلے ہمیں اس معاملے کا کچھ اتا پتا چل جائے.... پھر ہم حرکت میں آئیں.... لیکن اب منور علی خان کی وجہ سے ہمیں اٹھنا ہوگا.... اب جو ہوگا.... دیکھا جائے گا۔“ انہوں نے پر زور انداز میں کہا اور اٹھ کر دروازے کو پھٹنے لگے....

ظاہر ہے.... وہ لوگ تو پہلے ہی ان کی باتیں سن رہے تھے... ان کے دروازہ پھٹنے کی طرف کیوں توجہ دیتے.... لہذا کچھ نہ بنا.... کوئی دروازے کی طرف نہ آیا۔

”انسپیکٹر کامران مرزا ہمیں دروازہ توڑنا ہوگا۔“

”ہاں! اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔“

دونوں پیچھے ہٹے.... اور دوڑ کر دروازے کی طرف آئے.... پھر ان کے پہلو دروازے سے ٹکرائے.... لیکن دروازہ ٹس سے مس نہ ہوا.... وہ پھر پیچھے ہٹے.... اور دروازے سے ٹکرائے.... اب بھی کچھ نہ بنا۔

”دروازہ شاید لوہے کا ہے۔“ پروفیسر داؤد گھبرا کر بولے۔

”تو کیا ہوا انکل.... ہمارے ارادے لوہے سے زیادہ پختہ

ہیں۔ اب ہمیں کوشش کرنے دیں بابا جان۔“ محمود نے پر عزم لہجے میں کہا۔

”نہیں.... تم خود کو زخمی کر لو گے۔“ انہوں نے کہا۔

”اچھی بات ہے.... پہلے آپ کوشش کر لیں.... پھر ہم

حرکت میں آئیں گے۔“

دونوں مسکرا دیے اور پھر ٹکریں مارنے لگے وہ تھک کر چور ہو گئے لیکن دروازہ نہ گرا سکے آخرت تھک ہار کر کمرے کی دیوار سے ٹیک لگا کر ہانپنے لگے۔

”اب تو آپ ہمیں نہیں روکیں گے نا۔“

”ضرور روکیں گے جب ہم نہیں توڑ سکے تو تم کیسے توڑ لو گے۔“ انسپکٹر کا مران مرزا مسکرائے۔

”کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔“

”ارے بھئی جب کامیابی کا امکان نہیں ہے تو کیوں اپنے آپ کو تکلیف دی جائے آرام کرو آخر ان لوگوں نے دروازہ کھولنا ہی ہے۔“

”اور نہ کھولا تو؟“ محمود نے کہا۔

”کیا مطلب؟“

”اگر یہ لوگ دروازہ نہ کھولیں تو ہم کیا کر لیں گے۔“

”آخر کیوں نہیں کھولیں گے ہمیں یہاں بندہ کرنے کی

کچھ توجہ ہو گی۔“ خان رحمان نے منہ بتایا۔

”وجہ ان کے پاس یہی ہے کہ ہم اپنے ملک نہ جا سکیں ...

اور بس کیا یہاں رہ کر ہم اپنے ملک جا سکیں گے۔“

”نہیں یہ تو ممکن نہیں“ وہ چلائے۔

”ہمیں کوشش کرنا ہوگی۔“
 ”ہاں.... تم کوشش کر لو.... بلکہ باری باری سب کوشش

”وہ لگے دروازے سے خود کو نکلوانے.... انہوں نے
 لیکن دروازہ نہ توڑ سکے.... آخر محمود نے کہا۔
 ”ترکیب نمبر تیرہ۔“

”سب کو ہنسی آگئی.... محمود حیران ہو کر انہیں ہنستے دیکھتا رہا....
 جب ان کی ہنسی رکی.... تب اس نے کہا۔
 ”کس بات پر ہنس رہے ہیں آپ لوگ۔“

”ترکیب نمبر تیرہ یہاں کہاں سے آکودی.... وہ تو لڑائی
 بھڑائی کے موقعوں پر اختیار کی جاتی ہے۔“ انسپکٹر جمشید بولے۔

”میرا مطلب تھا.... ہم صرف دروازے کی طرف سے ہی
 کیوں کمرے پر وار کریں.... اور سمتوں اور پہلوؤں سے بھی اس کا
 جائزہ لینا چاہیے۔“

”چلو یہ بھی کر لیتے ہیں....“ انسپکٹر کامران مرزا نے سر
 ہلایا۔

”انہوں نے کمرے کا جائزہ لیا.... یہ ایک بڑا کمرہ تھا.... اس
 میں صرف ایک دروازہ تھا جب کہ دروازے کے سامنے ایک کھڑکی
 تھی.... اس میں لوہے کی سلاخیں لگی تھیں.... سلاخوں کے بعد جالی

بھی تھی۔

”تمہارا مطلب ہے ہم ان سلاخوں پر زور آزمائی کریں۔“ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

”جی ہاں پہلے اس پر زور لگائیں گے پھر روشن دان کی طرف دھیان دیں گے۔“

”کک کیا مطلب روشن دان۔“ وہ چونک اٹھے اب انہوں نے کھڑکی کے اوپر بنائے گئے روشندان کی طرف دیکھا اس میں بھی سلاخیں تھیں اور جالی لگی ہوئی تھی روشن دان تھا بھی بڑا ایک آدمی اس میں سے آسانی سے نکل سکتا تھا لیکن اس صورت میں دوسری طرف کودنے کا مسئلہ سامنے آتا اس لئے انہوں نے اپنی توجہ کھڑکی پر لگادی

وہ باری باری سلاخوں پر زور لگاتے رہے پروفیسر داؤد نے جب بھی آگے بڑھنے کی کوشش کی ان سے کہا گیا۔

”آپ رہنے دیں آپ کے حصے کا زور ہم لگادیں گے۔“

”حد ہو گئی انہوں نے آخر جھٹاکر کہا۔

”جی حد ہو گئی وہ کیسے؟“

”آخر تم لوگ خود کو سمجھتے کیا ہو تمیں مار خاں

ہر کو لیس یا سمن“ وہ چلائے۔

”ارے باپ رے آپ تو ناراض ہو گئے۔“

”تو اور کیا کروں۔“

”آپ زور لگانا چاہتے ہیں۔“ فاروق مسکرایا۔

”ہاں.... ہاں.... ہاں۔“

”لیجئے پھر لگائیے زور۔“

وہ ایک طرف طرف ہٹ گئے.... اب پروفیسر داؤد برے برے منہ بناتے آگے بڑھے.... انہوں نے ایک سلاخ کو پکڑا.... دونوں ہاتھوں سے اس پر زور لگانا شروع کیا.... وہ سب ان کی طرف مسکراتی نظروں سے دیکھ رہے تھے.... سب جانتے تھے.... بھلا ان سے سلاخ کہاں مڑے گی.... انسپکٹر جمشید تک تو اس پر زور لگا چکے تھے.... انسپکٹر کامران مرزا بھی ناکام ہو چکے تھے.... وہ سب بھی تھک چکے تھے.... تو پھر بھلا پروفیسر داؤد یہاں کیا کر لیتے.... جو بوڑھے بھی تھے اور جسمانی لحاظ سے دبلے پتلے بھی.... انہوں نے پرسکون انداز میں ان کی طرف دیکھا.... اور بہت آہستہ انداز میں سلاخ کو تھامے کھڑے رہے.... یوں لگتا تھا جیسے وہ زور لگا ہی نہ رہے ہوں.... بس سلاخ کو پکڑے کھڑے ہوں....

”یہ آپ سلاخ سے کیا باتیں کر رہے ہیں انکل۔“ آفتاب

ہنسا۔

”ہاں! میں اس سے پوچھ رہا ہوں.... اس کا کیا حال ہے....

کیا مزاج ہے.... یہ میرے ہاتھوں سے ٹوٹی گی یا نہیں۔“

”تو پھر سلاخ نے کیا جواب دیا؟“

”یہ کہ.... ہمت نہ ہارو.... کئے جاؤ کو شش بار بار۔“

”تب پھر آپ بیٹھ جائیں.... ہم نے سلاخ کی بات سن لی

ہے... اب ہم بار بار کو شش کریں گے.... اس وقت تک کریں

گے... جب تک یہ مڑ نہ جائے۔“

”لیکن ابھی میں تھکا نہیں۔“

”اس طرح تو پھر آپ تھکیں گے بھی نہیں۔“ رفعت نہی۔

کس طرح۔“

”بس آپ یونہی سلاخ پکڑے کھڑے ہیں۔“

”ارے نہیں.... میں زور لگا رہا ہوں اس پر۔“ پروفیسر بھی

ہئے۔

”آج آپ مذاق کے موڈ میں ہیں انکل....“ آصف نے ہانک

لگائی۔

”چلو کوئی بات نہیں.... آج مذاق ہی سہی۔“ انہوں نے فوراً

کہا۔

”آخر اس کا کیا فائدہ.... یہ بھی تو سوچیں۔“ فرحت نے

کہا۔

”یہ تم سوچ لو....“ انہوں نے منہ بتایا۔

انہیں پھر نہی آگئی....

”اُوبھسنی سوچیں۔“ فاروق بولا۔

”سوچیں.... کیا سوچیں۔“

”یہ کہ اس کا کیا فائدہ.... یعنی پروفیسر انکل کے اس طرح

سلاخ پکڑ کر کھڑے ہو جانے کا.... یہ لوہا ہے.... ان کے ہاتھ کی

زبان تو سمجھے گا نہیں.... یہ تو ہتھوڑے کی زبان سمجھتا ہے.... یا پھر ہمارا

چاقو ہوتا ہمارے پاس۔“ محمود نے جلدی جلدی کہا۔

”لل.... لیکن۔“ ایسے میں انہوں نے انسپٹر جمشید کی آواز

سنی.... ان کی اس لیکن میں نہ جانے کیا تھا.... وہ سب کے سب یکدم

ان کی مڑے.... لیکن پروفیسر داؤد اب بھی سلاخ کی طرف رخ کئے

کھڑے رہے.... یوں لگتا تھا جیسے انہیں اس کام کے علاوہ دنیا کا اور

کوئی کام نہیں ہے۔

”یہ لیکن.... کہاں سے ٹپک پڑا انکل۔“ شوکی نے بوکھلا کر

کہا۔

”بلکہ کس خوشی میں ٹپک پڑا۔“ مکھن بولا۔

”خدا کا شکر ہے.... کسی غم میں نہیں ٹپکا۔“ اشفاق بولا۔

”دھت تیرے کی.... یہ لیکن تو ہمیں لے جائے گا کہیں

کہیں۔“ اخلاق نے فوراً کہا۔

”ارے واہ.... اس سے اچھی بات اور کیا ہو گی بھلا۔“ محمود

نے خوش ہو کر کہا۔

”کس سے اچھی۔“ فرزانہ نے اسے گھورا۔

”اس سے اچھی کہ کہیں کے کہیں پہنچ جائیں اس

کمرے سے نکلنا تو چاہتے ہیں ہم۔“

حد ہو گئی آج تو پروفیسر انکل ہم سب کو پیچھے چھوڑ

گئے۔“ محمود نے جھلا کر کہا اور اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

”نن نہیں تو میں تو یہیں کھڑا ہوں۔“ پروفیسر گھبرا کر

بولے۔

”ارے یہ یہ یہ کیا۔“

”ایسے میں شوکی پوری قوت سے چلا اٹھا ان سب کی

آنکھیں مارے حیرت کے پھیلتی چلی گئیں۔

☆.....☆.....☆

باتونی ہم

”یہ.... یہ کیسے ہو سکتا ہے؟“ انسپکٹر جمشید کے منہ سے اُٹھا۔

”ہاں واقعی.... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“ انسپکٹر کامران مرزا نے

کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

”پتا نہیں کیسے ہو سکتا ہے.... لیکن یہ ہو چکا ہے.... ہمارے

پروفیسر انکل کھڑکی کی سلاخ کو موڑ چکے ہیں.... بلکہ موڑ کر اس کو باہر

نکال چکے ہیں....“

”جلدی بتائیں پروفیسر صاحب.... آپ نے یہ کیسے کیا۔“

خان رحمان چلائے۔

”واہ.... مجھے سلاخ توڑنے میں اتنی دیر لگی.... اور تمہیں

جلدی سے بتادوں.... ہر گز نہیں۔“ انہوں نے جھلا کر کہا۔

انہیں ہنسی آگئی....

ہم اس لئے پوچھ رہے ہیں.... تاکہ پھر اس طرح دوسری

سلاخوں کو موڑ سکیں.... اب ایک سلاخ کے نکلنے پر تو ہم کھڑکی عبور

نہیں کر سکتے۔“

”بس موڑ چکے تم تو سلاخوں کو.... ارے تم نے سنا نہیں....
 جس کا کام اسی کو سا جھے اور کرے تو ٹھینکا جاوے۔“
 ”ہاں ہاں.... یہ ضرب المثل سنی تو ہے.... بلکہ اردو گرامر
 کی کتابوں میں پڑھی بھی ہے.... لیکن اس کا یہاں کون سا موقع۔“
 ”یہ میرا کام تھا.... میں کر گزرا جب کہ تم زور لگا لگا کر تھک
 چکے تھے۔“

”آخر آپ نے یہ کیسے کیا.... یہی تو جانا چاہتے ہیں ہم....
 ورنہ انکل سچ یہ ہے کہ ہم مارے حیرت کے مر جائیں گے۔“
 ”ارے ارے نہیں.... ایسا غضب نہ کرنا۔“ وہ ہوا کھلا اٹھے۔
 ”کک.... کیا ہوا انکل۔“ فاروق نے حیران ہو کر پوچھا۔
 ”اگر تم مارے حیرت کے مر گئے تو ہمیں مارے غم کے
 مر جانا ہو گا۔“ وہ ہولے۔

انہیں زور سے ہنسی آگئی....
 ”اچھا انکل.... آپ نہیں بتانا پاتے.... نہ بتائیں.... لیکن
 دوسری سلاخ کا کام تو شروع کریں نا۔“ شوکی نے بے چین ہو کر کہا..
 اسے منور علی خاں کی فکر کھائے جا رہی تھی۔

”اوہ نہیں.... اب پہلے میں وضاحت کروں گا۔“
 ”چلتے پھر کریں وضاحت۔“ کئی آوازیں ابھریں۔
 ”لو ہا میرے ہاتھوں میں موسم ہو جاتا ہے.... میں نے اس پر

بہت تجربات کئے ہیں.... بہت مشق کی ہے میں نے.... اس کی مثال میں دیتا ہوں.... تم نے اکثر دیکھا ہوگا.... کچھ لوگ ٹھوڑی کے اوپر لوہے کی سلاخ کا سرانکاتے ہیں.... دوسرا سر زمین پر ہوتا ہے.... اب وہ صرف ٹھوڑی سے یا گلے سے سلاخ پر زور لگاتے ہیں.... لیکن یہ زور وہ اچانک نہیں لگاتے بلکہ بہت آہستہ آہستہ اس پر طاقت میں اضافہ کرتے ہیں.... میں نے بھی اس قسم کی بہت سی مشقیں کر رکھی ہیں.... کچھ لوگ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے.... کہ یہ صرف اور صرف مشق کا معاملہ ہے.... میری مشق اس وقت کام آئی ہے.... تم اب بھی ان سلاخوں کو نہیں توڑ سکو گے.... جب کہ میں ان شاء اللہ ایسا کر سکوں گا۔“

اس طرح انہوں نے کافی دیر کی کوشش کے بعد چار سلاخیں توڑ ڈالیں اور وہ سب اس میں سے نکلنے کے قابل ہو گئے۔
 ”پہلے میں باہر جاؤں گا.... تاکہ کوئی خطرہ ہو تو مقابلہ کر سکوں۔“ انسپکٹر جمشید دلی آواز میں بولے۔

”لیکن بابا جان.... وہ تو سب دیکھ رہے ہیں.... لہذا دلی آواز میں بات کرنے کا کیا فائدہ۔“ قرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

”چلو کوئی بات نہیں.... دیکھ رہے ہیں تو بھی کیا نقصان ہوگا۔“ انہوں نے کہا اور کھڑکی سے دوسری طرف نکل گئے....
 ”انہوں نے دیکھا.... وہاں کوئی نہیں تھا.... اب انہوں نے

دروازہ باہر سے کھول دیا.... سب کمرے سے نکل آئے۔
 ”خدا کا شکر ہے.... کمرے سے تو جان چھوٹی۔“
 ”اب یہ قلعے نما عمارت ہمارے مقابلے پر ہے۔“ خان رحمان
 بنے۔

”اس کی کوئی بات نہیں.... دیکھ لیں گے اسے بھی ان شاء
 اللہ۔“ انسپکٹر کا مران مرزا نے خوش ہو کر کہا۔
 ”لیکن یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔“
 ”انہوں نے یہاں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا....
 ان کے خیال میں ہم یہاں سے نکل نہیں سکتے تھے۔“

اب انہوں نے عمارت کا جائزہ لیا.... یہ سنسان جگہ واقع
 تھی.... چھت پر چڑھ کر انہوں نے چاروں طرف کا جائزہ لیا.... دور
 دور تک صرف درخت دیکھے جاسکتے تھے.... نہ کوئی آبادی تھی.... نہ
 کوئی اور چیز....

”یہ ان لوگوں نے ہمیں کہاں لاما۔“ خان رحمان نے جل
 کر کہا۔

”اور منور علی خاں کو کہاں لے گئے۔“

”اللہ جانے.... ویسے ہمیں تو یہی محسوس ہو رہا تھا جیسے ہم
 شہر میں کسی جگہ قید ہیں.... اب باہر نکلنے پر پتا چلا.... ہم تو جنگل میں
 ہیں....“

”ہمارے لئے انہوں نے ایک مسئلہ کھڑا کر دیا ہے.... بات اصل میں یہ ہے۔“ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔
 ”جی مسئلہ.... کون سا مسئلہ۔“

”ہمارا پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں کسی نہ کسی طرح اپنے ملک پہنچنا ہے.... لیکن انہوں نے ہماری ملاقات منور علی خان سے کروا دی.... اور پھر انہیں ہم سے جدا کر دیا.... تاکہ ہم ان کی تلاش میں اور وقت ضائع کریں.... گویا ہمارا وقت ضائع کرنے کے سوا انہیں اور کوئی کام نہیں ہے۔“

”آخر کیوں.... یہ ہماری خاطر اتنی پریشانی کیوں مول لے رہے ہیں۔“ پروفیسر داؤد نے الجھن کے عالم میں کہا۔
 ”میرا خیال ہے ایسا نہیں.... انہوں نے پریشانی مول لینے کی ہرگز کوئی کوشش نہیں کی۔“ خان رحمان مسکرائے۔
 ”کیا مطلب....“ کئی آوازیں ابھریں۔

”بھئی جب انہیں مفت میں پریشانی مل سکتی ہے تو مول لینے کی کیا ضرورت۔“ انہوں نے منہ بتایا۔
 ”چھوڑیں انکل.... اب آپ بھی ہماری نقل کرنے لگے۔“ محمود نے منہ بتایا۔

”اوہ ہاں.... واقعی.... یہ بات تو ہے۔“ انہوں نے اقرار کیا۔

”ہاں پروفیسر صاحب.... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں بھلا۔“
 ”میں کہہ رہا تھا کہ انہیں یہ ساری الجھن مول لینے کی کیا ضرورت تھی.... ہم ان کے راستے کا روڑا ہیں.... تو یہ ہمیں چیک کر رہے ہیں.... کبھی کسی مکان میں الجھا رہے ہیں.... کبھی منور علی خان کے چکر میں مبتلا کر رہے ہیں.... کیا ان ساری مصیبتوں سے یہ بہتر نہیں تھا کہ یہ ہمیں جان سے ماڈا لیتے۔ اس صورت میں ان کے لئے آسانی ہی آسانی تھی۔“

”جب مقابلے پر کوئی نہ ہو تو پھر مزا نہیں آتا.... ان کے مقابلے پر کوئی نہیں ہو گا تو یہ بہت بوریٹ محسوس کریں گے۔“
 ”گویا ہم تو صرف ان کی بوریٹ کا علاج ہیں۔“
 ”ہاں.... تارن جیسے لوگ مقابلے میں ہر وقت کسی نہ کسی کو دیکھنا چاہتے ہیں۔“

”ضروری بات ہے.... ورنہ ہمیں ختم کرنا ان کے لئے ذرا مشکل نہیں تھا۔“

”اوہ... مگر تارن تو ہمارے ملک میں ہے۔“ شوکی نے الجھن کے عالم میں کہا۔

”تو پھر.... اس سے کیا ہوتا ہے.... ہمارے خلاف اس نے نہ جانے کہاں سے کہاں تک جال بچھایا ہو گا....“
 ”چلئے پھر.... پہلے منور خاں کو تلاش کریں۔“ آفتاب نے

منہ بتایا۔

”ہاں! ضرور.... آؤ چلیں۔“

وہ ایک سمت میں چل پڑے.... اور کر ہی کیا سکتے تھے....
چلتے رہے.... چلتے رہے.... یہاں تک کہ انہوں نے پروفیسر داؤد کی
آواز سنی۔

”بس جمشید.... اب نہیں چلا جاتا۔“

”لیکن ہم یہاں رک کر کریں گے بھی کیا.... کوئی راہ گیر مل
جاتا.... تو ہم اس سے شہر کا راستہ پوچھ لیتے....“
”میں درخت کے اوپر چڑھ کر چاروں طرف کیوں نہ
دیکھوں.... ہو سکتا ہے.... کسی سمت کوئی گھر نظر آجائے۔“ فاروق
بولے۔

”اوہ ہاں.... یہ ٹھیک رہے گا.... پہلے کیوں نہ بتایا۔“ انسپکٹر
جمشید نے جھٹلا کر کہا۔

”اسے کہتے ہیں.... نیکی برباد گناہ لازم۔“ فاروق نے منہ بتایا
اور وہ مسکرا دیے۔

پھر فاروق ایک اونچے اور تنادر درخت پر چڑھ گیا.... یہاں
تک کہ اوپر جا پہنچا.... اب اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی....
وقت تھا دوپہر کا.... اور سورج پوری طرح روشن تھا.... اس لئے
چاروں طرف کا جائزہ لینا آسان کام تھا.... اچانک اس نے کہا۔

”وہ مارا.... اس طرف آبادی ہے۔“

”آجاؤ پھر نیچے۔“ انسپکٹر جنسید نے پرجوش انداز میں کہا۔
 ”ان لوگوں نے اگر ہمیں یہاں قید کیا ہے.... تو انہیں یہ بھی
 معلوم ہو گا.... ہم اس آبادی کی طرف رخ کریں گے۔“ انسپکٹر
 کامران مرزا بولے۔

”ہاں.... بالکل.... تب پھر؟“ انہوں نے سوالیہ انداز میں
 ان کی طرف دیکھا۔

”تب پھر کچھ نہیں.... جانا تو ہمیں اس طرف پڑے گا....
 اور ہم کہاں بھٹکتے پھریں گے۔“ وہ مسکرائے۔

”بالکل.... آئیے پھر چلیں۔“

وہ اس آبادی تک پہنچ گئے.... لوگ انہیں دیکھ کر حیرت زدہ
 رہ گئے.... اور ان کے گرد جمع ہونے لگے.... یہ کوئی دیہات تھا....
 لوگوں کے لباس تو دیہاتیوں جیسے تھے.... ان کے گھر بھی کچے تھے....
 چاروں طرف فصلیں لہرا رہی تھیں.... گویا یہ لوگ کسان تھے۔

”یہ کون سا گاؤں ہے بھلا۔“ خان رحمان نے بے چینی کے

عالم میں پوچھا۔

”رودبان۔“ جواب دیا گیا۔

”یہ کس ملک میں ہے۔“

”آپ.... کون ہیں۔“

”ہم.... مسافر ہیں.... راستہ بھول گئے ہیں....“

”یہ جاڑیا میں شامل ہے.... لیکن یہ سرحدی گاؤں ہے....“

ساتھ ہی دوسرے ملک کی سرحد ہے.... کہیں آپ لوگ اس ملک کے تو نہیں ہیں اور بھول میں سرحد پار کر گئے ہیں.... اور ہم ارے باپ رے.... یہ تو غیر ملکی جاسوس ہیں.... غیر قانونی طور پر سرحد پار کر کے آئے ہیں.... فوراً پولیس کو فون کرو۔“ کوئی چیخا۔

”لو اور سنو.... یہ نئی مصیبت آئی۔“ فاروق جل گیا۔

”اب یہاں پرانی مصیبت کہاں سے لائیں ہم۔“ آفتاب نے

اسے گھورا۔

”دماغ تو نہیں چل گیا۔“ فاروق چلایا۔

”ان حالات میں بھی نہیں چلے گا تو پھر اس کو چلانے کے

لیے آخر کیسے حالات درکار ہوں گے۔“ اس نے جلے کئے انداز میں کہا۔

”توبہ ہے تم سے.... اللہ کے بندے.... یہ تو دیکھ لو.... ہم

کس مصیبت سے دوچار ہیں۔“ پروفیسر داؤد جھلا اٹھے۔

”دوچار ہی ہیں نا انکل.... چار آٹھ تو نہیں ہیں۔“

”اب چار آٹھ ہونے میں بھی کیا کسر رہ گئی ہے.... ارے

ہائیں.... مم.... مگر.... یہ تو بولا بھی نہیں جاتا۔“ وہ چونکے۔

”کیا نہیں بولا جاتا۔“

”یہی چار آٹھ ہوتا۔“ انہوں نے فوراً کہا۔

ادھر ان میں سے کئی ادھر ادھر دوڑ گئے.... غالباً وہ پولیس کو فون کرنے گئے تھے۔

”اب کیا کریں.... یہاں تو پڑ جائیں گے لینے کے دینے۔“
 ”ہاں! اب ہمیں ان کے پھیلانے جال سے نکل جانا چاہیے۔“

”سنو بھنسی.... گاؤں کا سردار کہاں ہے؟“ ایسے میں انسپکٹر جمشید گرج دار آواز میں بولے۔

”میں ہوں گاؤں کا سردار.... لیکن غیر ملکی جاسوسوں سے کوئی ہمدردی نہیں ہے.... نہ میں ان کے لیے کوئی ہمدردی محسوس کرتا ہوں۔“ ایک بوڑھے نے آگے آتے ہوئے کہا۔
 ”لو ہو.... پہلے بات تو سن لیں۔“

”ہاں! سنائیں بات۔“

”اس طرف ایک پرانی عمارت ہے۔“

”ہاں! ہے.... حکومت اپنے باغیوں کو پکڑ کر اکثر اس

عمارت میں قید کرتی ہے۔ کیا تم لوگ بھی وہاں قید تھے۔“

”ہاں! یہی بات ہے۔“ خان رحمان مسکرائے۔

”کیا!!!“ وہ چلا اٹھے.... اب ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ

کیا۔

”کیوں.... اب کیا ہوا؟“

”کچھ نہیں.... تم لوگ تو پھر خطرناک ہو۔“

”خطرناک تو خیر ہم ہیں.... اب ہم جھوٹ تو نہیں بول سکتے

تا۔“

”کک.... کیا کہا۔“ وہ چلائے۔

”اب میں چھوڑنے لگا ہوں۔“ خان رحمان نے جیب میں

ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

”کک.... کیا.... کیا چھوڑنے لگے ہو۔“

”باتونی م۔“ وہ بولے۔

”کیا کہا.... م۔“

”باتونی م....“

”نن نہیں.... نہیں....“ وہ چلائے۔

”یار خان رحمان.... جلدی کرو.... ورنہ یہ پولیس کو بلا لیں

گے.... جو چھوڑنا ہے.... چھوڑ ڈالو۔“

پھر جو نمی ان کا ہاتھ جیب سے باہر آیا.... ان میں بھگدڑی

گئی.... انہوں نے اس موقع کو غنیمت جانا.... اور درختوں کے پیچھے

چھپ گئے.... وہ لوگ کافی دور تک دوڑ کر آہستہ آہستہ واپس آئے۔

”دیکھا! میں نہ کہتا تھا.... وہ ہمیں چکر دے رہے ہیں.... نہ

یہاں کوئی م پھٹا.... نہ کچھ اور ہوا.... بھلا ہمارے آفیسر انہیں اس

عمارت میں قید کرتے وقت ان کے پاس کوئی ہم رہنے دیتے.... وہ بھی.... کون سا ہم بھلا.... کیا نام لے رہے تھے وہ۔“

”پتا نہیں ہاں یاد آیا شا کوئی ہم۔“

”شا کوئی.... نہیں بھئی.... کچھ اور نام تھا۔“

”لیکن اب ہمیں اس سے کیا....“

”بالکل بالکل.... چلو وہ بھاگ گئے.... جان چھوٹی.... در نہ

پولیس انسپکٹر کئی روز تک ہمیں تھانے بلواتا.... گواہیاں لیتا....“

”اور اب جب وہ آئے گا تو کیا کہیں گے اس سے۔“

”یہی کہ وہ بھاگ گئے.... اب اس میں ہمارا کیا قصور۔“

”ہوں.... بالکل ٹھیک۔“

جلد ہی وہاں پولیس کی ایک گاڑی آ کر رکی.... انہوں نے

ایک دوسرے کی طرف دیکھا.... جیسے کہہ رہے ہوں.... یہاں سے

شہر کی طرف جانے کے لیے یہ گاڑی ٹھیک رہے گی۔

”ہاں سردار.... کیا بات ہے.... یہ یہاں اتنے لوگ کیوں

جمع ہیں.... اور وہ لوگ کہاں ہیں.... جن کے بارے میں ہمیں بتایا

گیا ہے۔“

”وہ بھاگ گئے ہیں.... لیکن زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے۔“

”ارے باپ رہے.... آپ لوگوں نے انہیں پکڑا کیوں

نہیں.... بھاگنے کیوں دیا۔“

”پتا نہیں چلا.... بس ادھر ہم نے فون کیا.... ادھر وہ بھاگ لیے اور آن کی آن میں غائب ہو گئے۔“

”تب وہ ضرور جنگل میں ہی چھپے ہوئے ہیں.... ان کے پاس اسلحہ تو نہیں تھا؟“

”نہیں۔“

”کوئی بات نہیں.... ہم انہیں دیکھ لیں گے.... چلو.... تم چاروں طرف پھیل جاؤ.... میں جیپ میں چکر لگاتا ہوں.... وہ جہاں کہیں بھی نظر آجائیں.... بس فائرنگ کر دینا۔“

”جی.... یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔“ ایک ماتحت چونکا۔

”اوہ ہاں... میں بے خیالی میں غلط کہہ گیا... ہاں تو جہاں کہیں بھی وہ نظر آجائیں... خاموشی سے مجھے اطلاع کرنا۔“

”ضرور.... کیوں نہیں....“ وہ ایک ساتھ بولے۔

اور پھر پورے جنگل میں ان کی تلاش شروع ہو گئی.... ایسے میں جنگل میں ایک آواز ابھری۔

”ان لوگوں کو تلاش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں.... وہ تو میری ایک آواز پر خود میرے سامنے آجائیں گے۔“

اس آواز میں نہ جانے کیا تھا.... سب لوگ مڑ کر اس سمت دیکھنے لگے۔ جس سمت سے آواز آئی تھی.... اور پھر انہوں نے کسی کو آتے دیکھا۔

چار آٹھ

سس.... سر.... آپ اور یہاں۔“ کئی آوازیں ابھریں۔
 ”ہاں! میں.... اب میں ان لوگوں کو مخاطب کر کے بات
 کرتا ہوں.... انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھیو.... آپ کا امتحان ختم
 ہوا.... آپ امتحان میں بری طرح ناکام ہوئے.... ہم نے جو چاہا....
 حاصل کر لیا.... اب ہمیں تم سے کوئی غرض نہیں.... تم اپنے ملک جا
 سکتے ہو.... اپنے طور پر جانا چاہو.... اپنے طور پر جا سکتے ہو.... اس
 سلسلے میں میری خدمات کی ضرورت ہوں تو میں حاضر ہوں.... میں
 ہوں آپ کا خادم.... تارن.... میری باتوں پر یقین نہیں تو ہم یہاں
 سے جا رہے ہیں۔ اب کوئی آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے
 گا.... کوئی ایرپورٹ پر آپ سے کاغذات طلب نہیں کرے گا.... جہاز
 کا ٹکٹ تک نہیں پوچھے گا.... بس آپ ایرپورٹ پر جا کر عملے کو اپنے
 بارے میں بتائیں گے.... آپ کو فوری طور پر جانے والے یا اس سے
 اگلے جہاز میں سوار کرادیا جائے گا اور آپ اپنے وطن پہنچ جائیں گے اور
 وہاں جا کر آپ دیکھ لیں گے کہ.... آپ میرے مقابلے میں بالکل ہار

گئے ہیں۔ اب اگر میری زبان پر اعتبار ہے تو میرے سامنے آجائیں... میں خود آپ لوگوں کو اپنی گاڑی میں بٹھا کر ایر پورٹ پر پہنچا دوں گا اور اگر آپ کا خیال ہے کہ میں کوئی چال چل رہا ہوں.... تو پھر آپ خود چلے جائیں.... ویسے تارن ایسی سستی چالیں نہیں چلتا.... میں تو اس وقت تک تم لوگوں سے بچوں کی طرح کھلتا رہا ہوں.... ورنہ کیا قلعے کے اندر میں تم لوگوں کو ختم نہیں کر سکتا تھا.... قلعے پر چند ہم تم پر گرتے اور تم ختم تھے.... لیکن میں چاہتا تھا.... پوری دنیا میں کوئی تو میرے مقابلے پر آنے والا ہو.... اور وہ صرف آپ لوگ ہیں.... اس میں شک نہیں کہ آپ بہت دلیر ہیں.... بہادر ہیں.... دشمن کے مقابلے میں خوف زدہ ہونے والے نہیں ہیں.... اور آپ کی یہی باتیں مجھے پسند ہیں.... لہذا اسی لیے میں آپ لوگوں کو جانے کی اجازت دے رہا ہوں.... تاکہ پھر کبھی آمناسا مانا ہو تو مزار ہے.... میں صرف تین منٹ انتظار کروں گا.... میرے ساتھ جانے میں آپ کا وقت بچے گا.... ورنہ نہ جانے کب تک پیدل چلیں گے.... پھر کوئی ٹیکسی وغیرہ ملے گی اور آپ ایر پورٹ پہنچیں گے.... وہاں بھی آپ لوگوں کو میری مرضی سے ہی سوار کرایا جائے گا.... لہذا اگر فدار کرنا ہو تا تو میں وہاں بھی گر فدار کر سکتا تھا....“

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا.... انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ ان سب کے چروں پر حیرت ہی حیرت تھی.... کہاں تو

وہ ان لوگوں کو مسلسل الجھائے چلا آ رہا تھا.... اور کہاں یک دم انہیں ان کے ملک جانے کی اجازت دے رہا تھا.... آخر دو منٹ بعد انسپکٹر جمشید نے بلند آواز میں کہا۔

”ہمیں بھی آپ جیسا دشمن پسند ہے.... حیرال کی یاد تازہ کر دی آپ نے.... ہم آرہے ہیں۔“
 ”واہ.... کس کا نام لیا۔“ اس نے خوش ہو کر کہا۔
 ”کیوں.... کیا ہوا؟“

”حیرال جیسا آدمی ہماری طرف بہت کم پیدا ہوتا ہے.... وہ مجھے بھی بہت پسند تھا.... دیکھا جائے تو میں نے حیرال سے بہت کچھ سیکھا ہے.... کسی زمانے میں میں اس کا ماتحت بھی رہا ہوں.... لیکن اس زمانے میں جب کبھی وہ آپ لوگوں سے ٹکرائے.... ایسی کسی مہم میں میں ان کے ساتھ نہ رہا۔ اس لیے ان دونوں آپ نے میرا نام نہیں سنا ہو گا.... پھر حیرال کے مارے جانے کے بعد مجھے ان کی جگہ ترقی دی گئی....“

”گویا آپ انشارجہ کے لیے کام کرتے ہیں۔“

”انشارجہ اور میگال.... دونوں کے لیے.... یہ دونوں ملک دراصل ایک ہی ہیں.... نام دو ملکوں کے ہیں.... اور انشارجہ میں میگال کے حکمرانوں کی مرضی چلتی ہے.... گویا اصل طاقت میگال کی ہے.... اور میٹر اعلق بھی میگال سے زیادہ ہے.... انشارجہ سے کم۔“

اب وہ اس کے سامنے آچکے تھے.... انہوں نے دیکھا.... وہ واقعی تارن تھا....

”بہت دیر بعد ملاقات ہوئی۔“

”بس! میں ذرا پردے کے پیچھے رہا.... اور آپ لوگوں کی پیاری پیاری حرکات دیکھتا رہا۔“

”پاری حرکات.... کیا مطلب؟“ آصف نے چونک کر پوچھا۔

”ہاں.... قلعے میں جو کچھ آپ لوگوں نے کیا.... اس نے بہت مزادیا.... پھر اس کے بعد بھی آپ جو کچھ کرتے رہے.... قابل تعریف ہے.... یہ اور بات ہے کہ آپ لوگ کھل طور پر میرے منصوبے کی زد پر رہے۔“

”آخر آپ کا منصوبہ کیا تھا۔“

”افسوس! یہی تو میں بتا نہیں سکتا.... اگر اس معاملے کو راز نہ رکھنا ہوتا.... تو وہیں آپ لوگوں کو رہنے دیا جاتا۔“

”وہیں سے آپ کی کیا مراد ہے.... ہمارے ملک۔“ انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

”ہاں بالکل۔“

”خیر.... تو اب ہم اپنے ملک جاسکتے ہیں۔“

”بالکل۔“

”اور آپ کا خیال ہے.... ہم وہاں جا کر بھی کوئی اندازہ نہیں لگائیں گے۔ کہ آپ کا منصوبہ کیا تھا۔“
 ”امید یہی ہے۔“ وہ مسکرایا۔
 ”گویا آپ کو یقین نہیں ہے۔“ فرزانہ بول اٹھی۔
 ”نت.... تم مجھے ان میں سے زیادہ پسند ہو۔“ اس نے فرزانہ کو گھورا۔

”کک.... کیا مطلب۔“ فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔
 ”ذہانت کے لحاظ سے۔“

”نہیں خیر.... ان سب میں بھی مجھ سے کم ذہانت نہیں ہے۔“ فرزانہ نے منہ ہٹایا۔

”ہو گی.... لیکن تمہارے دماغ سے ایسی ایسی ترکیبیں نکلتی ہیں کہ میں حیرت زدہ رہ جاتا ہوں۔“

”چلے شکریہ.... کوئی آپ کو بھی حیرت زدہ تو کر دیتا ہے۔“
 ”میں جلد کوئی اور منصوبہ لے کر آپ کے ملک میں آؤں گا.... اور اس وقت بھی ضرور آپس میں خوب ٹکرائیں گے.... بار بار ملاقات ہو گی.... اس کیس میں تو مجھے مسلسل.... پیچھے رہنے کی ہدایت دی گئی تھی.... تاکہ آپ لوگوں کو بالکل کوئی سن گن نہ لگے۔“
 ”اچھی بات ہے.... چلے پھر.... ہم اپنے وطن ہی چلے جاتے ہیں.... ذرا دیکھیں تو سہی.... وہاں کیا حالات ہیں۔“

پھر تارن نے انہیں ایک بڑی گاڑی میں سوار کر لیا اور انہیں لے چلا.... ایسا دشمن انہیں پہلی بار ملا تھا.... جو خود انہیں ان کے ملک پہنچانے کے لیے ایرپورٹ لے جا رہا تھا۔ جو نہی اس کی گاڑی ایرپورٹ پر رکی.... اور وہ نیچے اترا.... ہر طرف سے اسے سلام کرنے کے لیے ہاتھ اٹھنے لگے.... ایڑیاں جھنے لگیں.... گویا تارن وہاں کی بہت بڑی شخصیت تھا.... ساتھ میں انہیں بھی ہاتھوں ہاتھ لیا گیا.... آخر وہ تارن کے ساتھ تھے.... پھر انہیں جہاز میں بٹھایا گیا.... تارن انہیں جہاز کی سیٹوں پر بٹھانے تک ان کے ساتھ رہا.... جب جہاز چلنے کا وقت ہوا تو اس نے کہا۔

”اب میں چلتا ہوں.... میری وجہ سے آپ لوگوں کو جو تکالیف یہاں اٹھانا پڑیں.... ان کے لیے.... میں معافی چاہتا ہوں.... ہم پھر آئیں گے.... اور جلد ملیں گے.... میں آپ کے ملک کا دشمن ہوں.... ذاتی طور پر آپ کا نہیں.... لہذا وعدہ کرتا ہوں.... آپ میں سے کسی کو کوئی تکلیف پہنچانے کی کوشش نہیں کروں گا۔“

”لیکن مسٹر تارن۔“ انسپکٹر جمشید بول اٹھے۔

”ہاں! کہیے۔“

”جو میرے ملک کا دشمن ہے.... وہ ہمارا بھی دشمن ہے.... اور ہم اس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کریں گے.... آپ بے شک ہمیں روک لیں اور جانے نہ دیں۔“

تارن مسکرایا.... پھر یو لا۔

”تارن اتنے چھوٹے دل کا مالک نہیں کہ اتنی سی بات پر آپ کو روک لے.... آپ میری طرف سے بالکل آزاد ہیں.... آپ پر کوئی پابندی نہیں.... جار شیا میں تو آپ کو کوئی روکنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔“

”کیا یہ جار شیا بھی انتشار جہ میں شامل ہے۔“

”نہیں.... آزاد ملک ہے.... لیکن آزاد ہونے کے باوجود

انتشار جہ کا غلام ہے.... کیا آپ کا ملک انتشار جہ کا غلام نہیں ہے۔“

”محسوس کی جاتا ہے۔“ انہوں نے منہ ہٹایا۔

”بس تو پھر.... آپ لوگ نہ جانے کس آزادی کی باتیں

کرتے رہتے ہیں.... آپ کا ملک آزاد نہیں ہے.... کیا سمجھے۔“

”ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں.... لیکن ایک دن ہم آزاد ہوں

گے.... وہ دن ضرور آئے گا۔“

”بہت خوب! جس دن وہ دن آئے.... مجھے ضرور اطلاع

دے دیجئے گا۔“

”ضرور.... کیوں نہیں.... بلکہ ہم تو پہلا کام یہی کریں

گے.... بٹر طیکہ ہماری زندگی میں ایسا ہوا۔“

”شکریہ۔“ اس نے ہنس کر کہا اور پھر وہ جہاز سے اتر گیا۔

راستے میں بھی انہیں کوئی پریشانی نہ ہوئی.... آخر وہ اپنے

ملک کی سر زمین پر اترے.... فوراً ہی ایک سرکاری گاڑی ان کی طرف بڑھی۔

”آپ کو اس گاڑی پر چلنا ہے.... صدر صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔“

”ارے باپ رے.... کک.... کون سے صدر۔“

”آپ ملک کے صدر کو نہیں جانتے.... ملک کا صدر تو ایک

ہی ہوتا ہے....“

”ہاں ہاں.... میں جانتا ہوں.... صدر ایک ہوتا ہے....“ انہوں نے فوراً کہا۔

”تب پھر آپ نے یہ کیوں کہا.... کون سے صدر۔“

”غلط کہا.... آپ ہمیں صدر صاحب کے پاس لے چلیں۔“

”اسی لیے تو آئے ہیں جناب۔“

اس نے انہیں بہت ادب اور احترام سے گاڑی میں بٹھایا اور

لے چلا.... ایوان صدر کے دروازے پر انہیں اتارا.... انہوں نے

دیکھا.... ایوان صدر کے دروازے پر طاؤس جو نا موجود تھا۔ انہیں

دیکھ کر وہ سیدھا ہو گیا اور سلام کے انداز میں اس نے ہاتھ بھی اٹھایا....

پھر بولا۔

”صدر صاحب بہت بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہے

ہیں.... آپ نے بہت دیر لگا دی۔“

”کیا مطلب.... دیر لگادی.... کہاں دیر لگادی۔“

”یہاں آنے میں.... صدر صاحب تو نہ جانے کب کا آپ ہپ کا

انتظار کر رہے تھے۔“

”اوہ اچھا خیر۔“

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے اور صدر کے کمرے میں داخل جمن ہو گئے.... کیونکہ باہر دربان موجود نہ تھے کہ وہ اندر اطلاع بھجواتے....

”اوہ یہ تم ہو جمشید.... خدا کا شکر ہے.... تم آئے تو۔“ انہوں نے پہلے والے صدر کی آواز سنی۔

”یہ.... یہ آپ ہیں سر۔“

”تو اور میری جگہ یہاں کسے ہونا چاہیے تھا۔“

”آپ کب واپس آئے.... میرا مطلب ہے آپ کو کب بسبب

ایوان صدر میں لایا گیا۔“

”کیسی باتیں کرتے ہو تم.... میں یہاں سے کہیں اور بیٹھ رہا ہوں۔“

جانے لگا.... ہاں سرکاری دورے پر ضرور کبھی کبھار جانا پڑتا ہے.... تمہیں کیا ہوا؟“

”سر.... یہ سب کیا ہے.... کیا کچھ دن پہلے یہاں تارن نے رات

آپ کی حکومت کا تختہ نہیں الٹا دیا تھا.... اور آپ کو قید میں نہیں ڈال دیا گیا تھا۔“

”تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے جمشید۔“ انہوں نے بوکھلا کر

کہا۔

”جج.... جی.... جی ہاں میں ٹھیک ہوں.... فرمائیے آپ نے

ہمیں کس ایسے یاد کیا۔“ وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

”پہلے تم وضاحت کرو.... یہ تم تارن کا کیا ذکر کر رہے تھے۔

تارن تو بہت خوفناک آدمی ہے۔“

”جی ہاں اس میں شک نہیں.... وہ حد درجے خطرناک

ہے.... اور مجھے شک ہے کہ آپ اصل صدر نہیں ہیں۔“

”کیا!!!“ وہ چلا اٹھے۔

☆....☆....☆

موقع محل

چند لمحے تک صدر انہیں کھا جانے والی نظروں سے گھورتے رہے پھر بولے۔

”یہ تم نے کیا کہا.... میں اصلی صدر نہیں ہوں۔“

”ہاں! یہی بات ہے سر۔“

”تب پھر مجھے سر کیوں کہہ رہے ہو۔“ وہ ہنسنے۔

”احتیاطاً.... شاید میرا اندازہ غلط ثابت ہو جائے۔“

”ہوں اچھا خیر.... میں سو فیصد اصلی صدر ہوں.... نقلی

صدر.... یعنی نائب صدر کو گرفتار کر کے جیل میں ڈالا جا چکا ہے۔“

”کیا فرمایا آپ نے.... یہ کب ہوا؟“

”ابھی چند دن پہلے۔“

”تو یہ بات درست ہے کہ انہوں نے آپ کے خلاف

سازش کی تھی.... اور اس سازش میں انہوں نے اصل کام تارن سے

لیا تھا۔“

”یہی بات ہے۔“

”تب پھر آپ آزاد کس طرح ہو گئے۔“

”تارن اچانک سازشی صدر سے ناراض ہو گیا.... اس نے جس طرح میرا تختہ الٹا تھا.... اسی طرح اس کا الٹ دیا اور مجھے واپس یہاں لے آیا.... نقلی صدر کی گرفتاری کے بعد جب ہم سیٹ ہو گئے تو وہ واپس اپنے ملک چلا گیا۔“

”یہ کیا بات ہوئی.... کیا کہا اسے آپ سے ہمدردی کیوں ہو گئی.... اور نقلی صدر سے ناراض کیوں ہو گیا وہ۔“

”یہ مجھے معلوم نہیں۔“

”حد ہو گئی....“ انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

”اسی لئے تو میں نے تمہیں بلایا ہے۔“

”کہاں سے بلایا ہے۔“

”تارن سے کہہ کر بلایا ہے میں نے تمہیں.... اس نے بتایا تھا

کہ تم سب اس کی قید میں ہو.... سو میری درخواست پر اس نے تمہیں چھوڑنا منظور کر لیا۔“

”یہ کیسے ہو سکتا ہے.... اس نے ضرور کچھ نہ کچھ معاوضہ

طلب کیا ہو گا۔“

”اوہ.... تم اس بات کو چھوڑو.... میرے لئے تم قیمتی ہو....

دولت نہیں۔“

”نہیں.... پہلے بتائیں.... کتنے پیسے دینا پڑے اسے۔“

”پچاس کڑور۔“

”یہ آپ نے اچھا نہیں کیا.... ہم اس کے بغیر بھی اس کی قید سے نکل آتے۔“

”یہ ناممکن تھا جمشید۔“ وہ مسکرائے۔

”کیسے ناممکن تھا....“

”میں تمہیں تفصیل کیوں نہ سنا دوں۔“

”اس سے بہتر بات کیا ہوگی۔“ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

دوسرے بھی بدی طرح بے چین نظر آرہے تھے۔

”ہمارے خلاف سازش واقعی ہوئی تھی.... مجھے قید کر لیا گیا

تھا اور میری جگہ نائب صدر نے لے لی تھی۔ اور یہ سب کام تارن کے

ذریعے کیا گیا تھا.... تم لوگوں کو گرفتار کر کے اس نے غائب کر دیا....

سنا ہے اس نے تمہیں کسی قلعہ میں قید کر دیا تھا.... ایک خوفناک قلعے

میں۔“

”اور پھر ہم اس قلعے سے نکل آئے تھے۔“ انسپکٹر جمشید نے

منہ بتایا۔

”بالکل ٹھیک.... میں مانتا ہوں.... لیکن اس کے بعد بھی تم

اس کے جال سے نہیں نکل سکے تھے.... مسلسل اس کی سازش کے

جال میں پھنس رہے تھے.... یہاں تک وہ میرے پاس قید خانے میں آ

گیا۔“

”کک.... کون.... تارن۔“ انسپکٹر کامران مرزا حیران رہ

گئے۔

”ہاں! تارن.... اس نے کہا.... کیا میں پھر سے صدر بننا چاہتا ہوں.... میں بھلا کیسے کہہ دیتا کہ نہیں.... جب کہ میں قید میں پڑا تھا.... اور اس طرح مجھے آزادی مل رہی تھی.... میں نے فوراً کہہ دیا کہ ہاں.... کیوں نہیں.... اس پر اس نے پچاس کڑور مانگے.... میں نے دینے کی ہاں کر لی.... اس کے بعد مجھے نہیں معلوم.... اس نے کیا کیا.... بہر حال میں آزاد تھا اور وہ قید.... اور ملک کے اخبارات میں یہ خبر بھی لگ چکی تھی کہ سازشی صدر کو گرفتار کر لیا گیا.... اصل صدر اب پھر موجود ہیں....“

”اور.... اور.... اور آپ نے اسے پچاس کڑور کا چیک دے

دیا۔“

”اور میں کیا کرتا۔“

”آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا.... آخر کو ہم آجاتے اور اس

سے نبٹ لیتے۔“

”اس نے تمہارے بارے میں یقین دلادیا تھا۔“

”جی.... کس بات کا۔“

”اس کا کہ اب وہ کبھی واپس نہیں آسکیں گے۔“

”اوہ.... یہ تو اس نے جھوٹ بول دیا.... جب کہ میرا خیال

تھا.... وہ بالاصول مجرم ہے.... اور غلط بیانی نہیں کر سکتا۔“

”یہ تو مجھے معلوم نہیں.... بہر حال ہوا یہی ہے۔“

”خیر.... اب آپ نے ہمیں کیوں بلایا ہے۔“

”پچاس کڑور اس سے واپس وصول کرو۔“

”اوہ اچھا.... ہاں واقعی.... یہ تو کرنا ہو گا.... خیر آپ فکر نہ

کریں.... ہم بہت جلد آپ کا پچاس کڑور اس سے وصول کر کے آپ کے قدموں پر ڈھیر کر دیں گے۔“

”او کے.... اب تم جاسکتے ہو۔“

وہ گھر آگئے.... بیگم جمشید کو ان کے آنے کی خبر پہلے ہی مل

چکی تھی.... لہذا اس وقت تک وہ بہت سی کھانے پینے کی چیزیں تیار کر چکی تھیں....

ان چیزوں کو دیکھ کر سونگھ کر ان کی بھوک چمک اٹھی تھی....

پروفیسر داؤد تو بڑے بے چہین ہو گئے اور ان کی طرف دیکھے بغیر ان چیزوں پر ٹوٹ پڑے۔

”بھئی واہ.... مزا آ گیا.... کتنے دن بعد یہ چیزیں نصیب

ہوئی ہیں۔“

وہ مسکرا دیے.... پھر کھانے سے فارغ ہو کر ڈرائنگ روم

میں آ بیٹھے.... ایسے میں دروازے پر کسی بھکاری نے دستک دی۔

”محمود اسے کچھ دے آؤ۔“ وہ بولے۔

”جی اچھا۔“ محمود باہر چلا گیا۔

پھر جونہی وہ واپس آیا انسپکٹر جمشید بہت زور سے اچھلے... ان کی آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی.... زمانے بھر کی حیرت.... ان کے منہ سے نکلا۔

”اف مالک! یہ.... یہ سب کیا ہے۔“

”آپ کا اشارہ کس طرف ہے انکل۔“ شوکی نے بے قرار

ہو کر پوچھا۔

”ذرا ٹھہرو شوکی.... میں غور کر لو....“

جی بہت بہتر.... جب آپ غور کر چکیں.... تو ہمیں بتا دیجئے

گا۔“ آفتاب بولا۔

”کیا بتا دوں۔“ انہوں نے منہ بتایا۔

”یہ کہ آپ غور کر چکے ہیں۔“

”یار چپ رہو.... میں بہت پریشان کن بات سوچ رہا

ہوں۔“ انہوں نے چیخ کر کہا۔

سب پریشان ہو گئے.... ادھر وہ سوچ میں گم.... اور ایسے گم

ہوئے کہ سر اٹھانے کا نام نہ لیا.... جب وہ بالکل تھک گئے تو فرزانہ

نے دلی آواز میں کہا۔

”ہم انتظار کر کر کے تھک گئے ہیں لبا جان۔“

”کوئی بات نہیں۔“ انہوں نے ان کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

”کیا کہا.... کوئی بات نہیں۔“

”ہاں! کوئی بات نہیں۔“

”آپ کا مطلب ہے.... ہم بے شک انتظار کر کر کے سوکھ

جائیں۔“ آفتاب بولا۔

”ہاں! سوکھ جاؤ.... کوئی پروا نہیں۔“

”لو بھئی.... یہ تو ہمیں سکھانے پر قتل گئے.... ہے کوئی

تک۔“ آصف نے ہانک لگائی۔

”مارے گئے پھر تو بے موت۔“ آفتاب نے کانپ کر کہا۔

”اور یہ تم کانپ کس خوشی میں رہے ہو۔“

”پپ پتا نہیں.... میں خوشی کی قسموں کو نہیں جانتا۔“ اس

نے فوراً کہا۔

”یار جمشید.... اب تو واقعی ہم بھی تھک گئے ہیں۔“

”ہم سے کیا مراد خان رحمان۔“

”میں پروفیسر صاحب اور انسپکٹر کامران مرزا۔“

”مجھے شامل نہ کریں.... میں ابھی نہیں تھکا۔“ انسپکٹر

کامران مرزا نے کہا۔

”حد ہو گئی.... اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ جب تک آپ

نہیں تھک جاتے.... یہ ہمیں کچھ نہیں بتائیں گے۔“

”یہ بات نہیں.... جبکہ یہ غور کرنا چاہتے ہیں.... اور میں

سمجھتا ہوں.... انہیں غور کرنے کا پورا پورا موقع دیا جائے۔“

”لے لیجئے انکل۔“ آفتاب نے برا سامنہ بنایا۔

”لے لیجئے.... کیا لے لیجئے۔“ انسپکٹر جمشید نے بوکھلا کر کہا۔

”جی.... وہ موقع.... لیکن موقع محل دیکھ کر کام میں لائیے

گا۔“ مکھن مسکرایا۔

”تم مجھے سوچنے نہیں دو گے.... میں اپنے کمرے میں جا رہا

ہوں۔“

”اگر آپ اپنے کمرے میں جا رہے ہیں تو ہم گئے کام سے۔“

شوکی بولا۔

”کیوں.... کیوں.... کیا ہوا؟“ وہ ہنسے۔

”پھر تو آپ نہ جانے کب نکلیں گے.... آپ کو کون یاد

کرائے گا کہ کتنا وقت گزر گیا ہے۔“

”اگر یہ بات ہے.... تو میں انسپکٹر کامران مرزا کو ساتھ لے

جاتا ہوں۔“

”اس صورت میں تو آپ کے فارغ نہ ہونے کے امکانات

اور زیادہ ہو جائیں گے۔“

”نہیں بھئی.... آخر کار ہم فارغ ہوں گے.... فکر نہ

کرو۔“

”جی بہتر.... یہ تینوں انکل تو ہمارے ساتھ رہیں گے نا۔“

محمود نے پروفیسر داؤد، خان رحمان اور منور علی خان کی طرف اشارہ کیا۔

”بالکل.... آئیے کامران مرزا۔“

”ضرور.... کیوں نہیں۔“ انہوں نے خوش ہو کر کہا۔

”آپ تو جیسے تلے بیٹھے تھے.... ان کے ساتھ جانے کیلئے۔“

”تلا نہیں.... بھر بیٹھا تھا۔“ وہ ہنسے۔

پھر دونوں چلے گئے.... یہ لوگ وہیں بیٹھے رہ گئے۔

”یہ اچھا نہیں ہوا....“ پروفیسر داؤد نے پریشان ہو کر کہا۔

”جی.... کیا اچھا نہیں ہوا۔“

”ہم باہر رہ گئے.... وہ اندر چلے گئے۔“

”تو کیا آپ چاہتے تھے.... ہم اندر چلے جاتے اور وہ باہر رہ

جاتے۔“ فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

سب کو ہنسی آگئی۔

”میرا یہ مطلب نہیں تھا.... ان کے ساتھ مجھے اندر جانا

چاہیے تھا۔“

”تو اب چلے جائیں.... وہ آپ کو روکیں گے تو نہیں۔“

”ہاں! مجھے جانا ہو گا.... ورنہ ہو سکتا ہے.... دو تین دن

گزر جائیں.... اور یہ اپنی سوچ کے سمندر سے باہر نہ آئیں۔“

”ارے باپ رے۔“ وہ ہوا کھلا اٹھے۔

پروفیسر داؤد اٹھے اور لائبریری کے دروازے پر پہنچے....
 جو نئی انہوں نے دستک دی.... انسپکٹر جمشید پکارے۔
 ”بھلا ہو بابا۔“

☆....☆....☆

دوہرا جواب

”کیا مطلب....“ وہ اچھلے۔
 ”باقی لوگ بھی حیرت زدہ رہ گئے۔

”بھلا ہو بابا۔“

”جمشید.... یار تم ہوش میں تو ہو۔“

”نہیں.... میں اور کامران مرزا بالکل بے ہوش ہیں۔“

”اللہ اپنا رحم فرمائے.... کیا ڈاکٹر کو بلاؤں۔“

”ہم خود ہو میوڈاکٹر ہیں۔“ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

”لیکن آپ دونوں تو بے ہوش ہیں.... آپ دو ایسے لے

سکیں گے۔“

”اگر ہم باتیں کر سکتے ہیں.... تو دوا بھی لے سکتے ہیں۔“

”حد ہو گئی.... اچھا آپ کی مرضی.... آپ پروفیسر انکل

کو اندر بلانا نہیں چاہتے۔“

”یہ بات نہیں.... آنے کو وہ آجائیں.... لیکن ہمارے ساتھ

ہو رہے ہونے کا کیا فائدہ۔“

”ہوں.... واقعی.... ٹھیک ہے.... میں نہیں آتا.... لیکن تم ذرا جلد فارغ ہونے کی کوشش نہیں کر سکتے۔“

”نہیں.... اوہ ہاں.... کر سکتے ہیں.... ضرور کر سکتے ہیں۔“

”او کے.... ہم نئے سرے سے انتظار کر لیتے ہیں۔“

”شکریہ۔“ اندر سے کہا گیا۔

پروفیسر مایوس ہو کر ان کے پاس آ گئے۔

”نہیں بھئی.... ان تلوں میں تیل نہیں ہے۔“ انہوں

نے کہا۔

”بازار سے لے آتے ہیں انکل۔“

”کیا چیز۔“ وہ چونکے۔

”جی تیل.... اور کیا۔“

”حد ہو گئی.... اب تم بھی مجھ سے مذاق کرو گے۔“

”پہلے آپ سے کون مذاق کرتا رہا انکل۔“

”انسپکٹر جمشید اور کامران مرزا۔“ انہوں نے منہ بنایا۔

”لیکن میرا خیال ہے.... انہوں نے مذاق ہر گز نہیں کیا....“

وہ بہت سنجیدہ ہیں۔“ آصف نے فوراً کہا۔

”میرا بھی یہی خیال ہے انکل۔“ محمود بولا۔

”اچھی بات ہے.... مان لیتا ہوں۔“

اچانک دروازہ کھلا.... دونوں باہر نکلے.... ان کے چہروں پر

غیب سی کیفیت طاری تھی۔

”کیا ہوا جان.... اور انکل.... کیا آپ کسی نتیجے پر پہنچ گئے

ہیں۔“

”شاید پہنچ گئے ہیں.... شاید نہیں۔“

”آپ کا جواب دوہرا جواب ہے۔“

”کوئی پرواہ نہیں۔“ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

”مہربانی فرما کر کچھ تو بتائیں۔“

”ہاں! ضرور.... تمہیں یاد ہے.... صدر صاحب کی طرف

سے ہمیں بلاوا نہیں ملا تھا۔“

”کب یہ کب کی بات کر رہے ہیں آپ۔“

”ارے بھئی جب ابھی تارن کا نام پہلی بار سنا تھا.... اور

صدر صاحب نے ہمیں طلب کیا تھا۔“

”جی ہاں! یاد آیا.... وہاں جا کر ہم ان کی سازش کا شکار ہو گئے

تھے۔“

”بالکل ٹھیک....“

”اس سے پہلے کیا ہوا تھا.... کیا بات پیش آئی تھی بھلا۔“ وہ

بولے۔

”اس سے پہلے.... اس سلسلے میں.... کوئی بات پیش نہیں

آئی تھی۔“

”آئی تھی ایک بات سامنے.... ہم اس سلسلے میں نکلے ہی تھے
 کہ صدر صاحب کا پیغام مل گیا تھا.... اب یاد آیا کچھ۔“
 ”جی نہیں....“

”حد ہو گئی.... کیا ہو گیا ہے.... تمہاری یادداشت کو۔“
 ”وہ تو ٹھیک ٹھاک ہے۔“

”نہیں.... بالکل نہیں.... اس میں خلل ہے.... ورنہ تمہیں
 یاد ہو ناچا یہ.... پہلے کیا ہوا تھا۔“
 ”تب پھر ہمیں سوچنے دیں۔“ محمود نے کہا۔
 ”ضرور سوچو۔“

لیکن اس سوچ میں ہم لوگ شامل نہیں ہوں گے.... اس
 لئے کہ ہم اس وقت یہاں نہیں تھے۔“
 ”ہاں! ٹھیک ہے۔“

پھر وہ تینوں سوچ میں ڈوب گئے اور وہ ان کی طرف دیکھنے
 لگے۔

”یہ آخر ہمارے ساتھ ہو کیا رہا ہے.... پہلے انکل سوچ میں
 غرق ہو گئے اب یہ دونوں.... اور ہم ہونقوں کی طرح انہیں دیکھ
 رہے ہیں۔“ آفتاب نے جل کر کہا۔

”اچھا کر رہے ہو۔“ فاروق نے اس کی بات سن کر کہا۔
 ”دیکھا انکل.... یہ کیا سوچیں گے بھلا.... درمیان میں تو

بول رہے ہیں۔ ”آصف نے شکایت کی۔

”بالکل ٹھیک تم تینوں لا بریری میں چلے جاؤ

دروازہ اندر سے بند کر لو میں تمہیں صرف پانچ منٹ دیتا ہوں۔“

”خود آپ تو دو گھنٹے تک سوچ میں گم رہے اور ہمیں

صرف پانچ منٹ ہے کوئی تک۔“

”ہم اور بات سوچ رہے تھے اس لئے زیادہ وقت ہی لگ

سکتا تھا اب جو بات تم تینوں کو سوچنا ہے وہ اچانک ذہن میں

آسکتی ہے اور ساتھ ہی سوچنے کا پروگرام ختم جب کہ ہمیں ذہن

میں بات آنے کے بعد سوچنا پڑا تھا۔“ انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی

کہا۔

”اللہ اپنا رحم فرمائے۔“

”ہاں! آپ کہہ سکتے ہیں یہ۔“ انہوں نے فوراً کہا۔

آخر تینوں اٹھ کر کمرے میں چلے گئے وہ لگے انتظار

کرنے اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے ایسے میں دروازہ کھلا اور تینوں

باہر نکلے وہ حیرت زدہ سے نظر آ رہے تھے۔

”ہمیں یاد آ گیا اس مہم سے پہلے ایک بھکاری ہمارے،

پاس آیا تھا!“

”بہت خوب۔“

”کیا کہا بھکاری۔“ مہم جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

”ہاں! بھکاری.... اس نے ایک عجیب بات سنائی تھی۔“

”اور وہ کیا۔“ شوکی بولا۔

”اس نے بتایا تھا.... شہر سے کئی بھکاری غائب ہیں.... اس

طرح جیسے گدھے کے سر سے سینک۔“

”اوہ نہیں....“ ان کے منہ سے نکلا۔

”اور ہم نے اس کیس پر کام شروع کیا ہی تھا کہ صدر صاحب

کی طرف سے بلاوا آیا.... ہمیں ادھر جانا پڑا.... وہاں تارن نے جال

بچھایا ہوا تھا.... نائب صدر کے ذریعے تارن وہ جال بچھانے میں

کامیاب ہوا تھا اور پھر ہمیں تو وہیں سے گویا کالے قلعے جانا پڑ گیا تھا۔“

”ہوں.... لیکن بھلا ہمارے اس معاملے کا بھکاری سے کیا

تعلق۔“ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

”پتا نہیں.... کوئی تعلق ہے یا نہیں.... آخر ہمیں کیسے پتا

چلے گا کہ تارن کا منصوبہ کیا تھا.... وہ یہاں کیوں آیا تھا اس نے ہمیں

منظر سے کیوں ہٹا دیا.... اور پھر واپس یہاں پہنچا دیا.... گویا اب اسے

ہم سے کوئی خطرہ نہیں رہ گیا تھا.... ہم اس کے نزدیک اس معاملے

میں بے ضرر ہو گئے تھے.... تو ذہن میں بار بار سوال ابھرے گا.... اس

کا منصوبہ کیا تھا.... لہذا میں ایک بات سوچنے پر مجبور ہوں۔“ یہاں

تک کہ کروہ خاموش ہو گئے۔

”خدا کا شکر ہے.... آپ ایک بات سوچنے پر تو مجبور ہیں۔“

فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

”حد ہو گئی.... یعنی یہ صاحب بولیں گے ضرور.... چاہے ضرورت ہو یا نہ ہو۔“ آفتاب نے جل کر کہا۔

”بھائی تمہیں کسی نے روکا ہے کیا۔“ فاروق نے اسے گھورا۔

”روکا ہے کیا مطلب.... کس بات سے۔“

”بلا ضرورت بولنے سے۔“ فاروق مسکرایا۔

”دیکھا آپ نے.... یہ کوئی تک نہیں۔“ آفتاب جھٹلا اٹھا۔

ایسے میں دروازے پر دستک سنائی دی۔

”چلئے ہو گیا مسئلہ حل۔“ فرزانہ مسکرائی۔

”ہو گیا مسئلہ حل.... وہ کیسے.... تمہارا مطلب ہے.... اس

دستک نے مسئلہ حل کر دیا۔“

”اندازہ یہی ہے.... ہماری آمد کی خبر آخر شہر میں پھیل چکی

ہے.... تو کیا اس بھکاری تک نہیں پہنچی ہو گی.... جو ہمارے پاس آیا

تھا۔“

”اوہ ہاں! اس کا مکان ہے.... لیکن یہ ضروری نہیں کہ یہ

وہی ہو.... محمود ذرا دیکھنا بھئی۔“

”جی اچھا۔“ اس نے کہا اور دروازے کی طرف چلا گیا۔

”آپ کے ذہن میں ایک بات آئی تھی.... میرا مطلب ہے

آپ ایک بات سوچنے پر مجبور ہو گئے تھے.... وہ کہیں آپ بھول نہ

جائیں.... لہذا اندر ملاقاتی سے ملاقات کرنے سے پہلے ہمیں بتادیں۔
اس طرح وہ محفوظ ہو جائے گی۔“

”سوال پیدا نہیں ہوتا۔“ وہ مسکرائے۔

”لیکن کس بات کا جمشید۔“ پروفیسر داؤد نے حیران ہو کر

کہا۔

”اس بات کا کہ میں وہ بات بھول جاؤں.... خیر میں بتائے

دیتا ہوں.... وہ بات یہ ہے کہ تارن نے ہمیں ان بھکاریوں والے کیس

کی طرف متوجہ ہونے سے روکنے کے لئے ایوان صدر میں بلوایا تھا....

اور یہی بات میں نے اس وقت اٹھائی تھی کہ آخر ہمیں وہاں کیوں بلایا۔

اس وقت تارن غالباً یہ کہہ دیا تھا کہ ہم سے مقابلے کے بغیر اسے مزانہ

آیا.. وہ چمپ چمپا تے کام کرنے کا عادی نہیں ہے.... لیکن اصل وجہ

یہ تھی کہ وہ ہمیں بھکاریوں والے معاملے سے الگ رکھنا چاہتا تھا....

تاکہ وہ اپنا کام کر جائے.... اس نے ہمیں ادھر ادھر بھٹنے پر مجبور کر دیا

اور خود اپنا لوبہ سیدھا کر کے چلا گیا....“

”اوہ.... ٹن.... نہیں۔“ وہ ایک ساتھ چلائے۔

اسی وقت محمودان کے سامنے اکھڑا ہوا۔

”ہاں! کیا بات ہے۔“

”بھکاری صاحب تشریف لے آئے ہیں.... فرزانہ کا خیال

سوفیہ درست ثابت ہوا ہے۔“

”واہ.... یہ ہوئی ثبات.... آؤ اس سے ملاقات کر لیں۔“
 وہ سب ڈرائنگ روم میں آگئے....
 ”آپ لوگ تو ایسے غائب ہوئے جیسے....“ وہ کہتے کہتے
 رک گیا۔

”کہہ دیں کہہ دیں.... کوئی حرج نہیں۔“ فاروق مسکرایا۔
 ”جی.... کیا کہہ دوں۔“ وہ اس کی طرف مڑا۔
 ”جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔“
 ”نن نہیں.... میرا یہ مطلب نہیں تھا.... آپ کے غائب
 ہونے کے بعد میں بہت پریشان رہا کہ آخر ہمارے ساتھی کہاں غائب
 ہو گئے.... ویسے اس دن کے بعد کوئی اور بھکاری غائب نہیں ہوا۔“
 ”اوہ.... ان میں سے کوئی واپس لوٹا....“
 ”جی نہیں.... وہ بدستور غائب ہیں.... آپ کے غائب
 ہونے کے بعد میں نے پورے شہر کے بھکاریوں سے ملاقاتیں کی
 تھیں.... اس طرح پتا چلا ہے کہ قریباً پچیس بھکاری غائب ہیں۔“
 ”اوہ.... اوہ۔“ ان کے منہ سے نکلا۔

”وہ سب کے سب اکیلے تھے.... ان کے کوئی آگے نہ پیچھے..
 اس لئے فوری طور پر ان کی گمشدگی کا کسی کو احساس نہیں ہوا تھا.... اگر
 مجھے خیال نہ آتا تو شاید کسی کو پتا بھی نہ چلتا کہ شہر سے پچیس بھکاری
 غائب ہیں۔“

”یہ ایک خوفناک خبر ہے.... آخر پچیس آدمی کہاں گئے۔“
 انسپکٹر جمشید نے پریشان ہو کر کہا.... ساتھ ہی انسپکٹر کامران مرزا کی
 طرف دیکھا جیسے ان کی رائے معلوم کرنا چاہتے ہوں۔
 ”اب تو میں بھی یہی کہوں گا.... تارن نے ہمیں اس طرف
 سے ہٹانے کے لئے یہ سراچکر چلایا تھا۔“
 ”اللہ اپنا رحم فرمائے۔“

”اور اس سلسلے میں ہم ہوٹل آسمان تک پہنچے تھے.... غائب
 ہونے والے بھکاریوں کے پاس جن حلیوں کے ایک دو آدمی نظر آئے
 تھے.... ان کے بارے میں اکرام سے معلوم ہوا تھا کہ وہ ہوٹل آسمان
 میں دیکھے جاتے ہیں.... بعد میں ہوٹل آسمان میں بھی خوب ہنگامہ رہا
 تھا.... گویا ہماری منزل ایک بار پھر ہوٹل آسمان ہے۔“
 ”تب پھر اب کیا ہو گا۔“

”آپ تو جائیں.... اب ہم پوری طرح اس معاملے کو دیکھیں
 گے.... ان شاء اللہ آپ کے پچیس ساتھیوں کا سراغ لگا کر رہیں
 گے۔“ انہوں نے بھکاری سے کہا۔

”بہت بہت شکریہ جناب۔“ اس نے کہا اور چلا گیا۔

ہم سب کے سب اگر ہوٹل آسمان گئے تو معاملہ خراب
 ہو جائے گا.... خان رحمان تم ایک دولت مند کے روپ میں فاروق
 اور آصف کو لے کر چلے جاؤ.... ہم لوگ بھی مختلف قسم کے میک اپ

کر کے الگ پارٹیوں کی صورت میں وہاں آئیں گے گویا ہم سب ہوں گے تو وہیں لیکن ہوں گے الگ الگ ... اب لگتا ہے جیسے اس معاملے سے ہوٹل آسمان کا گہرا تعلق ہے۔“

”جی بہت بہتر۔“ خان رحمان نے فوراً کہا۔

پھر محمود اور فاروق نے ان کے چہرے پر میک اپ کیا فاروق اور آصف نے ریڈی میڈ میک اپ کر لئے یوں ایک بڑی کار میں ہوٹل آسمان پہنچے موٹی آسانی سمجھ کر بیروں نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا

”ہمیں ایک بڑا کمرہ چاہیے۔“

”مل جائے گا سر جتنا بڑا چاہیں گے مل جائے گا۔“

”بہت خوب تب تو تمہیں ٹپ بھی بڑی ملے گی۔“ خان رحمان مسکرائے۔

”کیا واقعی سر۔“

”ابھی پتا چل جائے گا۔“

رجسٹر میں اندراج کے بعد بیرا نہیں اوپر ایک کمرے میں لے آیا اس کا نمبر 109 تھا خان رحمان نے بیرے کو ایک ننھا ساموتی دیا اس نے موٹی کو دیکھ کر برا سامنہ بنایا۔

”کیوں بھنسی کیا ہوا۔“

”یہ کیا ہے سر آپ نقد رقم کی صورت میں کچھ دے

دیں۔“

”تمہاری مرضی....“ انہوں نے منہ بنایا اور اسے پانچ سو روپے کا نوٹ دیا۔

”میرے پاس ٹوٹے پیسے نہیں ہیں سر۔“
 ”یہ پانچ سو کا نوٹ ہی تمہیں ٹپ میں دے رہا ہوں۔“ خان
 رحمان نے منہ بنایا۔

”لوہ.... کک.... کیا واقعی۔“
 ”نوٹ دے چکا ہوں اور تم پوچھ رہے ہو.... کیا واقعی....
 ویسے ہو تم بے وقوف۔“
 ”یہ.... یہ کیا کہا صاحب آپ نے.... اپنا نوٹ واپس لے
 لیں.... لیکن مجھے بے وقوف نہ کہیں۔“
 ”کہوں گا.... تم نے ہزاروں روپے واپس کر دیے....
 اور پانس سو لے لئے۔“

”ہزاروں روپے.... کہاں ہیں ہزاروں روپے۔“
 ”یہ جو میں نے موتی دیا تھا.... یہ ہزاروں روپے کا موتی
 تھا۔“

”کیوں مذاق کرتے ہیں صاحب۔“
 ”اچھا.... تو پھر یہ لو.... تم بھی کیا یاد کرو گے.... یہ موتی
 جو اہر مارکیٹ لے جاؤ.... اور اس کی قیمت معلوم کر کے فون کرو....“

فروخت نہ کرنا.... کہیں تمہیں لوٹ نہ لیا جائے۔“

”کیوں مذاق کرتے ہیں جناب.... اگر یہ موتی ہزاروں

برو پے کا ہے تو آپ مجھے کیوں دینے لگے....“

”وہ.... میں وعدہ کر بیٹھا تھا.... بڑی ٹپ دینے کا۔“

”تو یہ پانچ سو دے تو دیا آپ نے۔“

”یہ میرے نزدیک بڑی ٹپ نہیں ہے.... خیر تم نہیں

چاہتے تو رہنے دو.... اور ہمارے لئے اچھی سی کافی لے آؤ۔“

”او کے سر.... ویسے اس موتی کے بارے میں میں ابھن میں
رہوں گا۔“

”تب پھر جا کر اس کو فروخت کر کے دیکھ لو....“

”پہلے کافی لاؤں یا جوہر مارکیٹ جاؤں۔“

”پہلے مارکیٹ جاؤ۔“ وہ مسکرائے۔

وہ موتی لے کر چلا گیا.... لیکن اس کا فون نہ آیا.... وہ انتظار

کرتے رہے.... فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

”آپ نے بلا وجہ اسے موتی دے دیا.... کیا ضرورت تھی

اس کی۔“

”ہم جو یہاں میک اپ میں آئے ہیں.... ظاہر ہے.... جمشید

کا کچھ مقصد ہے.... اور وہ یہی ہو سکتا ہے کہ ہم جلد از جلد ہوٹل میں

مشہور ہو جائیں.... اور مشہور ہونے کا اس سے اچھا طریقہ کوئی

نہیں۔“ انہوں نے مسکرا کر کہا۔

”حیرت ہے.... کمال ہے انکل.... آپ تو سراغ رساں بنتے

جار ہے ہیں۔“

”بھئی تم لوگوں کے ساتھ جو رہتا ہوں۔“

پھر بیس منٹ اور گزر گئے.... آخر دروازے پر دستک ہوئی..

فاروق نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا.... انہوں نے دیکھا.... باہر پولیس

موجود تھی.... ان کے ساتھ وہ بیر اٹھا اور ہوٹل کا مالک انعام فوزی

بھی تھا۔

”یہ ہیں وہ.... جنہوں نے مجھے موتی دیا تھا....“

”آہا.... تو تم جھوٹے نہیں ہو.... چور نہیں ہو اور ہمارا یہ

خیال غلط ہے کہ تم نے یہ موتی ہوٹل کے کسی مسافر کا چرایا ہے۔“

”جی نہیں.... آپ ان سے پوچھ لیں۔“ بیر اجل گیا۔

”آپ بتائیے جناب.... غالباً آپ ابھی آئے ہیں.... تھوڑی

دیر پہلے۔

”یہی بات ہے۔“ خان رحمان بدلی ہوئی آواز میں بولے۔

”آپ نے یہ موتی خود اس بیر سے کو دیا تھا۔“

”ہاں! بالکل۔“

”کس سلسلے میں.... آپ بیر سے کیا کام لینا چاہتے

تھے۔“ پولیس آفیسر آگے بڑھ آیا۔

”کسی سلسلے میں نہیں.... بس میں نے یہ اسے بطور ٹپ دیا

”تھا۔“

”کیا کہا.... ایک ہیرا بطور ٹپ دیا تھا ہیرے کو۔“
 ”ہاں! دیا تھا.... میری مرضی۔“ انہوں نے آنکھیں نکالیں۔
 ”معاف کیجئے گا جناب.... کیا آپ پاگل ہیں۔“ انعام قوزی

’ولا‘

”یہ کس پاگل نے کہہ دیا آپ سے۔“ خان رحمان بول
 اٹھے.... وہ ان کے جملے پر مسکرا دیے۔

”تب آپ کو یہ معلوم نہیں کہ اس کی قیمت کیا ہے۔“

”معلوم کیوں نہیں.... معلوم ہے۔“

”کیا معلوم ہے.... ذرا بتائیں تو.... اس کی قیمت کیا ہے۔“

”ایک لاکھ روپے۔“

”اوہ.... انہیں تو معلوم ہے.... اور پھر بھی آپ نے اسے یہ

ہیرا دے دیا۔“

”ہاں! دے دیا.... اب اسی کا ہے.... آپ کو چاہیے میں آپ

کو بھی دے سکتا ہوں۔“

”کک.... کیا واقعی۔“ وہ ایک ساتھ بولے۔

”بالکل.... لیکن.... سوال یہ ہے کہ میں کیوں دوں.... یہ تو

ہمارا سامان اٹھا کر اوپر لائے تھے۔“

”ہم آپ کی ہر وہ خدمت جلائیں گے.... جس کا آپ حکم دیں گے۔“

”کیا واقعی۔“ خان رحمان نے کہا۔

”ہاں واقعی۔“

”اچھی بات ہے.... جب مجھے آپ سے کوئی کام ہوگا....

آپ کو بلالوں گا اور کام کے بعد ہیرا آپ میں دے دوں گا۔“

”آپ مذاق کر رہے ہیں۔“ انعام فوزی بولا۔

”نہیں.... اچھا آپ دونوں ہماری ٹانگیں دبائیں.... تاکہ ہم

آپ کو بھی ایک ایک ہیرا دے سکیں۔“

”آپ کے پاس کوئی اور ہیرا نہیں ہے.... آپ مذاق کر رہے

ہیں۔“

”کیا بھروسہ ہے.... ہیرے اور ہمارے پاس نہیں ہیں....

میرے بچے.... فوراً اندر سے میرا بریف کیس تولانا۔“

”جانے دیجئے.... یہ کیا جانیں.... آپ کون ہیں۔“ فاروق

نے منہ ہٹایا۔

”کیا مطلب.... کون ہیں آپ۔“ ہیرے نے گھبرا کر کہا۔

”ریاست شیروان کے پرنس۔“

”نن نہیں....“ وہ چلائے۔

”بھائی انہیں ہیروں کا بریف کیس دکھاؤ.... انہیں اس

طرح یقین نہیں آئے گا۔“

”ہاں ہاں.... دکھائیے ذرا۔“

”لے آؤ بھئی لے آؤ۔“ انہوں نے کہا۔

”اصل والا لاؤں یا نقل والا۔“ فاروق نے جل کر کہا۔

”کیا کہا.... تو آپ کے پاس نقلی ہیرے بھی ہیں۔“

”بالکل نہیں.... میرے بچے.... یہ آپ نے کیا غلط بات

کر دی۔“

”اوہ سوری.... میں بھول گیا.... آپ کے پاس بھلا مصنوعی

ہیرے ہو سکتے ہیں۔“

”بالکل نہیں۔“ اس بار آفتاب نے کہا۔

”تو لے آؤ تاہم ریف کیس.... دکھاؤ انہیں.... یہ تو اپنے ہی

ہیں۔“

”جی اچھا۔“

اور پھر فاروق اندرونی کمرے سے واقعی ایک ہریف کیس

لے آیا.... اس کا تالا خان رحمان نے کھولا.... جو نئی ہریف کیس

کھلا.... ان کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ اس میں ہیرے ہی ہیرے سلیقہ

سے لگے ہوئے تھے۔

”ارے باپ رے.... کلک.... کیا یہ اصلی ہے۔“

”اگر وہ اصل ہے تو یہ سب بھی اصلی ہیں اور یہ سب کے

سب اس سے بڑے ہیں۔“
 ”تب تو یہ کڑوروں کے ہیں۔“ انعام فوزی نے کھوئے
 کھوئے انداز میں کہا۔

”ہاں! اس میں کیا شک ہے۔“
 ”اور آپ ریاست شیروان کے پرنس ہیں۔“
 ”تو میں آپ کو کیا نظر آتا ہوں۔“
 ”اور یہ دونوں کون ہیں۔“
 ”یہ میرے بھتیجے ہیں۔“ خان رحمان مسکرائے۔
 ”اوہ اوہ۔“

”ویسے آپ لوگ کسی کو بتائیے گا نہیں.... ہم وہاں سے
 چھپ کر سیاحت کے لئے نکلے ہیں.... کسی کو کانوں کان پتا نہیں چلنے
 دیا ہم نے۔“

”کیا.... واقعی۔“ انعام فوزی اچھلا۔
 ”ہاں! مہربانی فرما کر کسی کو ہمارے بارے میں نہ بتائیے گا۔“
 ”نہ نہیں.... بتائیں گے.... بالکل نہیں بتائیں گے....“
 انسپکٹر صاحب.... کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیں۔“
 ”اوکے۔“ انسپکٹر نے مسکرا کر کہا اور دروازہ اندر سے بند

کر دیا۔

”یہ آپ نے دروازہ کیوں بند کر دیا۔“

”اب اس کے سوا ہمارے پاس راستہ بھی کون سا رہ گیا تھا۔“
 ان الفاظ کے ساتھ انعام فوزی کے ہاتھ میں پستول نظر آیا۔

☆.....☆.....☆

www.pakistanipoint.com

جال کا چہ

وہ دل میں مسکرائے.... چہروں پر گھبراہٹ کے آثار طاری
کر لئے اور پھر خان رحمان بولے۔

”یہ.... یہ.... یہ کیا جناب؟“

”اے پستول کہتے ہیں۔“

”اور آپ نے پولیس کی موجودگی میں ہم پر پستول تانے....“

وہ کیوں؟“

”اب یہ ہیرے ہمارے ہیں۔“

”تو آپ لے لیں.... پستول تو نہ تائیں۔“ انہوں نے منہ

بنایا۔

”یہ.... انکل یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔“ آفتاب گھبرا گیا۔

”تو اور کیا کہوں.... دیکھ نہیں رہے.... انہوں نے پستول

تان رکھا ہے۔“

”آپ دیکھ رہے ہیں جناب....“ فاروق نے پولیس انسپکٹر کی

طرف دیکھا۔

”بالکل.... نہ دیکھنے کا کیا کام.... ایسے نظارے تو اللہ روز روز دکھائے۔“ اس نے خوش ہو کر کہا۔

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ اب ان ہیروں میں میرا بھی برابر کا حصہ ہو

گا۔“

”دماغ تو نہیں چل گیا۔“ انعام فوزی نے جھلا کر کہا۔

”جج.... جی سر۔“ وہ گھبرا گیا۔

”کیا کہا تم نے۔“

”غلط کہا تھا سر.... ان ہیروں میں میرا کوئی حصہ نہیں ہو

گا.... خوش ہو کر کوئی ننھا منسا ہیرا دے دیں تو وہی بہت ہے۔“

”ہاں! اب ٹھیک کہا تم نے۔“

”آپ کیسے پولیس آفیسر ہیں.... ایک ہیرے کی خاطر بک

گئے۔“ خان رحمان نے منہ ہٹایا۔

”میں تو پہلے ہی بکا بکایا ہوں صاحب۔“ اس نے طنزیہ انداز

میں کہا۔

”کیا مطلب؟“

”یہ پولیس انسپکٹر نہیں ہے.... میرا ایک ماتحت ہے.... اور

اس کے ساتھی بھی میرے ماتحت ہیں.... گویا تم لوگ پوری طرح

میرے جال میں ہو۔“

”نن نہیں.... نہیں۔“ وہ مارے خوف کے چلا اٹھے۔

”اب بات سمجھ میں آئی۔“

”ہاں! یہ کہ ہم جال میں پھنس گئے۔“

”کوئی ایسے ویسے.... اب یہ جال تم لوگوں کی جان لے کر

چھوڑے گا۔“

”نہیں نہیں.... آپ ہماری جانیں نہ لیں.... ہیرے لے

لیں.... ہیرے آپ کے کام آئیں گے.... ہماری جانیں آپ کے کیا کام آئیں گی۔“ فاروق رونی صورت بنا کر بولا۔

”یہی تو مشکل ہے.... ہم تم لوگوں کو زندہ چھوڑتے ہیں تو

تم ہمیں پکڑو انہیں دو گے۔“

”نہیں پکڑو انہیں گے.... یہاں سے چپ چاپ چلے جائیں

گے اور کسی کو نہیں بتائیں گے.... کہ آپ لوگوں نے میرے ساتھ

کیا کیا ہے۔“

”اتنے سیدھے ہیں آپ۔“ انعام فوزی ہنسا۔

”ہاں بہت سیدھے.... اتنے آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔“

”انہیں تہہ خانے میں لے جاؤ.... مارنے کی ضرورت نہیں

.... خود ہی بھوکے پیاسے مر جائیں گے دوسروں کی طرح۔“

”یہ آپ نے کیا کہا.... دوسروں کی طرح۔“

”تم جیسے اور دولت مندوں کو لوٹتے رہے ہیں ہم۔“

”اوہو اچھا... ویسے یہاں گنگو اور رنگو نظر نہیں آتے اب۔“
 فاروق نے چپھتے ہوئے انداز میں کہا۔

”کیا مطلب....“ وہ بری طرح اچھلے۔

”کیوں کیا ہوا؟“

”تم نے کن کے نام لیے۔“

”آپ کے دو اہم ساتھیوں کے.... گنگو اور رنگو کسی زمانے میں

آپ کے ہر وقت ساتھ رہتے تھے۔“

”تم کیا جانو۔“

”بس جانتے ہیں کبھی طرح.... کیا وہ بھی اب اس تہ خانے

میں ہوتے ہیں۔“ آفتاب نے طنزیہ انداز میں کہا۔

”ارے نہیں....“ وہ ہنسا۔

”تب پھر۔“

”وہ کسی اور تہ خانے میں چلے گئے بے چارے۔“

”ارے باپ رے.... آپ کے پاس کتنے تہ خانے ہیں۔“

”تمہارے لیے تو یہی تہ خانہ کافی رہے گا.... ارے مم....

مگر.... تم گنگو اور رنگو کو کیسے جانتے ہو.... بتاؤ۔“ وہ سانپ کی طرح

پھنکارا۔

”شہر کے کچھ بھکاری غائب ہیں۔“ فاروق نے تیر چھوڑا۔

وہ بہت بری طرح اچھلے.... اب ان کی آنکھوں میں زمانے

بھر کا خوف نظر آیا۔

”تت.... تم.... تم کون ہو۔“ انعام فوزی نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

”اب کیا ہوا.... تمہاری آواز کیوں لرز رہی ہے.... پستول والا ہاتھ کیوں کانپ رہا ہے۔“

”کک.... کیا.... کیا آپ انسپکٹر جمشید ہیں۔“ انعام فوزی کے منہ سے مارے خوف کے نکلا۔

”حد ہو گئی.... انکل.... کیا آپ لاجان کا میک اپ کر کے یہاں آگئے ہیں۔“ فاروق نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

”نن.... نہیں تو.... یہ کس احق نے کہہ دیا تم سے۔“ خان رحمان چلائے۔

”مارے گئے.... یہ انسپکٹر جمشید کے ساتھی ہیں.... دروازہ کھولو.... اور جدھر جس کے سینگ سائیں.... چلے جاؤ۔“ انعام چلایا۔

ایسے میں فاروق کا ہاتھ حرکت میں آیا.... انعام کے ہاتھ سے پستول نکل گیا.... اور وہ آفتاب کے ہاتھ میں نظر آیا۔

”خبردار.... اب تم دروازہ نہیں کھولو گے.... دروازہ ہم خود کھولیں گے جب ضرورت محسوس ہوگی۔“ خان رحمان گر جے۔

وہ پتھر کے بچوں کی طرح ساکت ہو گئے.... پلکیں جھپکنا بھول گئے۔

”ہاں دوستو! اب سناؤ.... گنگو اور رنگو کہاں ہیں۔“

”ہمیں نہیں معلوم۔“

”گویا اب تمہیں اپنے دفتر لے جانا ہو گا.... وہاں شکنجوں میں

کسنا ہو گا.... اس طرح ہمارا وقت ضائع ہو گا.... اس سے کہیں یہ بہتر
ہے کہ تم یہیں بنادو۔“

”ہمیں نہیں معلوم۔“

عین اس وقت دروازے پر دستک ہوئی....

”دروازہ کھول دو بھئی۔“ آواز انسپکٹر جمشید کی تھی۔

”یہ.... یہ کس کی آواز تھی۔“

”جسے تم ابھی یاد کر رہے تھے۔“

”کوہ.... تو یہ ہمارے خلاف جال تھا۔“

”نہیں.... یہ صرف جال کا پتہ تھا۔“ آفتاب ہنسا۔

پھر انسپکٹر جمشید وغیرہ اندر آ گئے۔

”دفتر لے جانا پڑے گا.... یہاں تو یہ زبان کھولیں گے

میں۔“

”اچھی بات ہے۔“

اب انہوں نے اکرام کو فون کیا.... جلد ہی وہ سب کمرہ

امتحان میں تھے۔ اور انہیں شکنجوں میں کس دیا گیا تھا.... ان کے

دودھ کی طرح سفید ہو گئے تھے۔

پھر پہلا ٹین دبایا گیا.... ان کی چیخوں سے کمرہ گونج اٹھا....
آخر انعام فوزی نے چلا کر کہا۔

”بند کرو.... بند کرو.... میں بتاتا ہوں۔“

”بہت خوب! یہ ہوئی ثابت جلدی مان گئے.... ہاں

شبابش.... بتاؤ۔“

”ان دونوں کو کسی کام کے لیے پروفیسر ارشاد خان نے بلوایا

تھا.... یعنی پروفیسر ارشاد خان کو ان دونوں کی ضرورت تھی.... اس

نے مجھ سے رابطہ کیا.... اور ان کی خدمات حاصل کر لیں.... مجھے

انہوں نے بیس ہزار روپے صرف اس بات کے دیے تھے کہ اب گنگو

اور رنگو پروفیسر کے لیے کام کریں گے.... انہیں وہ کیا دے گا.... یہ

ان کا معاملہ تھا.... انہوں نے طے کر لیا ہو گا۔“

”خوب! یہ پروفیسر ارشاد خان کون ہے.... کہاں رہتا

ہے۔“

”105 نون روڈ پر اس کی شان دار کوٹھی ہے۔“

”خوب! اکرام.... انہیں بند کر دو.... کسی کو ان سے ملنے نہ

دیا جائے.... پہلے ہم پروفیسر ارشاد خان سے ملیں گے۔“

وہ اسی وقت نون روڈ پر کوٹھی نمبر 105 پر پہنچے.... لیکن

وہاں تالا لگا ہوا پایا گیا.... دائیں بائیں والوں سے پوچھا گیا.... انہوں

نے بتایا.... کوٹھی بہت دنوں سے بند پڑی ہے اور پروفیسر صاحب نظر

نہیں آئے.... اب تالا توڑا گیا....

”بھئی احمیاط سے.... ہمیں یہاں سے نشانات اٹھوانا ہوں گے.... پروفیسر ارشاد کی انگلیوں وغیرہ کے نشانات ضرور مل جائیں گے۔“ انہوں نے کہا۔

پوری کوٹھی کا سامان جوں کا توں پڑا تھا.... یوں لگتا تھا جیسے ارشاد خان کو اچانک گھیس جانے کی ضرورت پیش آگئی.... وہ ہر چیز جوں کی توں چھوڑ کر چلے گئے....

کوٹھی کی تلاشی لی گئی.... انہیں کچھ نظر نہ آیا....
”میرا خیال ہے.... اس کوٹھی میں کوئی تمہ خانہ ہے۔“
فرزانہ نے کہا۔

”چلو بھئی.... تمہ خانہ تلاش کرو۔“
سب اس کام میں لگ گئے.... وہ ٹھہرے ان کاموں کے ماہر.... انہوں نے جلد ہی تمہ خانہ تلاش کر لیا.... اس میں جو سازو سامان انہیں نظر آیا.... وہ سب سر جری کا تھا.... گویا ارشاد خان کوئی ڈاکٹر تھا.... وہاں آپریشن کیا کرتا تھا.... لیکن وہ کس چیز کے آپریشن کیا کرتا تھا.... وہ یہ اندازہ نہ لگا سکے۔

”ڈاکٹر ارشاد کا تعلق خاور تیموری اور انعام فوزی سے تھا.... اسے تجربات کے لیے کچھ لوگوں کی ضرورت تھی، اب لوگ ایسے ہی تو مل نہیں جاتے.... چنانچہ اس نے تیموری کے ذریعے یا انعام فوزی

کے ذریعے دو جرائم پیشہ گنگو اور رنگو حاصل کیے.... اس کے لیے اس نے انعام فوزی کو معاوضہ بھی دیا.... اور ان دونوں کی بھاری تنخواہ بھی مقرر کی ہوگی.... لیکن ساتھ ہی پروفیسر ایسے انسانوں کو چاہتا تھا.... جن کی تلاش کے لیے کوئی نہ نکلے.... اور ایسے لوگ وہ بھکاری ہی ہو سکتے تھے جن کا کوئی عزیز رشتہ دار بھی نہ ہو.... چنانچہ انہوں نے پہلے ایسے ایک بھکاری کو اغوا کیا اور اسے پروفیسر کے پاس پہنچا دیا.... اس طرح پچیس کے قریب بھکاری پروفیسر کے پاس پہنچا دیے گئے.... سوال یہ ہے.... وہ کہاں ہیں.... پروفیسر کہاں ہے.... وہ ان لوگوں کے ساتھ کیا کرتا تھا.... ”یہاں تک کہ کرائسٹلر جمشید خاموش ہو گئے.... اور ان سب کی طرف دیکھنے لگے۔

”اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ پروفیسر ارشاد خان کو کسی طرح تلاش کر لیا جائے.... وہ خود سب کچھ بتا دے گا۔“ شوکی نے کہا۔

”اور کیا اسے تلاش کرنا اتنا آسان ہے.... جب کہ اس معاملے میں تارن شامل ہے۔“ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔
 ”ابھی یہ بات سو فیصد یقین سے نہیں کہی جاسکتی.... ہو سکتا ہے تارن کا اس معاملے سے دور کا بھی تعلق نہ ہو۔“

”امکان اس بات کا ضرور ہے.... لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے.... جیسے اصل مسئلہ یہی تھا.... تارن نے ہمیں اس سے ہٹا کر

دوسری طرف لگا دیا تھا۔“

”اگر بات یہ ہے.... تب پھر پروفیسر ارشاد وہیں ہو گا....
جہاں تارن....“

”ارے باپ رے.... کیا ہمیں پھر کالے قلعے کے علاقے
میں جانا ہو گا۔“

”ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے۔“

انہوں نے اکرام کو بلالیا تھا.... اس کے ماتحت پوری کوٹھی
سے انگلیوں وغیرہ کے نشانات اٹھاتے پھر رہے تھے.... اب انسپکٹر
جمشید نے اپنے ایک دوست ڈاکٹر ذاکر کو فون کیا۔ وہ سرجری کے ماہر
تھے.... اور بہت بڑے بڑے آپریشن کر چکے تھے، آخر ڈاکٹر ذاکر وہاں
آگئے۔ علیک سلیک کے بعد انسپکٹر جمشید انہیں تہ خانے میں لے
گئے....

”آپ ان آلات کو دیکھیں ذرا۔“

”اوہو.... یہ.... یہ کیا۔“ ڈاکٹر ذاکر حیرت زدہ رہ گئے۔

”کیوں.... کیا ہوا۔“

”یہ آلات سرجری سب کے سب غیر ملکی ہیں.... اور منگے

ترین ہیں.... یہ یہاں کس نے نصب کیے۔“

”ڈاکٹر ارشاد نے۔“ انسپکٹر جمشید نے اب اسے پروفیسر

ارشاد کہنا مناسب نہ سمجھا.... وہ جان چکے تھے کہ وہ شخص خود پروفیسر

ارشاد کھلواتا تھا.... لیکن تھا وہ ایک ڈاکٹر۔“

”ڈاکٹر ارشاد خان۔“ ان کی پیشانی پر ہل پڑ گئے۔

”ہاں کیوں.... کیا آپ اس نام کے کسی ڈاکٹر کو جانتے

ہیں۔“

”نام سنا ہوا ضرور ہے.... یاد نہیں آرہا.... ریکارڈ میں دیکھنا

پڑے گا....“

”آپ کا مطلب ہے.... ڈاکٹروں کے ریکارڈ میں۔“

”جی ہاں! محکمہ ہیلتھ کے ریکارڈ میں تمام ڈاکٹرز کے نام پتے

محفوظ ہیں۔“

”شکریہ! تب پھر آپ ہمیں وہ ریکارڈ یہیں بھیجوا دیں....“

یہاں سے ہم آپ کے ساتھ کسی کو بھیج دیتے ہیں۔“

”اچھی بات ہے۔“ وہ ہلے۔

”یہ آلات ہیں کس چیز کے آپریشن کے لیے۔“

”دل کے۔“ وہ ہلے۔

”اوہو اچھا.... اس کا مطلب ہے.... وہ یہاں لوگوں کے

دلوں کے آپریشن کرتا تھا۔“ انسپکٹر کامران مرزا نے چونک کر کہا۔

”ان آلات کی بات کر رہا ہوں میں تو.... کوئی یہاں کیا کرتا

تھا.... اس بارے میں کچھ معلوم نہیں۔“

”لیکن ہم اندازہ تو لگا ہی سکتے ہیں.... جب یہاں دل کے

آپریشن کے آلات موجود ہیں تو لازمی بات ہے کہ ان آلات کی مدد سے دل کے آپریشن کیے جاتے ہوں گے۔“
 ”ناممکن۔“ وہ بولے ڈاکٹر ذاکر نے منہ منایا۔
 ”ناممکن.... کیا مطلب؟“

”دل کا آپریشن صرف ہسپتال میں کیا جاسکتا ہے.... یہاں نہیں.... ڈاکٹر کے ساتھ کئی چھوٹے ڈاکٹر ہوتے ہیں.... نرسیں ہوتی ہیں.... آلات ہی تو خالی کام نہیں آتے.... یہ بہت بڑا اور خطرناک آپریشن ہوتا ہے.... اکیلے ڈاکٹر کے بس کا روگ نہیں ہوتا۔“ انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

”وہ آپ کی بات ٹھیک ہے.... لیکن ہو سکتا ہے.... ڈاکٹر ارشاد خان نے یہاں ایسے لوگ جمع کر رکھے ہوں۔“
 ”اسے یہاں آپریشن کرنے کی کیا ضرورت تھی.... جب کہ اس کام کے لیے ہسپتال موجود ہیں۔“

”شاید وہ سب لوگوں سے خفیہ کوئی آپریشن کرنا چاہتا تھا۔“
 ”حیرت ہے.... ایسا کون سا آپریشن ہو سکتا ہے بھلا۔“ ڈاکٹر ذاکر بولے۔

”یہ ہم آپ کو پھر کسی دقت بتائیں گے.... فی الحال آپ ہمیں ریکارڈ بھجوا دیں۔“
 ”ضرور.... کیوں نہیں۔“

اکرام نے اپنا ایک ماتحت ان کے ساتھ بھیج دیا.... جلد ہی وہ ریکارڈ لے آیا.... اب اس ریکارڈ میں ارشاد خان کے نام کی تلاش شروع ہوئی.... کتنے ہی ڈاکٹروں کا ریکارڈ تھا.... فوراً تو نام مل نہیں سکتا تھا اس لیے وہ سکون سے نظریں دوڑاتے رہے.... آخر ایک صفحے پر ڈاکٹر ارشاد خان کا نام نظر آ گیا.... اس صفحے پر اس کا تعارف یوں درج تھا۔

ڈاکٹر ارشاد خان نے 1965 میں ایم بی بی ایس کا امتحان پاس کیا۔ ابتدا میں ایک ریاست کے ہسپتال میں چھوٹے ڈاکٹر کی حیثیت سے ملازم رکھے گئے.... پھر ڈاکٹر ارشاد ترقی کرتے کرتے شہر کے ہسپتال میں آ گیا.... اس نے سرجری میں مزید تعلیم حاصل کی سرجری میں ڈپلومہ حاصل کیا.... پھر دل کے آپریشنوں کے طور پر اس کا نام بار بار سننے میں آنے لگا.... وہ اس میدان میں بہت ماہر جانا جانے لگا.... لیکن ایک روز وہ اچانک ہی لاپتہ ہو گیا.... اس دن کے بعد سے آج تک اس کا کوئی پتا نہیں.... اس کا پتانوں روڈ کو ٹھی نمبر 105 ہے۔

اس کا تعلق ایک گاؤں سے تھا.... گاؤں کا نام کچا پل تھا.... وہ اسی گاؤں میں پیدا ہوا تھا.... اس کے ماں باپ اس کے ڈاکٹر بن جانے اور اس کے شہر منتقل ہو جانے

کے باوجود گاؤں میں ہی رہے.... وہ بیٹے کے پاس شہر آ کر رہنے پر کبھی آمادہ نہیں ہوئے.... یہی وجہ ہے کہ وہ اس کو بھی میں اکیلا رہتا تھا....“

یہاں تک پڑھ کر انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا.... فائل میں ڈاکٹر ارشاد کی تصویر بھی تھی....

”گویا اب ہمیں کچا پل بھی جانا پڑے گا۔“ مکھن نے منہ بنایا۔

”مجبوری ہے.... جاسوسی کے کاموں میں در در بھینکا پڑتا ہے۔“ آفتاب مسکرایا۔

”میرا خیال ہے.... ہم ڈاکٹر ذاکر کو ساتھ لے جاتے ہیں۔“

فرزانہ بولی۔

”اس کی کیا ضرورت ہے بھلا۔“

”وہ ایک ڈاکٹر کے طور پر اپنا تعارف اس کے ماں باپ یا دوسرے رشتے داروں سے کرائیں گے تو گھر کے افراد کھل کر باتیں کریں گے۔“

”چلو ٹھیک ہے.... ویسے تو ہم بھی انہیں کھل کر باتیں کرنے پر مجبور کر سکتے تھے۔“ آصف نے کہا۔

”میرے خیال میں فرزانہ کی ترکیب زیادہ بہتر ہے۔“

”او کے.... یو نہی سہی۔“

”اور وہاں سب کو جانے کی بھی ضرورت نہیں.... ڈاکٹر ذاکر

کے ساتھ فرزانہ، رفعت اور فرحت چلی جائیں.... باقی لوگ یہیں رہیں گے اور کیس کی تیاری کریں گے۔“ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

”جی کیا فرمایا.... کیس کی تیاری۔“

”ہاں! کیس کی تیاری.... اصل کیس تو شروع اب ہوا

ہے.... یہ کیس ہمیں ضرور تارن تک لے جائے گا۔“

”ارے باپ رے.... یہ تو آپ نے بہت خوفناک بات سنا

دی،“ آفتاب کانپ گیا۔

”ڈر گئے بہادر بچے.... ارے بھائی.... تارن۔ ہے کوئی جن

نہیں.... جو تمہیں کھا جائے گا۔“ فاروق نے براسامنے بتایا۔

”پھرے خیال میں جنوں سے تو ہمیں بالکل ڈر نہیں لگتا....

جن تو آج کل یوں بھی بہت معصوم اور بھولے بھالے ہو گئے ہیں....

گیس کا ایک سلنڈر تو لا کر دے نہیں سکتے شہر سے۔“

”حد ہو گئی.... تارن سے جن تک جا پہنچے.... ہے کوئی

تک۔“

”نہیں.... بالکل نہیں.... تم لوگوں کی تو کسی بات میں بھی

تک کی کوئی بات نہیں ہوتی.... بس بات بے بات باتیں بانگیں چلے

جاتے ہو.... باتونی کہیں کے۔“ انسپکٹر کامران مرزانے جلے کٹے انداز

میں کہا۔

وہ مسکرا دیے اور پھر ڈاکٹر ذاکر کے ساتھ ان تینوں کو بھیج

دیا گیا.... وہ کچا پل گاؤں پہنچے.... ڈاکٹر ارشاد خان کا گھر تلاش کرنا مشکل ثابت نہیں ہوا.... دستک دی گئی.... تو ایک بوڑھے نے دروازہ کھولا۔

”ڈاکٹر ارشاد صاحب کا گھر یہی ہے۔“

”جی نہیں.... یہ تو اس کے ماں باپ کا گھر ہے.... وہ یہاں کبھی نہیں رہا.... ڈاکٹر بننے کے بعد تین یا چار بار ہم سے ملنے کے لیے آیا ہو گا۔“ بوڑھے نے منہ بنا کر کہا.... گویا اسے اپنے بیٹے سے نفرت تھی.... ان کی بوڑھا پے میں خبر جو نہیں رکھی تھی۔

”اوہ.... یہ سن کر افسوس ہوا.... میں ڈاکٹر ڈاکر ہوں.... ان کے بارے میں کچھ معلومات لینے آئے ہیں ہم لوگ.... دراصل وہ شہر سے غائب ہیں۔“

”کیا کہا.... شہر سے غائب ہیں.... نہیں۔“ بوڑھا دھک سے رہ گیا.... ادھر وہ حیران رہ گئے.... فرزانہ سے رہانہ گیا۔

”یہ کیا بات ہوئی بڑے میاں.... ابھی تو آپ نفرت زدہ انداز میں بات کر رہے تھے اور اب ان کے لیے پریشان ہو گئے۔“

”باپ جو ٹھہرا.... اللہ رحم کرے.... میں کمرہ کھولتا ہوں.... آپ بیٹھ کر بات کریں۔“

اور پھر وہ لوگ کچے سے کمرے میں آ بیٹھے....

”آپ ہمیں ڈاکٹر ارشاد خان کے بارے میں کیا بتا سکتے

ہیں۔“

”میٹرک کا امتحان اس نے گاؤں سے پاس کیا تھا اس کے بعد شہر چلا گیا.... ہم سے جہاں تک ہو سکا.... اس کی تعلیم کا خرچ برداشت کرتے رہے.... لیکن ایک دن جب ہم بالکل مجبور ہو گئے تو اسے بتا دیا کہ اب ہم میں ہمت نہیں ہے.... وہ اپنے اخراجات کا انتظام خود کیا کرے.... اس نے اس بات کا بہت برا منایا اور ایک مدت تک گھرنہ آیا.... پھر آیا تو یہ بتا کر چلا گیا وہ ڈاکٹر بن گیا.... پھر ایک بار آیا تو اس نے بتایا کہ وہ ایک بڑا ڈاکٹر ہے اور ہسپتال میں آپریشن کرتا ہے۔ اور شاید یہ آنا اس کا اب تک آخری بار ہے.... پھر وہ نہیں آیا.... نہ اس نے کبھی ہمارے لیے کچھ بھیجا.... پتا نہیں ملنے بھی کیوں آ گیا تھا وہ۔“

یہ کہتے ہوئے بوڑھے کی آنکھوں آنسو آ گئے۔

”میٹرک تک اس کے شوق کیا تھے۔“

”بہت برے.... گندے....“ بوڑھے نے اب پھر نفرت

زدہ انداز میں کہا۔

”کیا مطلب؟“

”وہ اس وقت بھی یہ کہا کرتا تھا.... میں ایک ڈاکٹر ہوں گا....

بڑے بڑے آپریشن کیا کروں گا اور اپنے آپریشن کے ذریعے دنیا کو حیرت میں ڈال دوں گا.... پھر وہ کرتا یہ تھا کہ جنگل میں جا کر جال پھیلا کر پرندے پکڑ لاتا.... اور ان کے آپریشن کرتا.... وہ بے

چارے تڑپ تڑپ کر مر جاتے.... میں نے اسے اس شوق پر کئی بار سزا دی.... بری طرح مارا.... لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا.... اس نے اپنا یہ کام جاری رکھا.... پھر وہ شہر چلا گیا.... ظاہر ہے.... وہاں بھی اس نے اپنا یہ شوق جاری رکھا ہو گا.... شہر میں تو پرندے بازار سے خریدے جاسکتے ہیں۔“

”ہوں.... واقعی.... کیا ہم ان کے سکول کے زمانے کی کتابیں دیکھ سکتے ہیں۔“

”ہاں! ایک صندوق میں یونہی پڑی ہیں.... میں صندوق یہیں اٹھالتا ہوں۔“

اس نے کہا اور اٹھ کر چلا گیا.... وہ نہ جانے کیوں دلوں پر بوجھ سا محسوس کرنے لگے.... اس عمر میں تو ماں باپ کو اولاد کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے.... اور جن کی اولاد ماں باپ کو اس طرح چھوڑ دے.... ان کا کیا حال ہوتا ہو گا.... وہ سوچ رہے تھے کہ اس نے اندر آ کر صندوق فرش پر رکھ دیا....

انہوں نے صندوق کو کھولا اور کتابوں وغیرہ کو دیکھنے لگے.... کتابوں کے نیچے انہیں آپریشن کے آلات بھی نظر آئے.... ڈاکٹر ڈاکر ان آلات کو دیکھ کر چونک اٹھے اور بولے۔

”اوہ.... اوہ۔“

”کیا بات ہے ڈاکٹر صاحب.... خیر تو ہے۔“

”آئیے چلیں.... ڈاکٹر ارشاد کا سر اٹھ گیا.... ہمیں جانا ہو گا.... جہاں وہ ہسپتال میں ملازمت کرتے رہے ہیں۔“

”حیرت ہے.... آپ کیسے جان گئے بھلا۔“ فرزانہ بوکھلا اٹھی۔

”ان آلات پر انہوں نے اپنا نام کھدوایا ہے.... یہ دیکھئے....“

ڈاکٹر ارشاد باریک لکھا ہوا ہے نا۔“

”ہاں.... ہے.... تو پھر.... اس سے کیا.... عام طور پر محلوں میں اور بازاروں میں گھر کی چیزوں پر یہاں تک کہ پنسلوں اور گھڑیوں پر بھی نام لکھ کر دینے والے ملتے ہیں.... ظاہر ہے.... ایسے کسی آدمی سے انہوں نے یہ نام لکھوایا ہو گا۔“

”نہیں.... یہ انہوں نے خود لکھا ہے۔“ ڈاکٹر ذاکر نے پر جوش انداز میں کہا۔

”کیا مطلب۔“

”دیر کرنا مناسب نہیں.... ورنہ شاید ہماری ان سے ملاقات نہ ہو سکے۔“ ڈاکٹر ذاکر نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

”تو ہم فون کر دیتے ہیں۔“

”ہاں! یہ ٹھیک رہے گا.... نکالے موبائل۔“ ڈاکٹر ذاکر

بولے۔

فرزانہ نے موبائل نکالا.... گھر کے نمبر ڈائل کیے اور سیٹ

ڈاکٹر صاحب کو دے دیا....

”انسپیکٹر صاحب.... ڈاکٹر ذاکر بات کر رہا ہوں.... فوراً روانہ ہو جائیں.... وہ گلاب خان ہسپتال میں ملے گا۔“

☆.....☆.....☆

www.pakistanipoint.com

ہسپتال میں

”کیا مطلب ڈاکٹر صاحب....“ فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔
 ”وہ اور میں.... اس ہسپتال میں ملازم رہ چکے ہیں.... ابھی
 تھوڑا عرصہ پہلے تک.... میرا وہاں سے تبادلہ ہو گیا ہے.... لیکن وہ
 ڈاکٹر ارشاد خان نہیں کہلاتا۔“
 ”تو پھر....“

”اب اس نے اپنا نام ڈاکٹر آئی خان رکھا ہوا ہے....“
 ”تب پھر آپ نے کیسے پہچان لیا کہ وہی ڈاکٹر ارشاد خان
 ہیں۔“

”ان کے سرجری کے آلات پر میں نے ڈاکٹر ارشاد خان
 بالکل اسی انداز میں لکھا دیکھا ہے.... اور مجھے حیرت سی ہوئی تھی....
 کیونکہ ہسپتال کے آلات تو سبھی ڈاکٹر استعمال کرتے ہیں.... وہ کسی
 ایک ڈاکٹر کے نہیں ہوتے.... لہذا ان پر کوئی نام نہیں لکھوا سکتا....
 لیکن میں نے اس ہسپتال کے آلات پر یہ نام لکھا دیکھا ہے۔“
 ”چلئے پھر.... اب ہمیں بھی جلد از جلد وہاں پہنچ جانا

”چاہیے۔“

”ہاں ضرور.... کیوں نہیں۔“

وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

”کچھ مجھے بھی تو بتاتے جائیں.... معاملہ کیا ہے۔“

”ڈاکٹر ارشاد دراصل غائب ہیں.... ہم ان کی تلاش میں

ہیں.... مل گئے تو انہیں آپ کے پاس ضرور لائیں گے۔“ فرحت نے جلدی جلدی کہا۔

”اچھا.... ضرور لائے گا۔“ بوڑھے نے حیرت زدہ انداز

میں کہا۔

”آپ فکر نہ کریں اور ہاں یہ رکھ لیں آپ کے کسی کام

آجائیں شاید۔“ یہ کہتے ہوئے فرزانہ نے کچھ کرنسی نوٹ اس کے ہاتھ میں تھما دیے۔

”ارے ارے اس کی ضرورت نہیں۔“

”اوہو رکھ لیں....“ فرزانہ نے کہا اور اس نے نوٹوں والی

مٹھی بند کر لی.... گویا انہیں ان کی بہت ضرورت تھی.... یہ دیکھ کر فرحت نے بھی کچھ کرنسی نوٹ نکالے اس کے دوسرے ہاتھ میں تھماتے ہوئی بولی۔

”مہربانی فرما کر یہ بھی رکھ لیں۔“

”اوہ.... شکریہ شکریہ۔“

”تب تو آپ کو ایک بار پھر شکر یہ ادا کرنا پڑے گا۔“ رفعت

مسکرائی۔

”کک.... کیا مطلب؟“

”مطلب ہے کہ یہ میری طرف سے بھی رکھ لیں۔“

”اوہ.... آپ لوگ.... آپ لوگ کتنے اچھے ہیں.... کاش

ہمارا بیٹا بھی ایسا ہوتا۔“ بوڑھے نے حسرت زدہ انداز میں کہا۔

”آپ لوگ عجیب ہیں۔“ ڈاکٹر ڈاکر نے کھوئے کھوئے انداز

میں کہا۔

”کیوں.... کیا ہول۔“

”کک.... کچھ نہیں.... اب مجھے بھی کچھ دینا پڑے گا۔“

”نہیں ڈاکٹر صاحب.... آپ رہنے دیں.... مجھے بہت کچھ

مل گیا ہے۔“

”نہیں بھئی... اب یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“ انہوں نے منہ

بٹا کر کہا اور جیب سے کچھ کرنسی نوٹ نکال کر بوڑھے کو دے دیے۔

اللہ آپ کا بھلا کرے۔“ اس نے کہا۔

اور وہ باہر نکل آئے.... اندھا دھند رفتار سے چلتے وہ گلاب

خان ہسپتال پہنچے.... باہر ہی اکرام کا ایک ماتحت مل گیا.... اس کا چہرہ

بالکل سٹا ہوا تھا.... جیسے کوئی بہت خوفناک بات ہو گئی ہو۔

”کیا ہوا بھئی.... خیر تو ہے۔“

”جی.... جی نہیں۔“ اس نے کہا۔

”کیا کہا.... جی نہیں.... مطلب ہے کہ خیر نہیں ہے۔“

”جی.... جی ہاں۔“ وہ بلا۔

”پوری بات کیوں نہیں کرتے۔“

”بہت زیادہ خوفناک ہے.... میں نہیں کہہ سکتا.... انسپکٹر

صاحب ہسپتال کے پچھلے حصے میں ہیں.... رہائشی حصے میں....“

”اوہ میں سمجھ گیا.... وہ ڈاکٹر ارشاد خان کی کوٹھی میں ہوں گے....“

”جی ہاں! یہی بات ہے۔“

”ارے بھئی.... کیا ڈاکٹر ارشاد خان کو قتل کر دیا گیا

ہے۔“

”افسوس! یہ بات نہیں ہے۔“

”اور تم نے افسوس کیوں کہا۔“

”کاش یہ بات ہوتی۔“

”تم تو چاٹ جاؤ گے ہمارا دماغ.... آؤ بھئی.... پچھلی

طرف چلیں۔“

”یہی بہتر ہے۔“ اس نے فوراً کہا۔

”اچھا اچھا.... بس چپ رہو۔“ انہوں نے برے برے منہ

بنائے اور پچھلی طرف روانہ ہو گئے....

وہاں اکرام اور اس کے ماتحت اور دوسرے ماہرین موجود تھے.... ایک طرف ان کے سب ساتھی بیٹھے نظر آئے....
 ”کیا ماجرا ہے۔“

”پچیس لاشیں.... یعنی بھکاریوں کی لاشیں.... ٹکڑوں کی شکل میں ملی ہیں.... ان کے جسم کا گویا ہر حصہ الگ الگ کر دیا گیا ہے“
 ”نن.... نہیں.... نہیں۔“

”ہاں! اس نے یہاں بھی اپنی رہائش گاہ کے نیچے ایک تہ خانہ بنوا رکھا تھا.... اگرچہ یہ سرکاری رہائش گاہ تھی.... لیکن پھر بھی اس نے تہ خانہ بنوا رکھا تھا اور کسی کو اس کے تہ خانہ کے بارے میں پتا نہیں تھا.... وہ تو ہم نے تلاش کیا ہے.... جب ڈاکٹر ذاکر صاحب کا فون ملا.... تو ہم نے فوراً ادھر کا رخ کیا.... لیکن پتا چلا.... ڈاکٹر ارشاد لاپتا ہے.... اس کی گمشدگی کے بارے میں کسی کو کچھ بھی معلوم نہیں تھا.... ہم نے گھر کی تلاشی کا فیصلہ کیا.... آفتاب کو اس گھر میں تہ خانے کی موجودگی کا احساس ہوا اور وہ اس طرح کہ ایک کمرہ کے فرش پر پاؤں کی دھمک سے جو آواز سنائی دی.... وہ دوسرے کمروں سے مختلف تھی....

”لہل لیکن.... یہ شخص کون تھا کیا تھا۔“

”پتا نہیں.... اس پر تو سب حیران ہیں۔“

”ڈاکٹر حضرات! ان لاشوں کے ٹکڑے کیوں نہ اٹھائے

جائیں۔“

”بدبو اس قدر ہے کہ کوئی نزدیک جانے کو تیار نہیں.... اب
نریں تو کیا۔“

”اور ڈاکٹر ارشاد کا کوئی پتا نہیں۔“

”ہاں!۔“ انہوں نے کہا۔

”یہ بات سمجھ میں نہیں آئی.... کہ یہ شخص یہاں بھی رہتا تھا
اور اس نے کوئی بھی لے رکھی تھی۔“

”وہ اس کی ذاتی کوئی بھی تھی.... یہ سرکاری رہائش۔“

”اور وہاں بھی تمہ خانہ.... یہاں بھی تمہ خانہ.... جب اس

کو بھی میں تمہ خانہ موجود تھا اس کے تجربات کے لئے تو یہاں ہوانے
نہیں نہ رت تھی۔“ فزان نے حیران ہو کر کہا۔

”پتا نہیں.... تو ہی بتا سکے گا۔“

”کاؤن میں یا معلوم ہوا۔“ انسپکٹر ہشید نے پوچھا۔

فزان نے تفصیل دینی.... وہ زور سے اچھلے....

”اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا.... چھن میں جو سلوک وہ

پرندوں پر کرتا تھا.... وہ بڑے ہونے پر اس نے انسانوں کے ساتھ
یہ۔“

”لیکن کیا.... وہ کوئی پاگل تو نہیں تھا.... کہ بلاوجہ اسنے

ان بات مرر جو یہ اس نے باقاعدہ منسوب۔“ ان لوگوں کو اغوا

کر دیا.... ایسے لوگوں کو جن کی تلاش میں کوئی نہ نکلے.... جن کی
گمشدگی کی رپورٹ کوئی نہ درج کرائے.... چنانچہ دیکھ لو.... اس کی
رپورٹ تک درج نہیں ہے.... یہ تو اس بھکاری کو خیال نہ آجاتا.... تو
ہمیں اب تک معلوم نہ ہوتا.... شہر کے بھکاریوں پر کیا گزر گئی ہے۔“
”یہ سال یہ بہت خوفناک ہے.... ایک درندہ صفت انسان
نے پچیس آدمی کاٹ ڈالے اور کسی کو پتا تک نہیں چلا.... میرا خیال
ہے.... انعام فوزی ضرور اس بارے میں سچھ بتا سکتا ہے۔“

”ہاں! ہم اس کی خبر بھی لیں گے....“

”تو پھر چلے.... اب یہاں رک کر کیا کریں گے.... جب
کوئی ڈاکٹر ان لاشوں کے ٹکڑوں کا معائنہ کرنے کو تیار نہیں ہے.... تو
ہم کیا کریں گے۔“

”بالکل جمشید.... یہاں میں بہت گھبراہٹ محسوس کر رہا
ہوں۔“ پروفیسر بولے۔

”او کے.... آئیں چلیں۔“

وہ کمرہ امتحان میں آئے.... انعام فوزی کو لایا گیا۔

”پچیس بھکاری تم لوگوں نے اغوا کر کے ڈاکٹر ارشاد کے
حوالے کئے اور ڈاکٹر نے ان پچیس کے پچیس لو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں
میں کاٹ ڈالا ہے.... ان کی لاشیں مل گئی ہیں.... ڈاکٹر ملے نہ ملے...
تم تو اب چ نہیں سکو گے.... لیکن ذرا سوچو.... تمہیں اس انجام سے

دو چار تو اس نے کیا ہے.... تمہیں یہ تو معلوم نہیں تھا کہ وہ ان کے ساتھ کیا کرے گا.... لہذا مہربانی فرما کر صرف یہ بتادو.... یہ سب کیا پھر تھا۔ اور ڈاکٹر ارشاد کہاں ہے۔“

”افسوس! اپنے چکر کے بارے میں تو اس نے ایک لفظ بھی نہیں بتایا.... نہ یہ بتایا کہ وہ ان بھکاریوں کا کیا کرتا ہے۔“

”تم عقل سے پیدل تو تھے نہیں کہ ایک کے بعد ایک اس کے حوالے کرتے رہے.... اس سے پیسے وصول کرتے رہے.... اور تم نے ابھی یہ نہ سوچا کہ وہ ان کا کیا کرتا ہے۔“ انسپکٹر جمشید نے جملے کئے انداز میں کہا۔

”ہاں! یہ بات تو خیر ہے.... میں نے اس بارے میں سوچا تھا.... ڈاکٹر سے پوچھا بھی تھا.... اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا.... بس اتنا کہتا تھا.... اپنے کام سے کام رکھو.... رقم وصول کرو.... اور عیش کرو.... اور بس.... میری عقل پر پردہ پڑ گیا.... اور میں اس کا ساتھ دیتا رہا۔“

”تب پھر اب تم پھانسی کے پھندے کے ساتھ رہنے کی تیاری کرو۔“ وہ جھلائے۔

”لیکن....“ وہ مسکرایا۔

”لیکن کہہ کر مسکرانے کی کیا ضرورت پیش آگئی۔“ آفتاب

نے جمل کر کہا۔

”میں ایک ایسی بات بتا سکتا ہوں.... جو آپ کے کام آسکتی

ہے۔“

”بہت خوب! بتاؤ پھر۔“ وہ خوش ہو گئے۔

”سوال تو یہی ہے کہ میں کیوں بتاؤں.... مجھے کیا ملے گا

بتا کر۔“

”اوہ.... اچھا.... تو یہ بات ہے.... خیر.... تم کیا چاہتے

ہو۔“

”طعام ہے.... میں رہائی چاہتا ہوں....“

”جرم بہت خوفناک ہے.... رہائی نہیں مل سکتی.... ہاں

قانون کی مدد کرنے کے سلسلے میں رعایتیں مل سکیں گی.... تم بات

بتا دو.... میں ہر موڑ پر تمہارے کام آنے کی کوشش کروں گا۔“

”پکا وعدہ رہا۔“

”ہاں! بالکل پکا۔“ وہ مسکرائے۔

”تب پھر سنیں.... اس نے مجھے ایک بار بتایا تھا.... ہسپتال

میں ایک دن اس کے پاس ایک مریض آیا تھا.... جب اس نے اس

مریض کا معائنہ کیا.... تو اسے ایک اس قدر حیرت کی بات معلوم

ہوئی کہ دنیا میں شاید اس سے زیادہ حیرت کی کوئی بات نہ سنے میں

آئے.... اور اس مریض کا نام جانیٹا تھا.... لیکن وہ عجیب

ترین بات کیا تھی.... یہ اس نے مجھے نہیں بتائی۔“

”جالیئوس سالاری۔“ ان کے منہ سے مارے حیرت کے

نکلا۔

”ہاں! کیوں.... کیا آپ لوگ اس نام کے آدمی کو جانتے

ہیں۔“

”ہرگز نہیں.... پہلی مرتبہ سنا ہے یہ نام۔“

”تب پھر آپ لوگوں نے حیرت کیوں ظاہر کی۔“

”نام عجیب سنا ہے.... جالیئوس سالاری.... اب کون بتائے

گا ہمیں کہ یہ جالیئوس سالاری کہاں رہتے ہیں.... ہسپتال میں یہ

کیوں گئے تھے اور ان کا معائنہ کرتے وقت ڈاکٹر ارشاد خان کو کیا بات

سو جھی تھی....“

”ہسپتال کا ریکارڈ ہمیں چند باتیں ضرور بتا سکتا ہے۔“ شوکی

نے پر جوش انداز میں کہا۔

”اوہ ہاں.... ہسپتال کا ریکارڈ چیک کرنا ہو گا.... اور ہاں....“

کیا وہ شروع سے آخر تک ایک ہی ہسپتال میں لگے رہے۔“

”مجھے تو یہی معلوم ہے.... اس ہسپتال کے پیچھے ان کی

رہائش تھی۔“

”اکرام.... ان کا خیال رکھنا.... اور ان کے ساتھ کوئی

زیادتی نہ ہونے پائے.... انہوں نے ہمیں کام کی بات بتائی ہے۔ بات

اہم ہے.... ہم اس بات کے ذریعے کیس میں آکے بڑھ سکیں گے۔“

”ایس سر۔“ اس نے فوراً کہا۔

وہ اسی وقت ہسپتال پہنچے.... ریکارڈ کیپر سے ملے....

”فرض کیا ایک مریض نے چار سال پہلے علاج کرایا تھا....

کیا امیسا ریپور بھی بنا کر محفوظ رہتا ہے۔“

”جی نہیں۔“ ریکارڈ کیپر نے کہا۔

”اچھا خیر.... ہمیں ڈاکٹر ارشد خان کی فائل چاہیے۔“

”جی.... ٹھیک.... کس کی۔“ اس کلرک نے پوچھا۔

”زیوں.... کیا بات ہے۔“

”نہیں.... نہیں۔“ وہ چلا اٹھا.... پھر اس نے سر ہی سے

اٹھنے کی کوشش کی.... وہ کھڑا ہوا اسی تھا کہ اسی وقت کمر اور سہانت

ہو گیا۔

.....

اوہ اوہ

وہ دھک سے رہ گئے.... فوراً ڈاکٹر کو بلایا گیا.... ڈاکٹر نے
ریکارڈ کیپر کا معائنہ کیا.... انجکشن دیا اور ان کی طرف مڑتے ہوئے
بولے۔

”کیا انہوں نے کوئی خوفناک یا غمناک خبر سنی تھی۔“

”خبر تو نہیں... ہم نے تو ان سے ایک سوال کیا تھا۔“

”کیا مطلب.... ایسا سوال؟“

”ہمیں ایک ڈاکٹر صاحب کی فائل درکار تھی.... جو نبی ہم

نے ان سے یہ کہا کہ میں ڈاکٹر ارشاد خان کی فائل چاہیے.... یہ چلائے

اور بے ہوش ہو گئے۔“

”حیرت ہے.... اس سوال میں تو شاید ایک بات ہی ایسی

نہیں.... کہ کسی کو بے ہوش کر دے۔“ ڈاکٹر صاحب بولے۔

”ہمارا بھی یہی خیال ہے.... ویسے کیا آپ ڈاکٹر ارشاد کو

جانتے ہیں۔“

”ہاں! کیوں نہیں.... وہ بہت عرصہ تک یہاں لگے رہے..

باجہ وہ تو غائب بھی یہیں ملازمت کرتے ہوئے ہوئے ہیں۔
 ”کیا آپ کو ان کی کوئی عجیب بات معلوم ہے۔“ شانی نے
 فوراً کہا۔

ڈاکٹر نے اس کی طرف چونک کر دیکھا.... پھر پریشان آواز
 میں اس نے کہا۔

”ان میں تو بے شمار باتیں عجیب و غریب تھیں.... ایسی
 انوکھی باتیں کیا کرتا تھا کہ کسی کی سمجھ میں بھی نہیں آتی تھیں.... ایک
 روز کہنے لگا.... اس کی زندگی میں ایک ایسا مریض آیا ہے.... کہ اس
 سے زیادہ عجیب شخص دنیا میں بھی کسی نے نہیں دیکھا ہو گا....“
 ”کیا اس شخص کا نام بھی اس نے بتایا تھا۔“

”ہاں شاید.... جالینوس نام تھا مگر اب اس کا۔“

”اس کے نام کا اور نام بھی تھا۔“

”اوہ ہاں اب یاد آیا.... جالینوس مالاری.... لیکن اس نے

ہمیں یہ نہیں بتایا تھا کہ اس مریض میں عجیب بات کیا تھی۔“

”اور نہ ریکارڈ میں اس شخص کا نام ہے کہیں۔“

”اب اتنا پرانا ریکارڈ یہاں کون رکھتا ہے.... آپ ڈاکٹر ارشد

کی فائل دیکھ لیں اس میں سے مل جائے شاید تفصیلاً۔“

”وہی لینے تو یہاں آئے تھے.... یہ ڈاکٹر ارشد کا نام سن کر

بے ہوش ہو گئے۔“

آواز اٹھری۔

”خدا کا شکر ہے.... ایک تورہ جاتی ہے.... اُنر ایک بھی نہ رہ
باقی رہ گیا۔“ آفتاب بڑھا۔
”ہوں.... تم بتاؤ.... وہ کیا ترکیب ہے.... جو رہ جاتی ہے۔“

رفعت ہوئی۔

”تم دونوں میرا مذاق ازار سے ہو کیا؟“ فرزانہ پوچھی۔

”نہیں تو.... یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوئی۔“

”خدا ہو سکتی....“ وہ جھجکا اٹھے۔

”فرزانہ ہمیں وہ ترکیب پھسل نہ جائے....“

”اوہ اچھا.... میرا خیال ہے.... ہم اخبارات میں جانینوس

ساااری کے نام کا اشتہار شائع کر دیتے ہیں.... کہ ہمیں ان سے بات

نہ وری کا نام ہے اور ہمیں ان کا پتا معلوم نہیں.... لہذا امہ بانی فرما کر وہ

ہم سے مل لیں۔“

”بالکل ٹھیک۔“ انسپکٹر جمشید ہلے۔

پھر اخبارات میں نمایاں جگہوں پر اشتہار شائع کرایا گیا....

دوسرے دن وہ کھڑے بیٹھے انتظار کر رہے تھے کہ اپنا ملک ان کے

دروازے پر دستک ہوئی۔

”وہ آگئے ساااری صاحب۔“

محمود یہ کہہ کر دروازے کی طرف لپکا.... پھر اس نے جلدی

سے دروازہ کھول دیا.... دروازے پر ایک صحت مند ترین لمبے چوڑے
قد کا آدمی کھڑا تھا اس کے چہرے پر رونق تھی اور سوالیہ نشان بھی۔

”یہ انسپکٹر جمشید کا بی گھر ہے نا۔“

”جی ہاں! اور کیا آپ جالینوس سالاری ہیں۔“

”جی ہاں۔“ منسلک آیا۔

”آپ کا شکریہ کہ آپ آئے.... آئیے۔“

وہ اسے ڈرائنگ روم میں لے آیا.... پھر تاحی ہاں آئے....
سالاری بہت سے لوگوں کو دیکھ کر گھبرا گیا....

”خیر تو ہے جناب۔“

”ہاں! آپ فکر نہ کریں۔“

”آپ کا ایشمار پڑھ کر مجھے بہت حیرت ہوئی.... آخر آپ

لوگوں کو مجھ سے کیا کام ہے.... ویسے میں آپ لوگوں کو بہت اچھی

طرح جانتا ہوں.... آپ ہمارے ملک سے نامور سرانفرسان تو ہیں

ہی.... بہت اچھے انسان بھی ہیں۔“

”یہ سب اللہ کی مہربانی ہے....“ انسپکٹر جمشید جلدی سے

بولے۔

”تب پھر فرمائیے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔“

”آپ ڈاکٹر ارشاد خان کو جانتے ہیں۔“

”ڈاکٹر ارشاد.... جی ہاں.... انہوں نے میرا آپریشن کیا تھا

.. کتاب : ہسپتال میں۔“

”بااگل ٹھیک.... وہ آپریشن کس چیز کا تھا۔“

”دل کا.... مجھے دل میں پتھہ تکلیف تھی.... میں گلاب

ہسپتال کے پاس ہی رہتا ہوں.... مجھے فوری طور پر وہاں لے جایا گیا...۔

دراصل میں بے ہوش ہو گیا تھا.... بے ہوشی کی حالت میں ہی انہوں

نے میرا آپریشن کیا تھا.... انہوں نے بتایا تھا کہ دل کی ایک رگ میں

کچھ رکاوٹ تھی.... وہ آپریشن سے دور کر دی گئی.... سو میں اب بااگل

ٹھیک ہوں۔“

”ہوں.... اس کے بعد تو پھر آپ کو کوئی تکلیف نہیں

ہوئی۔“

”بااگل نہیں۔“

”ہم آپ کا چیک اپ کرانا چاہتے ہیں۔“

”ایمن کیوں.... میں تو بااگل ٹھیک ہوں۔“ وہ گھبرا گیا۔

”ایک مسئلہ ہے.... جو منتظر طور پر آپ کو ہوتا بھی دیتے ہیں..

تاکہ آپ ایجنٹ مسموم نہ کریں۔“

”جیت بڑت شکریہ۔“ وہ مسکرایا۔

پھر اسے بات بتائی گئی کہ وہ کیوں اس کا چیک اپ کرانا چاہتے

ہیں.... اب وہ واقعی مطمئن ہو گیا.... وہ اسے مری ہسپتال لے

آئے.... یہاں دنیا کے بہترین آلات نصب تھے اور تمام بڑے بڑے

ڈاکٹر اور میڈیکل سپرنٹنڈنٹ تک سے ان کے گہرے تعلقات تھے اور وہ سب لوگ ان تینوں پارٹیوں کے دلدادہ تھے....
 انہیں بھی پہلے پوری بات مختصر طور پر بتانی پڑی.... کیوں کہ ڈاکٹر حضرت اس صورت میں ہی اس کام کے لئے مفید ثابت ہو سکتے تھے۔

آخر ڈاکٹروں کا کام شروع ہوا.... ان جدید ترین مشینوں پر اس کے جسم کا ایک ایک حصہ چیک کیا گیا.... آخر تین گھنٹے بعد رپورٹ ان کے سامنے رکھ دی گئی....

وہ تیزی سے رپورٹ کو پڑھنے لگے.... جوں جوں پڑھتے چلے گئے.... ان پر مانوس چھاتی چلی گئی.... اس نے کہ جالینوس سالاری ہر لحاظ سے بالکل ٹھیک تھا.... اس کے جسم میں ایسی کوئی حیرت کی بات نہیں تھی....

وہ ڈاکٹروں کی نیم کے پاس گئے.... وہ اب ایک کمرے میں بیٹھے تھے اور اس سلسلے میں آپس میں بات کر رہے تھے۔
 ”آپ کا خیال غلط نکلا پھر؟“

”نئی سال تو یہی کہا جاسکتا ہے.... ہم بلاوجہ جالینوس سالاری کی چیز پھاڑ تو کر نہیں سکتے۔“

”کیا مطلب؟“ وہ پوچھ اٹھے۔

”ہو سکتا ہے.... وہ عجیب بات آپریشن کے دوران ڈاکٹر

ارشاد خان کو نظر آئی ہو۔“
 ”لیکن ہم نے آلات کے ذریعے اس کے پورے جسم کو باطل
 صاف طور پر دیکھ لیا ہے۔“
 ”نہیں۔ نہیں کوئی غلطی نہ ہوئی ہے۔“ انسپکٹر جمشید

؟

”آپ کا مطلب ہے.... ہم سے غلطی ہوئی ہے۔“ ان میں
 سے ایک نے حیران ہو کر کہا.... ”انہوں نے اب بھی نہیں مانا۔
 ”ہاں! یہ میرا اندازہ ہے.... جو غلط بھی ہو سکتا ہے۔“
 ”لیکن ہم جانتے ہیں۔“ دوسرے ڈاکٹر مسکرائے۔
 اور وہ کیا....؟“ آفتاب فوراً بولا۔

”یہ کہ ان کے اندازے عام طور غلط نہیں ہوتے۔“
 ”تب پھر کچھ کیجئے ناڈاکٹر انکل۔“

”کچھ کیجئے نا.... آخر کیا کریں.... یہ آپ بتادیں۔“
 ”سوچیں.... آپ سے کیا ہوا.... یا کیا غلطی ہو رہی ہے....“

اور ڈاکٹر ارشاد کو کیا بات نظر آئی تھی۔

”میرا خیال ہے.... یہ ساری باتیں اس نے اپنی ڈائری یا

نوٹ بک میں ضرور درج کی ہوں گی۔“
 ”ہم اس کی کوئی نوٹ بک یا ڈائری حاصل نہیں کر سکے....“

ہسپتال کے ریکارڈ سے فائل تک غائب ہے۔“

”اس کا مطلب ہے جانے سے پہلے وہ ہر چیز لے گیا
 ہے..... جس سے اس معاملے پر کوئی روشنی پڑتی ہو۔“
 ”یہی بات ہے.... وہ اچانک نہیں بھاگا.... بہت عرصے سے
 بھاگنے کی تیاریوں میں تھا....“
 ”لیکن کیوں۔“

”شاید اس نے سوچا.... اس کے تجربے سے ہم لوگ کیا
 فائدہ اٹھا سکیں گے اور اسے کیا دیں گے.... پورپ جانا چاہیے.... وہاں
 جب وہ اپنا حیرت انگیز تجربہ لوگوں کے سامنے ہوگا تو وہ لوگ دھک
 سے رہ جائیں گے اور اسے سروں پر اٹھالیں گے.... اور دولت نے
 انہار اس کے گرد لگا دیں گے۔“
 ”ہوں! لیکن وہ تجربہ کیا تھا۔“

”اس پورے کیس کا اصل سوال یہی ہے۔“
 ”تب پھر ابا جان! اس کا سیدھا سادہ اصل یہ ہے کہ ہم خود
 ڈاکٹر ارشاد خان تک پہنچ جائیں.... وہ جہاں کہیں بھی ہے.... اسے
 گرفتار کر کے یہاں لایا جائے.... آخر وہ تمہیں کے قریب انسانوں کا
 قاتل ہے....“ محمود نے جلدی جلدی کہا۔

”یہ بات تو میں بہت پہلے سے محسوس کر چکا ہوں کہ ایسا کرنا
 ہو گا....“

”تب پھر دیر کس بات کی۔“

وہ اچھو کھڑے ہوئے.... چالینوں سا اہری کو انہوں نے
 فارغ کر دیا.... البتہ اس ہافون نمبر اور پکا وغیرہ نوٹ کر لیا.... تاکہ پھر
 ضرورت پیش آنے تو فون نہ مریا پرے۔

وگھر آئے.... حلیوں میں زبردست تبدیلیاں مں نہیں....
 رہا ان الفا باندھا گیا.... کاغذات تیار سے کئے.... ان میں اصل مہ میں
 نگواں کی گئیں.... تب انہیں بائوہو تین پارٹیوں کی صورت میں ملک سے
 روانہ ہوئے.... تارن سے جس عیب میں جس شہ میں ان کی ملاقات
 ہو گئی تھی.... یعنی یہ وہ قراقرم کا اس کے ملنے کا تھا پہلے انہیں اس
 ملک کا رخ نہ تھا.... اب نے پتہ انہیں کہ شہید پارٹی روانہ ہوئی....
 اور انہیں یہ کہ ایک شہ قراقرم چلی.... اس کے ہونے بانیہ میں
 ان کے سے مرے پتے ہی ایک مرا کے کئے تھے.... اور یہ کام انہیں
 شہید کی انہیں فورس کے ایک کارکن نے کیا تھا.... یہ پورے پہلے ایک
 بیس میں ان کا تھی.... تھا.... چپان کے لئے اشارے کے لئے ہوئے
 تھے.... مذاہم یہ نے اس ہونے میں آپنے.... ہو گئی تھی وہاں
 ہوئی۔ ایک سفید کارن کے قریب میں رہا ہوئی.... انہیں شہید
 چونک اٹھے۔

”آٹھر ٹھیک نہیں ہے.... جب تو میرے لئے یہ طرف رہا
 ہونے لگے.... تو یہ وہاں سے نہیں تھکا
 انہوں نے اپنی زندگی بھر

”اس وقت بالکل صاف تھا.... یہ پہلی بار محسوس ہوا ہے۔“

”خیر کوئی بات نہیں.... پہلے ہمیں کسی ساحل پر لے چلو....“

”کیونکہ اب ہم پہلے موسم کا مزالیں گے.... پھر ہوٹل چلیں گے۔“

”بہت بہتر سر۔“ اس نے کہا۔

اور پھر وہ ساحل پر آئے.... یہ جگہ بہت کھلی تھی اور تعاقب کرنے والی گاڑی چھپی نہیں رہ سکتی تھی.... انہوں نے بلند بنی سفید کار نور سے دیکھا.... پھر اس میں سے دو لمبے قد کے سفید لباس والے اترے اور بے ہراسانہ انداز میں ان کی طرف بڑھے.... نزدیک آنے پر انہوں نے اپنے شناختی کارڈ دکھائے.... ان کی رو سے وہ خفیہ پولیس کے آفیسر تھے۔

”آپ اپنے کاغذات چیک کرائیں۔“

”پہلے آپ یہ بتائیں.... ہمارا تعاقب کیوں کر رہے تھے۔“

”یہ ہماری ذیولٹی ہے.... سننے والوں کو چیک کرتے

ہیں۔“

”ہیں ایرپورٹ پر کیوں نہیں کیا۔“

”ہم اپنے طریقہ کی وسالت نہیں کر سکتے.... آپ کاغذات

پیش کریں۔“ ان میں سے ایک نے سرد آواز میں کہا۔

”اوہ اوہ۔“

اچانک ان پینہ ہشید کے منہ سے نکلا۔

پھنس گئے

”کیا ہوا آپ کو.... اس قدر حیران یوں نظر آنے لگے۔“

آفیسر نے ہراسا نہ بنایا۔

”کک.... کچھ نہیں.... آپ پہلے یہ کاغذات دیجے لیں۔“

انہوں نے ڈوبتی آواز میں کہا۔

”ضروریوں نہیں.... لیکن آپ کی حیرت کی وجہ بھی جاننا

چاہیے۔“

”خبردار کیوں نہیں۔“ وہ بہت مشکل سے مسکرائے۔

”نہیں اس قدر پریشان دیکھ کر محمود فاروق اور فرزانا پریشان

ہو گئے تھے لیکن کوشش۔ باوجود وہ یہ نہ جانتے کہ وہ کس بات پر

پریشان ہیں۔“

ادھر پولیس آفیسر ان کے کاغذات باایف بی بی سے چیف

سربراہ تھے.... پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

”نہیں بتاؤ! یہ کاغذات اصل نہیں ہیں۔“

”اصل نہیں ہیں.... وہ کیسے۔“

”یہ تو ہم آپ کو اب پولیس اسٹیشن چل کر بتائیں گے۔“

دوسرا ہنسنا۔

”آپ کی مرضی لیکن یہ کاغذات اصلی ہیں۔“

”آپ لوگ اگر میک اپ میں نہیں ہیں.... تب آپ، اصلی

ہیں.... اور اگر آپ میک اپ میں ہیں.... تو یہ نقلی ہیں۔“

”بہت خوب! آپ ہمیں لے چلیں فور چیک رالیں۔“

پانک وہ مسٹر رائے لگے.... یوں لگا جیسے ان کی پریشانی دور ہو گئی ہو....
محمود فاروق اور فرزان بھی اطمینان محسوس کرنے لگے۔

انہیں پولیس اسٹیشن ایذا یا.... آلات کے ذریعے ان کے

چہرے چیک کئے گئے.... یہاں تک کہ تین منٹ کے اندر ان کے

میک اپ اتار دیا گیا.... پھر انہیں آکھینے دکھائے گئے....

”اے جیسے.... ہائے نقلی ہیں یا اصلی۔“

”نقلی ثابت کریں دے آپ نے.... خیر کوئی بات نہیں۔“

”نہ از ہم تین سال سزا ہوگی۔“

”بات ہے ہیں.... لیکن آپ ہمیں سزا دلوائیں گے نہیں۔“

”وہ یوں....“

”اس لئے کہ پھر مسٹر تارن و حرا نہیں آئے گا۔“ وہ

مسٹر رائے۔

”حد ہو گئی.... آپ کو یہ تک معلوم ہے.... انہوں نے

ہدایت دی تھی کہ آپ لوگوں کو چیک کر لیا جائے.... اگر آپ انسپکٹر جمشید وغیرہ ثابت ہوں.... تو پھر میک اپ کر کے آواز چھوڑ دیا جائے۔ لہذا آپ اپنا میک اپ پھر کر لیں۔“

”تب پھر یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔“

”مسٹر تارن آپ کو بتانا چاہتے ہیں.... کہ آپ لوگ ان سے

مقابلے میں کس قدر بے بس ہیں۔“

”لوہ اچھا.... شکریہ.... یہ بات ہم جان گئے.... اور کچھ۔“

”باقی دو پاریاں بھی جو نہی آئیں گی.... انہیں بھی احساس

دلا کر ہم انہیں ہونٹ بلیک بزدل بنج دیں گے....“

”لوہ.... تو آپ کو یہ بھی معلوم ہے.... کہ ہمہاں ٹھہریں

گے۔“

”آپ ابھی مسٹر تارن کے بارے میں کچھ نہیں جانتے....

جب کہ وہ آپ کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں۔“ پہلے نے طنز یہ کہا۔

”معلوم یہی ہوتا ہے.... خیر.... آپ کا مسٹر تارن کا

شکریہ.... مسٹر تارن واقعی ایک اچھے دشمن ہیں اور ان سے مقابلہ کر کے ہمیں ضرر مزا آئے گا.... ہمارا ایک پیغام دے دیں گے انہیں۔“

”آپ پسند کریں تو ہم ان سے آپ کی بات بھی کرا سکتے

ہیں۔“

”اوہ یہ اور اچھی بات ہے۔“

”ابھی لیں۔“ وہ دلا۔

اور پھر اس نے ایک نرا سٹیمپر جیب سے نکالا.... اس کا منہ دایا اور پھر منہ کے قریب لے جا کر اس نے کہا۔

”معاف کیجئے گا سر.... ان سٹیکلر جمشید آپ سے بات کرنا چاہتے

ہیں۔“

”اوہ سرورزیوں نہیں۔“ وہ مرنی طرف سے تارن کی آواز

سنائی دی۔

اس نے آلہ انہیں دے دیا۔

”ہم آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں جناب۔“ وہ دھلے۔

”اس میں شکریہ کی کون سی بات ہے۔“

”کبھی آپ ہمارے ملک آئیں گے تو ہم اس مہربانی کا بدلہ

چکا دیں گے۔“

”اوہ اچھا اچھا.... کوئی بات نہیں۔“

”بس یہی کہنا تھا۔“

”ارے۔“ تارن ہنسا۔

انہوں نے سیٹ اس کی طرف بڑھا دیا.... پھر وہ...

برقی طرف روکنے ہوئے۔

”اباجان! ہم بہت پریشان ہیں۔“
 ”ٹیکسی میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔“
 ”کیوں.... یہ تو آپ کی اپنی....“
 ”میں نے کہہ دیا.... ٹیکسی میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔“ وہ سرد
 آواز میں بولے۔

تینوں ساکت رہ گئے.... وہ حد درجے سنجیدہ تھے.... پھر ان
 کی ٹیکسی ہونٹل کے سامنے رکی....
 ”ٹیکسی پارک کر کے تم بھی کمرے میں آ جاؤ....“ انہوں
 نے خفیہ کارکن سے کہا۔

”آپ غلط سوچ رہے ہیں سر۔“ اس نے کانپ کر کہا۔

”کمرے میں بات کریں گے یہاں نہیں۔“

”اوہ.... ایس سر۔“ وہ اور زیادہ کانپ گیا۔

وہ اوپر اپنے کمرے میں آ گئے.... اندر داخل ہونے کے بعد
 جو خسی انہوں نے استقبال کے لئے بیٹھنے والے ہیرے کو اپنا غصہ بتایا..
 وہ انہیں اوپر کمرے میں لے آیا.... اور یہ پوچھ کر چلا گیا.... کوئی اور
 خدمت سر.... انہوں نے نفی میں سر ہلا دیا۔

ایک منٹ بعد سادہ لباس والا اندر داخل ہوا....

”ہاں! اب بتاؤ.... میں کیا غلط سوچ رہا ہوں۔“

”ساحل مہر آپ نے یہ خیال کیا تھا کہ میں نے ننداری کی

”جے۔“

”اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے۔“

”لیکن یہ بات نہیں ہے سر.... تارن کے یہاں اس قدر

وسائل ہیں کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے.... مجھے بھی یہ بات ابھی

تھوڑی دیر پہلے معلوم ہوئی ہے کہ میں اور میری ٹیکسی اس کی نظروں

میں ہے.... اور نہ جانے کب سے ہے....“

”یعنی تم اب مجھے کیسے مطمئن کرو گے۔“ انہوں نے اسے غور

سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”میری طرف سے آپ کو جتنی رپورٹیں ملیں.... کیا ان

میں سے کوئی غلط ثابت ہوئی....“

”نہیں....“ وہ لے۔

”آپ نے میرے ذمے جب بھی جو بھی کام لگایا.... کیا وہ

بالکل اسی طرح انجام نہیں دیا میں نے۔“

”بالکل دیا.... لیکن اس معاملے میں کس طرح مطمئن

کرو گے۔“

”جب مجھے آپ کا خفیہ پیغام ملا.... میں نے فوراً ایک برکا

رخ کیا.... آپ نے تینوں پارٹیوں کے لئے الگ الگ متوں میں

کمرے بک کرائے.... ان کمروں سے آپ کو آگاہ کیا.... پھر آپ نے

آمد کی خبر ملی تو آپ کو لینے ایرپورٹ پہنچ گیا.... پھر اس نے اس

سفید کار نے تعاقب شروع کیا.... اس سے پہلے میں نے اس کار کو دیکھا تک نہیں....“

”یہ تم نے مجھے مطمئن کیا۔“ انہوں نے منہ بتایا۔

”پھر میں اور کیسے آپ کو مطمئن کروں۔“ اس نے فکر مند

ہو کر کہا۔

”اصل بات جاننا چاہوں گا میں.... اس نے بعد تمہیں فارغ

کردوں گا.... کوئی سزا نہیں دوں گا.... نہ یہاں نہ اپنے ملک.... یونٹ

غیر ملک میں رہتے ہوئے انسان بعض اوقات اس حد تک مجبور ہو جاتا

ہے کہ پنچھ نہیں کر سکتا.... لہذا اس کی غداری بھی مجبوری کی غداری

ہوتی ہے.... مجھے صاف صاف بتاؤ۔“

”میری بیوی اور بچی تارن کے قبضے میں ہے سر۔“ وہ رو پڑا۔

”اوہ.... اوہ....“ ان کے منہ سے نکلا۔

”جب میں ہوٹل بلیک وڈ میں آپ سے ملے کمرے تک

کرائے میں دیکھے پولیس کی ایک گاڑی نے روک لیا.... پھر مجھے ایک

پولیس اسٹیشن لے جایا گیا اور وہاں مجھ سے پوچھ چمچہ شروع کی انہوں

نے.... جب میں نے یہ نہ بتایا تو تارن کا نام لیا گیا اور کہا گیا کہ مسٹر

تارن جا رہے ہیں.... انہوں نے مجھ پر دھمکیاں دیں.... یہ سن کر مجھے

درد ہوا.... اور میں نے اپنے گردن سے پٹا لیا.... اور پھر مجھے تارن

کے سامنے پیش کیا گیا۔“ یہ کہہ کر وہ اور زور سے رونے لگا۔

”خاموش رہو.... مجھے دھوکا دینے لی کوشش نہ کرو۔“
انسپلے جمشید سر آواز میں ہلے۔

”جی.... کیا مطلب؟“ اس نے چونک کر کہا۔

”تم نے شادی کب کی۔“

اسے ایک زوردار جھٹکا لگا.... انسپلے جمشید مسکرایا۔

”ہاں ہاں.... تم نے شادی کب کی۔“

”بیس کی سر.... دو سال پہلے۔“

”باااااں ٹھیک.... یہ تم نے پچی بات بتائی۔“

”جی.... کیا مطلب۔“

”تم نے یہاں لی ایک لڑکی سے شادی کی تھی.... پھر

تھما۔ ہاں پچھلے سال ایک بچی بھی پیدا ہوئی تھی.... لیکن تم نے اس
شادی کو بالکل خفیہ رکھا تھا۔“

”آپ.... آپ نہ ایسے معصوم ہو اور۔“

”بابا بابا.... جسکی آخر میرے بھی یہاں کارکن کام کرتے

تھے.... جیسے پہلے تم کام یہ کرتے تھے۔“

”کرنا تھا نہیں.... اب بھی کرتا ہوں.... یہ شادی میری ذاتی

مسئلہ ہے.... اور میں مجبور ہو گیا تھا.... ویسے میں آپ سے

شرم مند ہوں.... مجھے آپ کو بتا کر شادی کرنا چاہیے تھی۔“

”چلو تم نے اتنا تو اپنا قصہ رمانا.... لیکن بد قسمتی بات اگر بیس

تک ہوتی تو میں صبر کر سکتا تھا.... گزارہ ہو سکتا تھا۔ مشکل ہے کہ بات یہاں تک نہیں ہے.... بلکہ یہ نہیں ہے....

”جی.... کیا مطلب.... میں سمجھا نہیں سکتا۔“

”شادی تم نے ایک غیر ملکی لڑکی سے کر ہی نہیں سکتے تھے.... جب تم میرے محلے میں بھرتی ہوئے تھے تو کیا تمہیں شرائط تحریری شکل میں نہیں دی گئی تھیں.... اور کیا تم نے ان پر دستخط کر کے یہ نہیں مانا تھا کہ میں ان شرائط کا سو فیصد پابند رہوں گا۔“

”اور ہاں سنا.... یہ تو میں بھول ہی گیا۔“

”بھئی یہ نہ کہو.... تم بھولے نہیں.... یہ بات تمہیں ہر وقت یاد رہی.... شادی کے بعد بھی یہ شرائط تمہیں پریشان کرتی رہیں.... لیکن غیر ملکی لڑکی نے تمہاری عقل پر پردے ڈال دیے.... اور تم اس سے شادی پر مجبور ہو گئے.... شادی کے بعد اس نے تمہیں اور بھی بری طرح اپنے جال میں پھانسا شروع کر دیا.... آخر ایک دن انہوں نے تمہارے خلاف اتنی چیزیں جمع کر لیں کہ اگر وہ جیتے، موات تو میں فوراً تمہاری طرف سے بدظن ہو جاتا.... چنانچہ ایف انوہا فیملیہ لیا گیا۔“

”جی.... کیا کہا آپ نے.... انوہا فیملیہ۔“ فاروق نے کھوکھوے انداز میں کہا۔

”انوہا فیملیہ یہ کیا ہے کہ تم اب ان کے لیے کام کرو گے اور

نیوی کے مجبور کرنے پر تم نے حائی بھر لی.... تم نے اپنے ضمیر کو بیچ دیا.... کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔“ یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گئے۔
اب خفیہ کارکن پتھر کے بت کی طرح سائت ہو چلا تھا....
آخر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

”لو.... اب.... کیوں خاموش ہو گئے۔“
”اوہ ہاں.... واقعی.... آپ نے کچھ خط نہیں کہا.... یہی برا ہو ا ہے.... لیکن مجھے افسوس ہے سر۔“
”اب کس بات پر افسوس ہے تمہیں۔“ انسپکٹر جمشید نے طنز یہ انداز میں کہا۔

”اس بات پر سر.... کہ آپ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے.... اب میں مکمل طور پر پرو فیسر تارن کے لیے کام کر رہا ہوں۔“
”کیا کہا.... پرو فیسر تارن.... وہ خود کو پرو فیسر کہا کرتا ہے۔“ ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

”وہ میں ہی پرو فیسر.... تو کھلائے کیوں نہ۔“ اس نے منہ

بنایا۔

”اوہو.... تم تو ان کا دم بھر نے لگے۔“

”اور کیوں نہ بھر دوں.... وہ میرا حد درجے خیال رکھتے ہیں.... بہت بڑی تنخواہ ہر مہینے ادا کرتے ہیں، آپ نے تو ابھی مجھے انعام تک نہیں دیا۔“

”اگر تم نے انعام والا کوئی کام کیا ہوتا تو میں ضرور تمہیں
انعام دیتا.... خیر.... اب کیا پروگرام ہے....“

”آپ لوگ پوری طرح حراست میں ہیں.... ہماری مرضی
کے بغیر کہیں نہیں جاسکتے.... یقین نہیں تو یہاں سے نکل کر دیکھ
لیں.... اندازہ ہو جائے گا۔“

”شکریہ.... ہمیں ایسا کرنے کی فی الحال کوئی ضرورت
نہیں۔“

”اب بھی ضرورت محسوس ہو.... نکلنے کی کوشش ضرور
کریں۔“

”اچھی بات ہے....“ انہوں نے خشک لہجے میں کہا۔

”اب میں چلتا ہوں۔“

”اور تم.... ایک بات یاد رکھنا.... یہ غداری تمہیں ضرور
رلائے گی۔“

”ایسا نہیں ہو گا سر.... مسٹر تارن میرا بہت خیال رکھتے

ہیں.... میرے ایک اشارے پر ہر چیز مجھے دے دیتے ہیں۔“

”بات پیروں کی نہیں ہو رہی.... غداری کی ہو رہی ہے۔“

”آپ ب فکر رہیں.... مجھے کچھ نہیں ہو گا۔“

”تارن جیسے لوگ تم جیسے لوگوں سے مل کر اپنا کام نکالتے

ہیں اور تم جیسے ہی خیال کرتے ہیں کہ وہ تمہارے مدد میں.... لیکن

جب ان کا مطلب نکل جاتا ہے تو تم جیسوں کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکتے ہیں.... اور تمہارے ساتھ بھی یہی ہو گا۔“

”اچھی بات ہے.... میں چلا.... اب آپ جانیں.... مسٹر تارن جانیں.... میں تو وہ کام کروں گا.... جس کا مسٹر تارن مجھے حکم دیں گے۔“

یہ کہہ کر وہ باہر نکل گیا.... انہوں نے اسے روکنے کی کوئی کوشش نہ کی۔ اس کے جانے کے کافی دیر بعد تک وہ بتوں کی طرح بیٹھے رہے پھر فرزانہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”ایسا شاید ہمارے ساتھ پہلی بار ہوا ہے.... یہی بات ہے نا لاجان۔“

”ہاں۔“ وہ بولے۔

”آپ کو بہت رنج ہو رہا ہے؟“ فاروق بولا۔

”ہاں! بہت زیادہ.... میں نے اسے پہچاننے میں غلطی کی۔“

”یہ بھی تو ہو سکتا ہے.... جب آپ نے اسے بھرتی کیا

ہو.... یہ پوری طرح ایمان دار ہو.... یہاں آکر.... یہاں کی ہوائ لگنے سے یہ غدار بناتا۔“

”اس بات کا امکان ہے.... لیکن اس سے ہمیں کوئی فرق

نہیں پڑتا.... ہمارا آدمی تو ہمارے ہاتھ سے نکل گیا.... اس کے

نوز سھے ماں باپ نے اگر مجھ سے اس کا مطالبہ کر لیا تو میں ان کا کیا کماں

سے انہیں دوں گا۔“

”آپ یہی بیٹا پیش کر دیجئے گا۔“

”ہو سکتا ہے.... اس کی ماں اسے اپنا بیٹا ماننے سے انکار کر

دے.... ہمارے ہاں ایسی ماؤں کی کمی نہیں.... جو ملک کی خاطر بیٹوں

کے گھڑے کر دیتی ہیں....“

”یہ سب باتیں جد کی ہیں.... سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا

کریں۔“

”میں اب انسپلکٹ کا مران مرزا اور شوکی برادرز کے لیے فکر

مند ہوں.... وہ بھی تو سیدھے یہیں آئیں گے اور پھنس جائیں

گے۔“

”جی.... کیا ہمارا.... پھنس جائیں گے.... کیا ہم پھنس گئے

ہیں۔“

”ہاں! یہ ہو نکل ہمارے لیے چوہے دان ہے۔“

”نہیں نہیں.... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں.... اتنا بڑا چوہا

دان۔“ فاروق نے ہوا کھلا کر کہا۔ پریشانی کے عالم میں بھی سب کو ہنسی

آگئی۔

ایسے میں ایک سرد آواز نے ان کے رونگٹے کھڑے کر

دیے۔

بیڑہ غرق

”ہم جارہے ہیں شوکی.... ہمارے چوقدس کھینچے بعد تھرہ نہ
 ہو جاتا۔“ فسیکلر کامران مرزا نے اپنی گھڑی کی طرف دیکھا۔
 ”وہ تو ٹھیک ہے انگل.... لیکن میری ایک تجویز ہے۔“
 ”اودہ کیا.... یہ اس وقت کوئی تجویز کہاں سے نپ پڑی۔“
 وہ حیران ہو کر رہ گئے۔

”فرض کر لیتے ہیں.... انگل ہمشید وہاں جا کر پھنس گئے
 ہیں.... اب آپ بھی سیدھے وہاں جا رہے ہیں.... کیا آپ بھی وہاں
 پھنس نہیں جائیں گے۔“

”لیکن سوال تو یہ ہے کہ ہم یہاں پھنس جائیں گے۔“
 ”ان کے پھنسنے کی صورت میں تو اس بات کا زبردستی امکان
 ہے۔“

”یہ بات میں مانتا ہوں.... لیکن وہ کیوں سے پھنسے۔“
 انہوں نے منہ بنایا۔

”مقابلہ تارن سے ہے.... ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے....“

ہمیں کھلونوں کی طرح انگلیوں پر گھماتا ہے....

انہیں ایک جھٹکا سا لگا۔.. چہرے کا رنگ اڑ گیا.... مارے خوف کے ان کی آنکھیں پھیل گئیں....

”یہ.... یہ کیا.... آپ اس قدر خوفزدہ کیوں ہو گئے.... میں نے تو صرف ایک بات کہی ہے۔“ شو کی گھبراہٹ۔

”دیکھا آفتاب.... خود ہی خوف میں مبتلا کیا اور خود ہی کہہ

رہے ہیں.... آپ خوفزدہ کیوں ہو گئے۔“ آصف نے جھانک کر کہا۔

”واقعی.... شوں.... یہ کیا بے تکی بات ہے۔“

”شو نے ہوئی بے تکی بات نہیں کہی۔“ انسپیکٹر کا مرزا

ہوئے کھوئے انداز میں بولے۔

”تب پھر آپ کو کیا ہو گیا ہے۔“

”میں واقعی خوف میں مبتلا ہو گیا ہوں.... تارن ہمیں ادھر

بھیج کر ہر گز ہر گز بے فکر نہیں ہو گیا ہو گا.... کیونکہ اس نے یہاں

ہماری باقاعدہ نگرانی کا انتظام کر رکھا ہو گا.... گویا اسے معلوم ہو چکا ہے

کہ ہمارا شمارجہ چاکر کہاں گھمے گا اور وہ کہتے ہیں۔“

”ارے باپ رے.... اُمر بات یہ ہے تو بہت خط ناک

ہے۔“ آصف نے بے غلظت کہا۔

”تو پھر.... آپ انکال سے فون پر....“ شوں نے کہتے ہوئے

پندرہ پانچ بول بیٹ پرانے نمبر پر ہنس دیا۔

”بالکل ہیں.... ٹھہرو.... پہلے میں سوچ لوں.... فون کرنا چاہیے یا نہیں۔“

وہ سوچ میں ڈوب گئے.... وہ بھی سوچنے لگے.... ایسے میں ہجیم جمشید کی آواز باورچی خانے سے سنائی دی۔

”ان حالات میں فون کرنا بالکل نامناسب ہو گا.... آپ کو پہلے یہاں سے بالکل غائب ہونا ہو گا.... پھر کسی اور ملک میں جانا پڑے گا.... وہاں سے آپ انٹارچہ جائیں.... وہ بھی ہوٹل بلیک برڈ نہیں ہیں اور ٹھہریں....“

”میرا ذہن بھی یہی بتا رہا ہے۔“

”ہوں.... ٹھیک ہے.... اب ہم یہی کریں گے.... پہلے ہم چھت کے راستے دوسری طرف جا رہے ہیں.... وہاں سے شہر میں نکلیں غائب ہو جائیں گے.... اور اب ہم فون پر بھی بات چیت نہیں کریں گے۔“

”ٹھیک ہے....“ وہ لے۔

ان کے جانے کے کافی دیر بعد تک وہ خاموش رہے.... پھر ہجیم جمشید نے کہا۔

”میرا جی لکھو اور بات.... شاید وہ لوگ مشکل میں ہیں....“

”میں تو اب فون کیے بغیر رہ نہیں سکتی۔“

”آپ.... ہاں آپ فون کر سکتی ہیں.... لیکن ہمارے جانے

کے بعد۔“

”لیکن بھئی.... تم لوگ تو ابھی کل جاؤ گے۔“
 ”لیکن ہم یہاں سے تو اس وقت ہی جا سکتے ہیں۔“ شوکی

مسٹر لایا۔

”اوہ اچھا شوکی.... محسوس نہ کرنا.... فون کیے بغیر.... میں

سکون محسوس نہیں کروں گی۔“

”ٹھیک ہے.... کوئی بات نہیں۔“

پھر وہ بھی وہاں سے نکل گئے.... اب انہوں نے انشارجہ کا
 کوڈ ڈائل کیا اور ہوٹل بلیک برڈ کے نمبر گھمائے.... کچھ دیر کی کوشش
 کے بعد سلسلہ مل سکا.... دوسری طرف سے ایک بھاری بھر کم آواز
 سنائی دی۔

”ایس پلیز.... ہوٹل بلیک برڈ۔“

”کمرہ نمبر 109 سے ملا دیں۔“

”اوکے میڈم۔“ کہا گیا۔

پھر سازجنے کی آواز سنائی دی.... اس کے بعد ایک آواز سنائی
 دی.... آواز بہت بھاری بھر کم تھی۔

”ایس.... یہ ہوٹل بلیک برڈ کا کمرہ نمبر 109 ہے۔“

”دیکھیں.... یہاں....“ اچانک وہ رک گئیں.... کیونکہ

اسے خیال آ گیا تھا ان کے خاندان کے تو فرضی ناموں سے وہاں گئے

ہوئے ہیں.... چنانچہ وہ کہتے ہی انہوں نے کہا۔

”یہاں مسٹر عبداللہ اور ان کے بچے ٹھہرے ہوئے ہیں....

ان سے بات کرادیں۔“

”تنگم جمشید بات کر رہی ہیں شاید۔“ دوسری طرف سے

ہنس کر کہا گیا۔

وہ سکتے میں آگئیں.... پھر خود کو مشکل سے سنبھال کر

بہنیں۔

”آپ کون صاحب ہیں۔“

”خادم کوتارن کہتے ہیں۔“

”کوہ.... اوہ.... مسٹر تارن آپ۔“ وہ بوکھلا اٹھیں۔

”ہاں! میں.... مجھے افسوس ہے.... میں آپ کی بات ان سے

نہیں کر سکتا.... وہ تھوڑی دیر پہلے تک تو یہاں تھے.... لیکن اب

یہاں نہیں ہیں۔“

”تو پھر.... وہ کہاں گئے۔“

”اگر مجھے معلوم ہوتا تو ضرور بتا دیتا.... لیکن وہ مجھے چکر دے

گئے.... ویسے میرے گمان ہیں بھی نہیں تھا کہ وہ مجھے چکر دے جائیں

گئے۔“

”اوہ.... اوہ.... اچھا۔“

”ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے فون بند کر دیا۔ عین اس

وقتوں میں صحتِ انجی.... انہوں نے فوراً سیور اٹھایا.... دوسری طرف سے انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دی۔

”سنو ڈگم.... دونوں پارٹیوں کو روک لو.... وہ ادھر نہ آئیں۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی فون بند کر دیا گیا.... ڈگم جمشید کا دماغ کھوم گیا.... انہیں چکر پہ چکر آنے لگے.... انہوں نے بات سے بغیر فون بند کر دیا تھا ظاہر ہے ان کے پاس اتنا وقت نہیں تھا.... نہ جانے وہ کن حالات میں گھرے ہوئے تھے.... پورے دو گھنٹے پارٹیوں کو روک کر رکھنے کی کوششیں.... ان سے دور بھٹ کر کھینچ کر رکھیں.... اب وہ انہیں روک کیسے کتنی کوششیں.... ان حالات میں ان کا دماغ نہ صحتاً تو کیا ہوتا.... وہ سر پکڑ کر تنہا تھیں.... اپنے میں دروازے کی تختی کی انجی.... وہ چونک کر سیدھی ہو گئیں اور دروازے کی طرف بڑھیں۔

”کون۔“ انہوں نے وحک وحک کرتے دل سے ساتھ لہا۔

”پولیس۔“ باہر سے کہا گیا۔

”پولیس.... کیا مطلب؟“

”آپ کے گھر میں کچھ جرائم پیشہ لوگوں نے پتہ لے رکھی

ہے.... ہمارے پاس آپ کے گھر کی تلاشی کا وارنٹ ہے۔“

”کیا لیتے ہیں.... کیا آپ جانتے نہیں یہ انسپکٹر جمشید کا گھر

”جی ہاں۔“

”جی بالکل جانتے ہیں۔“

”سیا کہا.... بالکل جانتے ہیں.... اور پھر بھی یہ کہہ رہے ہیں

کہ یہاں کچھ جرائم پیشہ لوگوں نے پناہ لے رکھی ہے۔“

”ہاں! یہی بات ہے.... ہمیں یہی اطلاع ملی ہے.... لہذا

تلاشی لی جائے گی۔“

”او کے! میں گھر میں اکیلی ہوں.... پہلے مجھے اپنے پڑوسی کو

بلائے دیں....“

”آپ ضرور ایسا کریں۔“

”ایک دو منٹ بعد ساتھ والے گھر کا دروازہ کھلے گا....

میری پڑوسی باہر نکل کر ادھر آئے گی.... جب وہ اندر داخل ہو

جائے.... تب ہم ایک کمرے میں جا کر بیٹھ جائیں گی.... آپ سارے

گھر کی تلاشی لے لیجئے گا.... بعد میں اس کمرے کی تلاشی لیں گے

آپ اس وقت ہم نکل کر دوسرے کمرے میں چلی جائیں گی۔“

”نہیک ہے.... کوئی اعتراض نہیں....“

”میں فون کر کے انہیں بلاتی ہوں۔“

”ضرور۔“ باہر سے کہا گیا۔

وہ وہاں سے ہٹ گئیں.... سب سے پہلے اکرام کو فون کیا...

اسے صورت حال بتائی۔ وہ سن کر بولا۔

”آپ دروازہ نہ کھولیں بھائی.... ہر گز نہ کھولیں۔“
 ”اچھی بات ہے.... لیکن میں خوف محسوس کر رہی ہوں....“

وہ ہم مار سکتے ہیں۔“
 ”گھر سے نکل جائیں.... چھتوں کے ذریعے کئی گھر دور چلی
 جائیں....“

”اچھی بات ہے۔“

”اور ہم پہنچ رہے ہیں.... بہت جلد۔“
 ”شش شکریہ۔“ وہ ڈرے ڈرے انداز میں بولیں۔

”ڈرنے کی ضرورت نہیں بھائی۔“

دوسری طرف سے فون رکھ دیا گیا.... وہ دبے پاؤں چھت پر
 آگئیں.... یہاں سے وہ پیچھے شیرازی کی چھت پر اتریں.... لیکن ان
 کے زینے کا رخ نہ کیا.... کیونکہ وہ گھر بھی خطرے میں تھا.... اس
 طرح وہ کئی چھتیں پھاٹنگ کر آخر ایک گھر میں اتر گئیں.... گھر کے
 افراد انہیں اچھی طرح جانتے تھے اور اس قسم کے واقعات ان کے
 ساتھ ہوتے رہتے تھے.... لہذا خاتون خانہ نے مسکرا کر کہا۔

”معلوم ہوتا ہے.... آپ کا گھر خطرے میں ہے۔“

”جی ہاں! لیکن وہ خطرے میں ہوتا کب نہیں.... سوال تو یہ

ہے۔“

”جب آپ اس میں ہوتے ہیں۔“ انہوں نے مسکرا کر کہا۔

وہ بھی مسرادیں پھر ان کے ساتھ بیٹھ گئیں
 عورتوں کی باتیں شروع ہو گئیں اور انہیں وقت گزرنے کا پتا تک
 نہ چلا اچانک ان کے دروازے پر دستک ہوئی اکرام کی آواز سنائی
 دی۔

”کیا آپ یہاں ہیں بھالی صاحبہ۔“

”ہاں! بالکل کیا وہ لوگ گرفتار ہو گئے۔“

”بالکل آئیے آپ اپنے گھر وہ لوگ صحن میں
 موجود ہیں۔“

”لیکن کیوں آپ انہیں حواالت کیوں نہیں لے گئے۔“

”پہلے آپ انہیں دیکھ لیں کوئی گڑبڑ لگتی ہے۔“ اکرام

نے ابجھن کے عالم میں کہا۔

”گڑبڑ لگتی ہے کیا مطلب۔“

”وہیں چل کر بتاؤں گا۔“ اکرام نے کہا۔

ان کی پیشانی پر بل پڑ گئے انہوں نے دروازے کی جھری

سے باہر جھانکا وہاں اکرام موجود نہیں تھا لیکن جو شخص بھی

تھا وہ اکرام کی آواز میں بات کر رہا تھا انہیں اپنے رونے

کھڑے ہوتے محسوس ہوئے اسی کا مطلب تھا اکرام بھی

پھنس گیا تھا۔ ورنہ دروازے پر اس وقت وہ خود نہ ہوتا انہوں نے

خاتون خانہ کو اشاروں میں سمجھایا اور ان کی چھت پر آگئیں یہاں

سے دوسری چھت پر اتریں.... لیکن اب وہ رک نہیں سکتی تھیں....
 اکرام کو مدد کے لیے بلانا بھی بے کار لگتا تھا.... گویا اکرام بھی اب ان
 کے قبضے میں تھا.... وہ ایک اور چھت پر آئیں.... اور وہیں چپک
 گئیں.... وہ جان گئی تھیں۔ باہر ان کے لیے تمام راستے بند کر دیے۔
 گئے تھے.... ایسے میں انہیں خوف بھی محسوس ہوا.... جلد ہی خاتون
 خانہ کا دروازہ زور زور سے دھڑ دھڑایا جانے لگا۔

”ہنگم جھشید کو باہر نکالیں.... ورنہ ہم واقعی اس کو توڑ دیں
 گے۔“

”ارے باپ رے۔“ عورت نے خوف زدہ آواز منہ سے

نکالی۔

”ہاں! ہم آپ کو سچھ نہیں کہیں گے.... ہمیں تو صرف ہنگم

جھشید کو پکڑنا ہے۔“

”وہ یہاں نہیں ہیں۔“

”کیا جو اس ہے.... ابھی تھوڑی دیر پہلے ہم ان سے بات کر

چکے ہیں۔“

”اس وقت آپ نے سب انسپکٹ اکرام کے لہجے میں بات کی

تھی.... انہوں نے جھانک کر دیکھا تو باہر انہیں اکرام نظر نہیں آیا....

لہذا وہ چھت کے راستے نکل گئیں۔

”حد ہو گئی.... یہ عورت بے یا چھلاوا۔“

”آپ انہیں کیوں پکڑنا چاہتے ہیں.... انہوں نے کیا جرم کیا ہے۔“

انہیں کوئی جواب نہ ملا.... جاتے قدموں کی آواز ضرور انہوں نے سنی.... لیکن ایک منٹ بعد ہی پھر دروازہ پر دستک ہوئی اور وہی آواز غالی دی۔

”خبردار.... دروازہ کھول.... ورنہ توڑ دیا جائے گا۔“

”ارے.... آپ پھر آگئے.... اب کیا ہے۔“

”آپ نے ضرور جھوٹ بولا ہے.... وہ یہیں ہیں۔“

”آپ کی مرضی.... اندر آ کر دیکھ لیں۔“

یہ کہہ کر انہوں نے دروازہ کھول دیا.... اور دروازے کی اوٹ میں ہو گئیں۔ چہرے پر کپڑا اتان لیا، اندر آنے والے لن کی طرف مڑے۔

”چہرے سے پتہ اہٹائیں۔“

”میں پردہ کرتی ہوں.... اور میرے شوہر گھر سے باہر

ہیں.... لہذا آپ ایسا نہ کریں۔“

”ہم جانتے ہیں۔“ ان میں سے ایک نے کہا۔

”کیا جانتے ہیں۔“

”ننگم جمشید آواز بدل کر بات کر سکتی ہیں.... لہذا اس بات کا

امکان ہے کہ آپ ننگم جمشید ہوں.... لہذا چہرہ دکھانا ہو گا.... ورنہ ہم

”ان کے دھوکے میں آپ کو پکڑ کر لے جائیں گے۔“
 ”اچھی بات ہے.... یہ لیں.... لیکن اس کا گناہ آپ پر ہو گا۔“ انہوں نے کہا۔

”ہاں ہاں.... ہو تار ہے گا گناہ۔“ ان میں سے ایک نے جل کر کہا۔

”کیوں.... کیا آپ مرنے کے بعد حساب کتاب کو نہیں مانتے۔“

”چہرہ دکھاؤ.... ادھر ادھر کی باتیں نہ کرو۔“
 انہوں نے پتھر اٹھا کر چہرہ دکھایا اور پھر چہرہ ڈھانپ لیا....
 اب وہ لوگ گھر میں پھیل گئے.... ادھر ادھر خوب تالاشی لی....
 چست پر بھی گئے، آخر پیچھے آئے۔
 ”وہ واقعی یہاں نہیں ہیں.... حیرت انگیز عورت ہے....
 اچھا ہم چلتے ہیں.... محسوس نہ کیجئے گا۔“

”وہ تو خیر میں کروں گی.... میں آپ کے لیے بد دعا کروں گی.... کیونکہ مجھے آپ کو اپنا چہرہ دکھانا پڑا ہے۔“
 ”اوہ ہاں! آپ شوق سے بد دعا کر لیں.... ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔“ ایک ہنسنا۔

”یا اللہ! ان کا بیڑا غرق کر۔“ خاتون نے جل کر کہا۔
 وہ نہیں پڑے اور گھر سے نکل گئے.... اچانک ان میں سے

ایک ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گر پڑا اور اس کی ناک سے خون بہنے لگا۔
 ”یہ میری بد دعا کا اثر ہے....“ عورت بولی۔

”ہو نہ۔“ وہ نفرت زدہ انداز میں بولے اور وہاں سے آگے
 بڑھ گئے.... انہوں نے دروازہ بند کر لیا.... پانچ منٹ گزرے ہوں
 گے کہ انہوں نے پیگم جمشید کو میٹر ہیاں اترتے دیکھا.... اس سے پہلے
 کہ وہ چونک کر کچھ کہہ اٹھتیں.... انہوں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر
 انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کر دیا اور ان کے پاس آگئیں.... پھر کان
 میں بولیں۔

”وہ ابھی گئے نہیں۔“

”ارے تو ہم کب تک آنکھ مچولی کھیتی رہیں گی.... فون
 کریں پولیس کو۔“

”اکرام کو باا کر تجربہ کر چکی ہوں.... نہ جانے بے چارے
 اکرام کا کیا حال ہو گا۔“

”اس کا مطلب ہے.... یہ پورے محلے میں پھیلے ہوئے
 ہیں۔“ خاتون بولیں۔

”ہاں! ان لوگوں نے فون کے تار کاٹ دیے ہیں.... رات کا
 وقت ہے.... نہ مدد کا کوئی امکان ہے.... ہمیں خود ہی اپنی حفاظت کے
 لیے کچھ کرنا ہو گا۔“

”اوہ اوہ۔“ وہ بولیں۔

عین اس لمحے ایک بار پھر زوردار انداز میں دستک ہوئی۔

☆.....☆.....☆

www.pakistanipoint.com

حرکت

تم نے ٹھیک کہا دوست! یہ ہو نل تمہارے لیے ایک چوبے
دان ہے اور اب تم اس چوبے دان سے نکل نہیں سکو گے.... یہ میرا
دعوٰی ہے۔“

آواز تارن کی تھی.... کمرے میں گونجتی سنائی دی تھی، لیکن
تارن وہاں کہیں نہیں تھا۔

”آپ کہاں ہیں مسٹر تارن! ہم آپ سے ملنے کے لیے بری
طرح بے چین ہیں۔“ فاروق نے بانک لگائی.... انسپکٹر جمشید اس کے
بغلے پر مسکرائے۔

”ٹھیک کہا.... مجھ سے ملنے کے لیے بے چین تھے.... تبھی
تو اس قدر جلد دوبارہ ادھر آ گئے.... لیکن نامکمل آئے ہو....“ تارن
ہنس کر بولا۔

”باقی بھی آنے والے ہیں۔“
”لیکن اس کی کیا ضرورت تھی.... میرا مطلب ہے الگ الگ
آنے کی۔“

”جی ہنس.... اب کیا بتائیں....“ فاروق شرما سا گیا۔
 ”نہیں نہیں بتادیں.... آخر الگ الگ آنے کی کیا ضرورت

تھی۔“

”آپ اسے یوں سمجھ لیں کہ یہ ہمارا ایک خاص طریقہ

ہے۔“

”نہیں تم لوگ مجھے دھوکا دینا چاہتے تھے.... یہ اور بات ہے

کہ دے نہیں سکے.... اور خود دھوکا کھا گئے۔“

”نہیں نہیں تو.... جھک آرے۔“ فاروق نے گھبرا کر کہا۔

”کیا کہا.... جھک آرے.... یہ کس چڑیا کا نام ہے۔“

”آپ کا.... لیکن افسوس آپ چڑیا نہیں ہیں۔“

”آپ نے کیا کہا مسٹر تارن.... الٹا ہم دھوکا کھا گئے۔“

انسپیکٹر جمشید نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔

”ہاں اور کیا.... میں کھا گیا ہوں دھوکا۔“

”پتہ پتا نہیں.... آپ ذرا اس بات کی وضاحت کر دیں۔“

”تمہیں باری باری یہاں آنا تھا.... یہ بات میں نے پہلے ہی

جان لی.... لہذا اب جیسے وہ یہاں آئیں گے تو آپ لوگ انہیں یہاں

نہیں ملیں گے۔“

”لیکن جناب! ہمارا تو یہاں سے جانے کا فوری کوئی پروگرام

نہیں ہے۔“

”آپ کو خود کہیں جانے کی ضرورت نہیں.... میرے آدمی لے جائیں گے۔“

”لیکن کہاں۔“

”جہاں میں چاہوں گا.... یہاں میری حکومت ہے.... یہ تم لوگوں کا ملک نہیں ہے۔“

”اللہ اپنا رحم فرمائے.... آپ کے ارادے نیک نہیں لگتے۔“

”وہ تو تمہارے بھی نیک نہیں ہیں.... اس لیے کہ اس قدر جلد جو یہاں آگئے۔“

”ہمیں دراصل ڈاکٹر ارشاد خان کی تلاش ہے۔“

”ڈاکٹر ارشاد خان.... کون ڈاکٹر ارشاد خان۔“ تارن کی حیرت میں ڈوبتی آواز سنائی دی۔

”وہ خود نوپرو فیسر ارشاد بھی کہتا ہے۔“

”کہتا ہو گا.... پتا نہیں تم کس کی بات کر رہے ہو.... اور

کیوں.... میں تمہاری طرف اپنے آدمی بھیج رہا ہوں.... آتے ہوں

گئے.... اور ہاں.... یہاں سے فرار ہونے کی کوشش بھی نہ کرنا....

ورنہ منہ کی کھاؤ گے۔“

”جی.... جی اچھا۔“ محمود نے گھبرا کر کہا۔

آواز آتا ہی ہو گئی....

”اؤ جلدی کرو.... اس کا خیال ہے.... ہم ہوٹل سے نکلنے کی کوشش نہیں کریں گے.... اور نہ ہم نکل سکتے ہیں.... لیکن ہم یہ خیال غلط قرار دے دیں گے۔“

”کک.... کیسے؟“ تینوں ایک ساتھ بولے۔

”اوہو.... تم آؤ.... اس سوال کا جواب تو خود خود سامنے آجائے گا۔“ انہوں نے جھاکر کہا۔

وہ فوری طور پر اپنا سامان جوں کا توں چھوڑ کر کمرے سے نکل آئے.... انسپٹر جمشید نے فوراً لفٹ کا رخ کیا۔

”لیکن جمشید.... نیچے سے وہ لوگ آرہے ہوں گے۔“ پروفسر بولے۔

”آپ فکر نہ کریں.... ہم نیچے نہیں اوپر جا رہے ہیں اور جب ہم لفٹ کا بنن اوپر جانے کے لیے دبا دیں گے تو وہ لفٹ اس وقت تک نیچے نہیں لے جائیں گے.... جب تک ہم اوپر نہ اتر جائیں۔“ یہ کہتے ہوئے وہ لفٹ میں داخل ہو گئے۔

”وہ تو حیب ہے.... جمشید.... لیکن وہ لوگ بھی تو اوپر آجائیں گے۔“

”میں ایک بار زندگی میں پہلے بھی اس ہوٹل میں آچکا ہوں۔“ وہ مسکرائے۔

”جی.... یہ مطلب.... وہ کب؟“

”بہت عرصہ پہلے کی بات ہے.... لیکن میں اس وقت کسی مجرم کے پیچھے نہیں تھا.... کسی سرکاری کام سے آیا تھا اور یہاں ٹھہرا تھا.... چونکہ میں فارغ تھا اس لیے میں نے اس ہوٹل کو خوب گھوم پھر کر دیکھا تھا.... لہذا میرا وہ گھومنا پھرنا اس وقت کام آئے گا۔ اوپر چھت پر چھپنے کی ایک بہترین جگہ ہے.... تارن کا باپ بھی ہمیں نہیں پکڑ سکے گا ان شاء اللہ۔“

”واہ.... تب تو مزا آجائے گا۔“

”ان شاء اللہ کہا کرو....“ انہوں نے منہ ہلایا۔

”اوہ سوری.... ان شاء اللہ۔“ وہ ایک ساتھ بولے۔

لفٹ سے اتر کر انسپکٹر جمشید تیر کی طرح ایک کمرے کی طرف بڑھے.... اس کا دروازہ کھلا تھا.... وہ بے دھڑک اندر داخل ہو گئے.... ان کے پیچھے باقی لوگ بھی کمرے میں داخل ہو گئے۔

”یہ.... یہ کیا.... یہ تو کباڑ خانہ ہے۔“

”ہاں! اس میں ہوٹل کی بے کار چیزیں پھینک دی جاتی ہیں.... کوئی کباڑ یا سال چھ مہینے بعد آ کر یہ چیزیں خرید کر لے جاتا ہے۔“

”لیکن بھلا تارن کے آدمی ہمیں یہاں کیوں نہیں تلاش کریں گے۔“

”سب لوگ ایک منٹ کے لیے کمرے سے باہر ٹھہریں۔“

”جی.... وہ.... وہ کیوں۔“

”ایک تجربہ کرنا چاہتا ہوں۔“

”جی اچھا۔“ انہوں نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گئے۔

”ایک منٹ بعد اندر آ جانا بھئی۔“ وہ بولے۔

”جی اچھا۔“

جو نئی وہ کمرے میں داخل ہوئے.... دھک سے رو گئے....

انسپکٹر جمشید انہیں کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہے تھے۔“

”آپ.... آپ کہاں ہیں.... ہمیں دکھائی کیوں نہیں دے

رہے.... کمرے میں تو کوئی اور دروازہ وغیرہ نہیں ہے.... جس سے

آپ دوسری طرف نکل گئے ہوں۔“ محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

”ہا ہا ہا.... دیکھا.... یہی بات ہوئی نا.... آجائیں آپ لوگ

بھی.... میں یہاں ہوں.... اس ڈمپر کے پیچھے.... یعنی اخبارات کی

قطاروں کے پیچھے۔“

وہ حیرت زدہ رہ گئے.... کیونکہ بظاہر قطاریں اس طرح لگی

ہوئی تھیں کہ ان کے پیچھے کسی کے چھپنے کا کوئی امکان نہیں تھا....

لیکن جب انہوں نے آگے بڑھ کر دیکھا تو وہاں کافی جگہ تھی.... اور

فوری طور پر باہر سے وہ کسی کو نظر نہیں آ سکتے تھے.... اور تارن کے

آدمی یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ ہوٹل میں ہی کہیں چھپ گئے

ہوں گے.... کیونکہ ان کے خیال میں تو وہ اس ہوٹل سے بالکل واقف

نہیں تھے.... بہر حال وہ اس جگہ د بک گئے اور دروازہ انہوں نے اسی طرح کھلا چھوڑ دیا.... کھلے دروازے کا یہ بہت بڑا فائدہ تھا.... کوئی دُور سے ہی اندر جھانک کر آگے بڑھ سکتا تھا.... اندر آ کر دیکھنے کی کوئی ضرورت تک محسوس نہ کرتا.... اس طرح وہ رات گئے تک وہاں چھپے رہے.... جب انہوں نے محسوس کر لیا کہ تارن اور اس کے ماتحت ان کی تلاش سے مایوس ہو کر تھک ہار چکے ہوں گے.... تو انہوں نے باہر نکلنے کی ٹھانی.... لیکن اس وقت بھی انسپکٹر جمشید نے کہا:

”احتیاط کا تقاضا ہے کہ پہلے صرف میں نکل کر جائزہ لے لوں.... کہیں تارن نے کچھ آدمی کہیں مقرر کر رکھے ہوں.... سب نکلے تو اس صورت میں دیکھ لیے جائیں گے....“

”اوکے.... جمشید۔“ پروفیسر بولے۔

وہ دبے پاؤں باہر نکل گئے.... اور لفٹ میں سوا ہوا کر اپنی منزل تک آئے.... برآمدے کا جائزہ لیا.... کوئی نہیں تھا.... اس جگہ سے وہ ہوٹل کے پچھلے حصہ کا رخ کر سکتے تھے اور اس طرف سے باہر نکلنے کی کوشش کر سکتے تھے۔

وہ واپس اوپر آئے اپنے ساتھیوں کو ساتھ لیا.... اور ہوٹل کے پچھلے دروازے کے نزدیک پہنچ گئے.... یہاں مسلح پہرے دار موجود تھا اور اس کے ہاتھ میں رائفل تھی.... یوں بھی وہ کافی چوکس

نظر آ رہا تھا.... اب اگر وہ اسے جان سے مار کر نکلنا چاہتے تو یہ کام ان کے لیے ذرا بھی مشکل نہ تھا.... لیکن ان کا اصول یہ تھا کہ بلاوجہ کسی کا خون نہ بہایا جائے.... چنانچہ انسپکٹر جمشید نے جیب سے کوئی ننھی سی چیز نکالی اور تاک کر اس کی کن پٹی پر دے ماری.... وہ چیز ٹھیک کن پٹی پر لگی.... وہ شیشہ کی کوئی گولی کی قسم کی چیز تھی اور ایسے موقعوں کے لیے وہ اپنے پاس رکھا کرتے تھے۔ تلاشی وغیرہ کے موقعوں پر دشمن ایسی چیز کو فضول خیال کر کے جیب سے نہیں نکالتے تھے۔

وہ تیور اگر گر اور بے ہوش ہو گیا.... اب انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ.... بس نکلتے چلے گئے.... اب ان کے لیے مسئلہ تھا گاڑی کا.... جس ٹیکسی کے ذریعے وہ سفر کرتے.... ڈرائیور کا سراغ تارن فورانگا لیتا.... اس لیے خطرہ تھا کہ تارن ان تک پہنچ جائے گا.... لیکن وہ اس کے سوا کچھ بھی کیا سکتے تھے.... انہوں نے سڑک پر پہنچ کر ایک ٹیکسی کو روکا، اس میں سوار ہوئے اور ڈرائیور کو ایک اور ہوٹل کا پتا بتایا۔ ڈرائیور نے ہوٹل کے سامنے انہیں اتار دیا اور کرایہ لے کر چلتا ہوا.... جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا.... تو انہوں نے ایک دوسری ٹیکسی لی.... اور ایک اور جگہ پہنچے.... اسے کرایہ دے کر چلتا کیا.... تیسری ٹیکسی لی.... ایک اور مقام پر اتر کر اس ڈرائیور کو بھی فارغ کر دیا.... اب کچھ دور تک وہ پیدل چلتے رہے.... یہاں تک کہ ایک مکان کے دروازے پر انہوں نے دستک دی.... اندر قدموں کی آواز سنائی....

باقی لوگ حیرت زدہ تھے کہ یہ انہوں نے کس کے دروازے پر دستک دے ڈالی ہے.... اتنے میں ایک بوڑھا آدمی نظر آیا۔
 ”لیس.... سر.... آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں.... شاید آپ غلط آگئے۔“

”جی نہیں.... ہم غلط نہیں آئے.... کیا.... یہاں مسٹر سام پیٹر نہیں رہتے۔“

”اوہ ہاں! یہ انہی کا گھر ہے.... تو آپ مسٹر سام پیٹر کو جانتے ہیں۔“

”جانتے ہی نہیں.... وہ ہمارے بہت اچھے دوست ہیں۔“
 ”آپ کے نام۔“

”ان سے کہہ دیں.... انکل آئے ہیں۔“
 ”جی.... انکل.... کون سے انکل۔“

”صرف انکل کہہ دیں.... وہ سمجھ جائیں گے۔“

”مجھے افسوس ہے.... آپ کو چند منٹ باہر ہی کھڑے رہنا پڑے گا.... اس لیے کہ جب تک مسٹر سام پیٹر اجازت نہ دے دیں.... میں آپ کو اندر نہیں لے جاسکتا۔“
 ”کوئی بات نہیں۔“ وہ بولے۔

ملازم اندر چلا گیا.... یہ ساری بات انگریزی میں ہوئی تھی.... ادھر وہ سب حیرت زدہ کھڑے تھے.... فاروق سے رہانہ

گیا۔

”یہ سام پیٹر کون صاحب ہیں لبا جان۔“

”شش۔“ انہوں نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

جلد ہی دروازہ کھلا اور ایک آدمی نظر آیا.... اس کی آنکھوں پر

عینک تھی.... اس میں سے جھانکتے ہوئے اس نے ان سب کو غور سے دیکھا۔

”کون ہیں آپ لوگ.... میں تو آپ کو نہیں جانتا۔“ اس

کے چہرے پر ناگواری تھی.... اس لیے کہ وہ تو میک اپ میں تھے۔

”آپ سام پیٹر ہی ہیں نا۔“

”وہ تو ہوں.... لیکن آپ انکل نہیں ہیں۔“

”میں انکل ہوں.... دل کی آنکھوں سے دیکھو۔“ انہوں

اپنی اصل آواز میں کہا۔

وہ بہت زور سے اچھلا.... ساتھ ہی اس نے ایک حرکت کی۔

☆....☆....☆

بالوں کی آواز

ایک دوست ملک کے ذریعے وہ انٹارجہ میں داخل ہوئے۔ اور ایک غیر معروف سے ہوٹل میں کمرے کرائے پر لے لیے۔۔۔ انسپکٹر کامران مرزا اور وہ تینوں اس وقت بہترین میک اپ میں تھے اور ان کے کاغذات اسی میک اپ کے مطابق تھے۔

”اس بات کا امکان ایک فیصد بھی نہیں کہ وہ ہوٹل بلیک برڈ میں مل جائیں۔۔۔ تاہم وہاں جا کر جائزہ لے آتا ہوں۔“
 ”تو ہم بھی کیوں نہ ساتھ چلیں۔“

”اس صورت میں ہم جلد نظروں میں آجائیں گے۔۔۔ تارن نے ہوٹل بلیک برڈ کے گرد اپنا جال بچھا رکھا ہو گا وہ جانتا ہے کہ آخر کار ہم بھی آئیں گے۔“

”جی اچھا۔۔۔ ہم یہیں رہیں گے۔“ آفتاب فور ابولا۔
 ”بالکل۔۔۔ بلکہ تم ہوٹل کے ہال میں بھی نہ جانا۔۔۔ کوئی چیز منگوانا ہو تو میرے ذریعے کمرے میں ہی منگوالینا۔“
 ”ٹھیک ہے۔۔۔ آپ فکر نہ کریں۔“

باہر نکل کر انہوں نے ایک ٹیکسی پکڑی.... اور ہوٹل بلیک برڈ پہنچے.... اس سے اتر کر وہ بے دھڑک ہوٹل میں داخل ہو گئے.... اور ایک خالی میز پر جا بیٹھے.... انہوں نے کھانے کی کچھ چیزوں کا آرڈر دیا اور اس انداز سے کھانے لگے.... جیسے بہت بھوکے ہوں اور ہوٹل میں کھانے کے لیے انہیں آنا پڑ گیا ہے.... اور کھا کر جلد از جلد جانے کے موڈ میں ہوں۔

لیکن ترچھی نظروں سے وہ پورے ہال کا جائزہ لے رہے تھے.... آخر انہوں نے دیکھ لیا کہ آس پاس کوئی خطرہ نہیں ہے.... کھانے سے فارغ ہو کر انہوں نے بل ادا کیا اور نکلنے کے انداز میں لفٹ کی طرف بڑھ گئے.... وہ دوسری منزل پر اترے اور نمبرہ 109 کے سامنے سے گزر کے آگے بڑھ گئے.... برآمدے کے آخر تک آئے... واپس مڑے اور پھر نمبرہ 109 کے سامنے سے گزر.... عین اس لمحے انہوں نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی.... وہ چونک اٹھے.... ان کے اٹھتے قدم رک گئے۔

”آجائیں انگل۔“ ایک مدہم آواز سنائی دی۔

وہ دھک سے رہ گئے۔ انہوں نے ایک لمبی چھلانگ لفٹ کی طرف لگائی.... لیکن اوندھے منہ گرے.... اب جو انہوں نے سر اوپر اٹھایا.... تو تارن سامنے کھڑا تھا....

”بہت جلد دوبارہ ملاقات کے لیے آگئے آپ لوگ.... یہ

آپ نے اچھا نہیں کیا....“

انہوں نے کوئی جواب نہ دیا.... تڑپ کر اٹھے اور اس پر چھلانگ لگا دی۔ تارن پوری طرح تیار تھا.... صاف جگ گیا.... وہ برآمدے میں دور تک چلے گئے.... واپس مڑے تو تارن پوری طرح چاق و چوبند کھڑا نظر آیا۔

”باقی ساتھیوں کو کہاں چھوڑ آئے۔“ وہ ہنسا۔

”انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی کہاں ہیں۔“ انہوں نے

سوال کا جواب دینے کے بجائے.... الٹا اس پر سوال جڑ دیا۔

”وہ بہت چالاک ثابت ہوئے.... جگ کر نکل گئے۔“

انہوں نے گہرا طمینان محسوس کیا.... پھر اس کی طرف

خوب سوچ سمجھ کر دوڑ لگائی.... وہ اپنی جگہ سے ہلاتک نہیں.... گویا

چاہتا تھا.... وہ اس سے ٹکرا جائیں.... اور ایسا ہی ہوا.... جونہی وہ اس

سے ٹکرائے.... دھڑام سے گرے.... گرا تارن بھی.... لیکن وہ

گرتے ہی اٹھ کھڑا ہوا.... جب کہ انسپکٹر کامران مرزا جوں کے توں

پڑے رہے....

”ہا ہا.... ساکت ہو گئے بے چارے انسپکٹر کامران مرزا۔“

یہ کہتے ہوئے وہ ان کے نزدیک آ گیا۔ اس وقت تک وہ اپنی طاقت

سمیٹ چکے تھے.... انہوں نے موقع کو غنیمت جانا.... دونوں پیر بلا کی

بزی سے اس کے سینے پر جڑ دیے....

وہ اچھل کر گر اور فرش پر چٹ لیٹا نظر آیا.... اس بار وہ فوراً اچھل کر کھڑا نہیں ہو سکا تھا.... انہیں بہت حیرت ہوئی.... کہ وہ اٹھا کیوں نہیں۔

”کیا ہوا.... خیر تو ہے۔“

”کچھ نہیں ہوا.... بس ذرا سانس لینے کے لیے لیٹا ہوا ہوں.... آپ نزدیک آکر جو کرنا چاہیں کر گزریں.... فی الحال میں آرام کے موڈ میں ہوں۔“

انسپیکٹر کامران مرزا کو بہت حیرت ہوئی.... کہ یہ اس نے کیا کہا.... وہ وہیں کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔

”بس! ڈر گئے مجھ سے....“ اس نے طنز یہ کہا۔

”نہیں.... تمہارے اٹھنے کا انتظار کر رہا ہوں۔“ وہ

مسکرائے۔

”اچھا.... تو یہ لیں.... میں اٹھ گیا۔“ اس نے کہا اور اچھل

کر کھڑا ہو گیا۔

”گویا تم دھوکا دینے کے موڈ میں تھے.... کیا آپ بھی دھوکا

دینا پسند کرتے ہیں مسٹر تارن۔“

”ہر گز نہیں.... سچ بات یہ ہے کہ مجھے اچانک اپنے جسم سے

جان نکلتی محسوس ہوئی تھی۔“

”اوہو اچھا۔“ انہیں حیرت کا ایک جھٹکا لگا۔

”ہاں! پتا نہیں.... کیوں.... میں خود حیران ہوں۔“

”اور کیا آپ اب بھی جان نکلتی محسوس کر رہے ہیں۔“

”نہیں.... اب میں خود کو بالکل ٹھیک محسوس کر رہا

ہوں.... آپ پھر حملہ کریں گے یا میں آؤں آپ کی طرف۔“

”میں آ رہا ہوں۔“ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

”لو کے۔“ وہ مسکرایا۔

انسپکٹر کامران مرزا نے جچے تلے انداز میں اس پر چھلانگ

لگائی... اور اس سے پوری قوت سے ٹکرائے.... لیکن اس بار وہ بہت

دورا چھل کر گرے.... اور انہیں یوں لگا جیسے جان نکلتے لگی ہے.... پھر

وہ بے ہوش ہو گئے۔

”بے ہوش ہو گیا ہے بے چارہ۔ آ جاؤ بھئی.... کھڑے

منہ کیا دیکھ رہے ہو.... اسے اسی کمرے میں لے چلو.... جس کا یہ

جائزہ لینے آیا تھا۔“

فوراً چار بیر بے نہ جانے کدھر سے نکل آئے اور انہیں اٹھا کر

سکمرہ نمبر 109 کے فرش پر لٹا دیا۔

”ہمارے لیے اور کوئی حکم سر۔“

”چو کس رہو.... اس کے باقی ساتھی بھی آئیں گے۔“

”لیکن کیا فائدہ سر.... انسپکٹر جمشید اور اس کے ساتھی تو نکل

گئے۔“

”کوئی پروانہ کرو.... انہیں بھی بلالوں گا.... وہ تو فوراً آجائیں

گئے۔“

”جی.... وہ کیسے۔“

”ہیں تو وہ انشار جہ میں ہی.... اس لیے کہ وہ ڈاکٹر ارشاد خان کے چکر میں آئے ہیں.... اور اسے تلاش کیے بغیر تو یہ لوگ جانا پسند نہیں کریں گے.... لہذا میرے ہاتھ لگ کر رہیں گے.... ابھی تم دیکھو گے.... میں انسپکٹر کامران مرزا کے باقی ساتھیوں کو کس طرح یہاں بلاتا ہوں۔“

”اوہ اوہ۔“

اب وہ بھی کمرہ نمبر 109 میں داخل ہوا.... بے ہوشی کی حالت میں انسپکٹر کامران مرزا لمبے لمبے سانس لے رہے تھے۔ اس نے ایک خاص قسم کی رسی جیب سے نکالی اور اس سے انہیں باندھ دیا.... پھر انہیں ایک انجکشن دیا.... انہوں نے آنکھیں کھول دیں....

”کیا آپ اپنے ساتھیوں کو یہاں بلانا پسند کریں گے۔“

”نہیں۔“ وہ بولے۔

”انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھیوں کو۔“

”ہرگز نہیں۔“

”آپ کی مرضی.... ورنہ میں آپ کے لیے یہ خدمت انجام

دینے کے لیے تیار ہوں۔“ اس نے منہ ہمایا۔

”یہاں آئے تو پھنس جائیں گے۔“ انہوں نے منہ بنایا۔
 ”اور اگر میں آپ سے پوچھنا چاہوں.... وہ کہاں ہیں تو؟“
 ”میں نہیں بتاؤں گا۔“
 ”کیا انہیں معلوم نہیں.... آپ کہاں ہیں۔“
 انہوں نے سوال کا جواب نہ دیا.... خاموش رہے۔
 ”بتائیں نا....“ تارن مسکرایا۔
 ”سوری! میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔“
 ”حد ہو گئی.... اس سوال کا جواب تو آپ کو دینا پڑے گا.... یا
 یہ بتادیں.... وہ کہاں ہیں۔“
 ”نہیں.... بالکل نہیں۔“
 ”او کے! انسپکٹر کامران مرزا آپ نے مجھے مجبور کر دیا....
 جب کہ میں ایسے کام کرنا پسند نہیں کرتا۔“
 ”کیسے کام۔“ وہ بولے۔
 ”یہی سختی والے کام۔“
 ”پروا نہیں.... تم اپنی سختی کو آزما دیکھو۔“
 ”آپ کے جسم کے بال تک بول پڑیں گے۔“ تارن نے
 پہلی بار غصے میں آ کر کہا۔
 یہ دیکھ کر وہ چونک اٹھے.... گویا وہ بری طرح بے چین
 تھا.... ان سب پر قابو پانے کے لیے۔

”اوہو.... کیا واقعی.... تب یہ میرے لیے بھی خوشی کی بات ہوگی اس لیے کہ میں نے آج تک اپنے بالوں کی آواز نہیں سنی۔“
 ”اب سن لینا۔“ تارن نے منہ بنایا۔

پھر اس نے اپنے ماتحتوں کو اشارہ کیا.... انہوں نے اس ہال میں نصب بڑی بڑی مشینوں میں انہیں کس دیا.... پھر تارن کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہے ہوں۔

”کیا اجازت ہے جناب۔“

”ہاں بالکل.... لیکن ابھی صرف پہلا ہٹن دبانے۔“

”یس سر۔“ ایک ماتحت نے کہا اور ہٹن دبا دیا.... ان کے چہرے کا رنگ سرخ ہونے لگا.... ان کی رگیں تن گئیں.... پھر ان کے مساموں سے پسینہ بے تحاشہ بہہ نکلا.... لیکن ان کے منہ سے ذرا سی بھی آواز نہ نکل سکی.... یہاں تک کہ تارن چلا اٹھا۔
 ”ہٹن نمبر دو دباؤ.... اس سے کچھ نہیں ہو رہا۔“

”یس سر۔“ ایک ماتحت نے کہا اور پھر دوسرا ہٹن دبایا گیا.... اس بار ان کے سر کے بال تک کھڑے ہو گئے.... لیکن انہوں نے منہ سے اب بھی کوئی لفظ نہ نکالا۔

”تیسرا ہٹن۔“ تارن چلا اٹھا۔

”پہلے چوتھے ہٹن کا انتظام کر لو۔“

”کیا مطلب؟“ اس نے چونک کر کہا۔

”عالمًا اس مشین کے تین ہی بٹن ہیں.... اگر تیسرا بٹن دبانے پر بھی تم ناکام ہو گئے تو کیا کرو گے۔ اس لیے میں نے کہا ہے.... کہ اس سے پہلے چوتھا بٹن لگوالو۔“

”کوئی ضرورت نہیں.... یہاں چار بٹنوں والی مشینیں بھی ہیں۔“

”اوہ اچھا.... بہت خوب۔“ وہ خوش ہو گئے۔

”لیکن اس کمرے کی تیسری مشین تمہارے ہوش اڑا دے گی.... البتہ اس کی باری اپنے وقت پر آئے گی۔“

”اوہ! کوئی بات نہیں۔“ وہ مسکرائے۔

تارن نے اپنے ماتحتوں کو اشارہ کیا.... انہوں نے انہیں مشین سے نکال لیا اور دوسری میں کس دیا.... اب اس کا بٹن دبایا گیا۔

اس بار ان کا تمام جسم کمان کی طرح مڑ گیا.... انہیں یوں لگا جیسے ان کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے گی۔ ایسے میں کسی نے دروازے پر دستک دی....

تارن نے چونک کر دروازہ کی طرف دیکھا.... پھر نہ جانے کیوں اس کی آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی.... وہ دروازہ کی طرف دوڑ پڑا.... بوکھلاہٹ کے عالم میں اس نے دروازہ کھولا اور باہر نکل گیا....

دروازہ زوردار انداز میں باہر سے بند کر دیا گیا۔

بیمار سوچ

”اب ہم کیا کریں۔“ شوکی نے پریشان ہو کر کہا۔
 ”یہی.... شکر اور اپنے گھر کا رخ۔“ مکھن فوراً بولا۔
 ”تم تو بس خاموش ہی رہو۔“ شوکی نے اسے گھورا۔

”تب پھر پوچھا کیوں تھا آپ نے.... اب ہم کیا کریں۔“

مکھن نے منہ ہٹایا۔

”میں نے تم سے نہیں.... ان تینوں سے پوچھا تھا۔“

”اوہ اچھا.... سنا تم تینوں نے.... بھائی جان تم سے پوچھ

رہے تھے۔“

”ہوں.... ٹھیک ہے.... ہمیں آئی جی صاحب کی مدد لینا

چاہیے.... وہ ضرور اس سلسلہ میں کچھ کام آسکیں گے۔“

”آئیے پھر چلیں۔“

وہ اس سرائے سے باہر نکلے.... جس میں چھپے ہوئے تھے...

انسپکٹر جمشید کے گھر سے نکل کر وہ سیدھے یہاں آگئے تھے اور پورے

تین دن یہیں دے رہے تھے.... تاکہ تارن کے کسی آدمی کو ان کے بارے میں کچھ پتا نہ چلے۔

آئی جی صاحب نے انہیں حیران ہو کر دیکھا، ساری بات سن کر وہ بولے۔

”لیکن تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟“

”ہمیں بھی انشارجہ جانا ہے.... اور ہماری جیبیں بالکل خالی

ہیں۔“

”اوہ.... نہیں۔“ وہ ہنس پڑے۔

”جی کیا فرمایا.... اوہ نہیں۔“

”میرا مطلب ہے.... اچھا یہ بات ہے.... خیر میں انتظام کر

دیتا ہوں.... کیا تم اپنے اصل حلیوں میں جانا پسند کرو گے۔“

”اس طرح ہمیں کون جانے دے گا۔“

”ٹھیک ہے.... میک اپ کر لو.... میں کاغذات تیار کر ادیتا

ہوں.... پھر جہاز پر سوار کر ادوں گا۔“

”جی شکریہ.... یہ ہوئی ثبات۔“

”لیکن تم وہاں جا کر بھلا کیا کر سکو گے.... جب دوسری

پارٹیاں تارن کے مقابلے میں صفر ثابت ہوئی ہیں اب تک۔“

”جو ہو سکا.... کریں گے۔“

”خیر خیر....“

اس طرح وہ بھی انشارجہ پہنچے پہلے انہیں بھی ایک دوست ریاست میں بھیجا گیا تھا.... وہاں سے ریاست کے حکمران نے انہیں انشارجہ کے جہاز پر سوار کرایا اور انشارجہ میں اپنے ہوٹل میں ایک کمرہ بھی ان کے نام بک کر دیا.... وہ ان انتظامات سے بہت مطمئن ہوئے.... ہوٹل کا نام سیون شار تھا.... اس کے کمرے میں پہنچ کر انہوں نے سکون کا سانس لیا.... ایک دن تک وہ کمرے سے باہر نہ نکلے.... جب انہوں نے محسوس کر لیا کہ کوئی ان کی نگرانی نہیں کر رہا.... تو انہوں نے ہوٹل بلیک برڈ جانے کی ٹھانی.... ایسے میں شوکی نے کہا۔

”میرا خیال ہے.... پہلے میں بلیک برڈ فون کر کے معلوم کر لوں.... ان کے فرضی نام تو ہمیں معلوم ہی ہیں.... اور کمرے کا نمبر بھی۔“

”یہ ٹھیک رہے گا.... لیکن بہتر ہو گا کہ آپ ہوٹل سے فون نہ کریں.... باہر نکل کر پبلک فون بوتھ سے فون کریں۔“

”اوکے.... تم لوگ یہیں ٹھہرو.... میں فون کر کے واپس آؤں گا۔“

”ٹھیک ہے۔“ وہ ایک ساتھ بولے۔

شوکی نکل گیا.... دس منٹ بعد اس کی واپسی ہوئی.... اس کا چہرہ ستا ہوا تھا....

”دونوں پارٹیاں وہاں نہیں ہیں.... اس کا مطلب ہے.... یا تو وہ تارن کے ہتھ چڑھ چکی ہیں.... یا پھر اس کی گرفت سے نکل کر انشارجہ میں گم ہو گئی ہیں.... اور اگر وہ انشارجہ کے ہجوم میں گم ہو گئے ہیں تو یہ ہمارے لیے بہت افسوس ناک بات ہوگی.... مطلب یہ کہ ہم اب انہیں کس طرح تلاش کر سکیں گے۔“ شوکی نے جلدی جلدی کہا۔

”ہمیں انہیں تلاش کرنے کی ضرورت کیا ہے.... ہم ان کے بغیر اپنا کام کیوں نہ کریں.... ہمیں اب پروفیسر ارشاد خان تک پہنچنا ہے....“

”اور ہم نہیں جانتے.... وہ ہمیں کہاں ملے گا.... شاید انشارجہ میں کوئی بھی نہیں جانتا.... یہ بات صرف اور صرف مسٹر تارن جانتے ہیں۔“

”اور تارن سے بھلا ہم کس طرح معلوم کر سکتے ہیں.... تارن سے تو دونوں بڑی پارٹیاں معلوم نہیں کر سکیں۔“ اشفاق نے کہا۔

”یہ ایک بیمار سوچ ہے۔“ رفعت نے برا سامنہ بنایا۔

”کیا کہا.... بیمار سوچ۔“ اشفاق نے جھلا کر کہا۔

”ہاں! بیمار سوچ....“

”وہ کیسے؟“

”یہ ضروری نہیں.... کہ اگر دونوں بڑی پارٹیاں تارن سے کچھ معلوم نہ کر سکیں تو ہم بھی معلوم نہ کر سکیں.... ہم اپنے طریقے پر اس سے مل سکتے ہیں۔“

”اور وہ کیسے۔“ شوکی چونکا۔

”براہ راست.... ہمیں خفیہ پولیس کے دفتر جا کر ان کے بارے میں پوچھنا چاہیے.... آخر وہ خفیہ پولیس کا چیف ہے۔“

غلط.... وہ خفیہ پولیس کا چیف نہیں ہے.... وہ تو نہ جانے کس کس کا خفیہ چیف ہے.... لیکن بہر حال.... شاید ہمیں اس کا پتا چل جائے۔“

”آؤ پھر چلیں۔“

وہ باہر نکل کر ایک بڑی ٹیکسی میں بیٹھے....

”ہمیں خفیہ پولیس کے دفتر پہنچادیں۔“

”کیا مطلب!“ ڈرائیور چونکا۔

”اس میں چونکنے کی کیا بات ہے۔“

”وہاں کوئی نہیں جاسکتا.... سرکاری افسر تک نہیں جاسکتے..

صرف وہ لوگ جاسکتے ہیں.... جن کے پاس مسٹر تارن کا لکھا ہوا

اجازت نامہ ہو۔“

”آپ ہمیں عمارت کے سامنے تو اتار سکتے ہیں نا۔“

”ہاں ضرور.... کیوں نہیں، لیکن آپ وہاں جا کر کریں گے

”کیا.... آپ اجنبی لگتے ہیں۔ کیا سیاح ہیں آپ۔“
 ”ایسا ہی سمجھ لیں۔“

”مجھے کیا.... میں دفتر کے سامنے اتار دیتا ہوں۔“
 ”اتنا ہی کافی ہے۔“ شوکی مسکرایا۔ خفیہ پولیس کے دفتر کے
 سامنے وہ ٹیکسی سے اترے.... یہ ایک بہت بڑا دفتر تھا.... دروازے پر
 مسلح سپرے دار کھڑے تھے۔

”بھائی جان.... مم.... میرا تو دل بیٹھا جا رہا ہے۔“ اخلاق
 نے کانپ کر کہا۔

”تب پھر تم واپس ہو ٹل چلے جاؤ....“ اس نے منہ بتایا۔

”اب یہ بھی نہیں ہو سکتا۔“

”آجاؤ پھر.... جب اوکھلی میں سر دیا تو موسلوں کا کیا ڈر۔“

”جو ننھی وہ گیٹ کے سامنے ہوئے.... رائفٹیں ان کی طرف

تن گئیں....

”کیا مرنے کا شوق چرایا ہے۔“

”ارے! آپ کو کیسے معلوم ہو گئی یہ بات۔“ آفتاب فوراً

بولا.... باقی مسکرائے۔

”کک.... کون سی بات؟“ سپریدار نے چونک کر پوچھا۔

”یہ کہ ہمیں مرنے کا شوق چرایا ہے۔“

”کیا بجواس ہے۔“

”یہ تو آپ کی اپنی بات ہے جناب.... اب ہمیں کیا معلوم...“

یہ بھو اس ہے یا کیا ہے۔“

”تم لوگوں کے دماغ تو نہیں چل گئے۔“

”نہیں تو.... یہ ہو آئی کسی دشمن نے اڑائی ہو گی۔“

”حد ہو گئی.... ارے بھائی تم کون ہو۔“ ایک پرے دار

نے گویا تنگ آ کر کہا۔

”کیا آپ ہمیں سیاح نہیں سمجھ سکتے۔“

”چلو سمجھ لیا.... تو پھر۔“

”ہمیں مسٹر تارن سے ملو ادیں۔“

”اے.... چلو بھاگو.... خبردار.... جو ان کا نام تک لیا.... وہ

بہت مصروف آدمی ہیں۔ تم جیسے بھک منگوں سے ملنے کے لیے ان

کے پاس وقت نہیں۔“

”تو وہ اندر ہیں.... ہم یہیں بیٹھ جاتے ہیں.... جب وہ باہر

نکلے گے.... تب پھر مل لیں گے۔“

”لو ہو.... پاگل.... وہ یہاں نہیں.... کمرہ امتحان میں ہیں۔“

”یہ کہاں ہے بڑے بھائی۔“

”اگر مرنے کا اتنا ہی شوق ہے.... تو اس عمارت کے پچھلی

طرف چلے جاؤ.... سبز رنگ کی عمارت ہے۔“

”شکر یہ.... کیا آپ پروفیسر ارشاد خان کو جانتے ہیں۔“

”یہ کون ہے.... ہم تو جانتے نہیں.... کیا تم مسلمان ہو۔“

اس نے چونک کر پوچھا۔

”اللہ کا شکر ہے۔“

”تم نے بتایا نہیں....“ اس نے الجھن کے عالم میں کہا۔

”کیا نہیں بتایا۔“

”کیا تم مسلمان ہو۔“

”اس سوال کے جواب میں میں نے کہا تھا.... اللہ کا شکر

ہے.... یعنی ہم مسلمان ہیں.... اور اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرتے

ہیں۔“

”تب تو آجاؤ.... اندر۔“ انہوں نے رائفلیں تان لیں۔

”ہائیں.... یہ کیا بات ہوئی.... اب خود اندر بلارہے ہیں۔“

”میں مسٹر تارن کی ہدایات بھول گیا تھا۔“

”اوہو.... اچھا.... تو یاد آگئیں تمہیں ان کی ہدایات۔“ شوکی

نے دانت نکال دیے۔

”ہاں آگئیں.... تم اندر چلو۔“

”آپ ہمیں وہیں کیوں نہیں جانے دیتے.... یعنی مسٹر

تارن کے پاس۔“

”پہلے پیغام پہنچایا جائے گا.... پھر جو وہ کہیں گے.... کریں

گے۔“

”چلیں پھر کریں.... جو کرنا ہے۔“

”ہاتھ اوپر اٹھا دو.... اور اندر چلو.... جو نہی تم کوئی حرکت کرو گے.... ہم گولی مار دیں گے۔“ ایک نے غرا کر کہا۔

”ہاہاہاہ۔“ شوکی ہنسا۔

”یہ ہنسی کیوں؟“

”ہم جانتے ہیں.... تم ہمیں ہر گز گولی نہیں مار سکتے.... اس لیے کہ مسٹر تارن ہمیں آزاد دیکھنا پسند کرتے ہیں.... ہمارے پرانے دوست ہیں۔“

”بھواس۔“ دوسرے نے منہ بتایا۔

”جب ہماری ان سے ملاقات ہوگی.... دیکھ ہی لو گے۔“

شوکی نے منہ بتایا۔

ایک کمرے کے سامنے رکتے ہوئے انہوں نے کہا۔

”بس تم جاؤ.... تمہاری منزل سامنے ہے۔“

یہ کہہ کر اس نے دروازہ کھول دیا.... اور انہیں اندر دھکا دے دیا... پھر خود بھی اندر آگئے اور لگے انہیں رسیوں سے باندھنے.. جب باندھ چکے تو ایک اندرونی دروازہ کھولا گیا اور انہیں اس کمرے میں پہنچا دیا گیا.... کمرے میں گھپ اندھیرا تھا.... ان کے گرتے ہی گھپ اندھیرے میں ایک آواز ابھری۔

نن نیچے

”باہر کون ہے۔“ تنگم جمشید نے دروازے پر آ کر کہا۔
 ”اب آپ دونوں کے بچے کا کوئی امکان نہیں ہے.... پورے
 محلے پر اس وقت ہمارا کنٹرول ہے۔“
 ”آپ چاہتے کیا ہیں؟“ انہوں نے جھلا کر پوچھا۔
 ”بہت اچھی بات....“
 ”اور وہ کیا؟“
 ”آپ کو وہاں لے جانا چاہتے ہیں.... جہاں آپ کے خاوند
 اور دوسرے لوگ قید ہیں... وہ لوگ آپ کے بغیر بہت ادا اس ہیں۔“
 ”کیا واقعی۔“
 ”ہاں! آپ چل کر دیکھ ہی لیں گے۔“
 ”اور اگر ہم نہ جانا چاہیں۔“
 ”تب پھر آپ کو زبردستی لے جائیں گے ہم۔“
 ”لیکن اس میں میری پڑوسن کیا قصور.... ان کا تو اس
 معاملے سے ذرا سا بھی تعلق نہیں۔“

”اب انہیں بھی جانا ہوگا.... اس لیے کہ ہم نہیں چاہتے....“

یہاں کوئی کسی کو کچھ بتانے کے لئے رہ جائے۔“

”اچھی بات ہے.... میں دروازہ کھول رہی ہوں۔“

”کوئی چال چلنے کی کوشش کی تو آپ اپنے خاوند اور چچوں سے

اس قدر دور ہو جائیں گی.... پھر شاید ہی انہیں دیکھ سکیں۔“

”اللہ مالک ہے۔“

”اس کا مطلب ہے۔ آپ شرارت ضرور کریں گی۔“

”اس بارے میں ابھی میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔“

”تو جلدی فیصلہ کر لیں.... ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے

مسٹر تارن کا حکم ہے کہ آپ کو جلد از جلد ان تک پہنچا دیا جائے۔“

”اچھی بات ہے.... آپ کم از کم پانچ منٹ دے دیں۔“

”چلئے.... لے لیں.... آپ بھی کیا یاد کریں گی.... لیکن یہ

یاد رکھیں.... کسی کو فون نہ کریں.... موبائل پر بھی بات کرنے کی

کوشش نہ کریں.... ورنہ ہم یہاں سے رخصت ہو جائیں گے اور آپ

ساری زندگی انہیں ڈھونڈتی رہیں گی۔“

”اس قدر خوفناک باتیں نہ کریں۔“

”ان سے ملاقات کرنا چاہتی ہیں۔“

”ہاں! بالکل۔“

”تب آپ کو ہمارے ساتھ چلنا پڑے گا.... خوش خوش

چلیں گی تو اس میں آپ کو بھی آسانی ہے.... ہمیں بھی.... ورنہ دونوں
فریق مشکل میں رہیں گے۔“

”ان کی مجھے ایک ہدایت ہے....“ وہ کھوئے کھوئے انداز
میں بولیں۔

”اور وہ کیا؟“

”یہ کہ جب وہ کسی مہم پر نکلے ہوئے ہوں تو میں گھر چھوڑ کر
نہیں نہ جاؤں.... چاہے کوئی کچھ کہے.... چاہے یہاں تک کہے کہ ہم
نے آپ کو بلایا ہے.... تب بھی نہ آئیں.... اب آپ بتائیں، میں ان کی
ہدایت پر عمل کروں یا آپ کے ساتھ چلوں۔“

”یہ سوچنا اور فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے.... ہمارا نہیں۔“

”اچھا تو میں انکار کرتی ہوں۔“

”انکار کرتی ہوں.... کس بات سے۔“

”آپ کے ساتھ جانے سے۔“

”اوہ اچھا.... تو پھر یہ لیں۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے جیب سے ایک رومال نکال کر
لہرا دیا.... وہ تڑ سے گریں اور ساکت ہو گئیں.... ہوش آیا تو ایک
کمرے کے چکنے فرش پر پڑی تھیں.... انہوں نے خیال کیا.... ابھی
ابھی بے ہوش ہوئی تھیں.... شاید اپنے ہی گھر کے فرش ہوں....
لیکن کمرے کا جائزہ لیا تو اس کی دیواریں اجنبی محسوس ہوئیں.... جلد

ہی وہ سوچنے کے قابل ہو گئیں.... اٹھ کر دروازے کی طرف مڑیں.. -
اور بے تحاشہ دروازہ دھڑ دھڑانے لگیں۔

”یہ.... یہ کیا ہو رہا ہے۔“ انہوں نے پیغم شیرازی کی آواز
سنی.... مڑ کر دیکھا تو ایک طرف فرش پر وہ بھی پڑی نظر آئیں۔

”اوہ.... تو یہ لوگ آپ کو بھی لے ہی آئے۔“

”کلب.... کون لوگ.... یہ سب کیا ہے۔“

”صبر کریں.... ہم شاید دشمنوں کی قید میں ہیں.... اسی لیے
میں دروازہ پیٹ رہی ہوں کہ کوئی آکر ہمیں کچھ تو بتائے۔“

یہ کہہ کر وہ پھر دروازہ دھڑ دھڑانے لگیں.... آخر دروازہ
کھل گیا اور کسی نے سخت آواز میں کہا۔

”کیا ہے.... کیوں شور مچا رہی ہو۔“

”ہم کہاں ہیں۔“

”تارن کے ملک میں۔“ جواب دیا گیا۔

”نن نہیں.... ابھی تھوڑی دیر پہلے تو میں بے ہوش ہوئی

تھی اور اس وقت اپنے ملک میں تھی۔“ وہ بولیں۔

”کیا کہا.... تھوڑی دیر پہلے۔“ وہ ہنسا۔

”ہاں! کیوں....“ انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

”تھوڑی دیر پہلے تاریخ کیا تھی بھلا۔“

”آٹھ۔“ انہوں نے کہا۔

”اب اپنی گھڑی دیکھو۔“ اس نے کہا۔

انہوں نے گھڑی پر نظر ڈالی.... وہاں گیارہ تاریخ نظر آئی۔
”ارے باپ رے.... تو کیا ہم تین دن تک بے ہوش رہے ہیں۔“

”ہاں بالکل۔“

”اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ ہم ان تین دن تک مسلسل بے ہوش رہے ہیں۔“

”ٹھیک سمجھیں۔“ وہ مسکرایا۔

”لیکن کھائے پیئے بغیر تین دن گزر گئے.... ہم میں تو اٹھنے کی ہمت بھی نہیں ہونی چاہیے تھی.... جب کہ میں بالکل کمزوری محسوس نہیں کر رہی ہوں۔“

”ایسی بات نہیں.... آپ کو انجکشن کے ذریعے خوراک دی گئی ہے۔“

”اوہ.... اوہ.... میرا خاوند اور بچے اور ان کے ساتھ کہاں ہیں۔“

”انہیں ایک جگہ جمع کیا جا رہا ہے.... جو نئی وہ جمع ہوئے.... آپ لوگوں کو اندھی وادی میں پھنک دیں گے.... اور اس کے بعد قصہ ختم۔“

”کیا کہا.... ہمیں اندھی وادی میں پھنک دیں گے.... لیکن

مسٹر تارن کا کہنا تو یہ ہے کہ انہیں ہمارے بغیر ہمارے ملک میں کوئی مہم انجام دیتے ہوئے مزا نہیں آتا۔ پھر انہیں مزا کیسے آیا کرے گا۔
 ”یہ ان کا ذاتی خیال تھا.... لیکن اب اوپر کا حکم یہ ہے کہ اگر آپ لوگوں کو راستے سے نہ ہٹایا گیا.... تو آپ ارشاد خان تک پہنچ سکتے ہیں.... جب کہ ہم ایسا نہیں چاہتے۔“

”آخر یہ ارشاد خان کیا چیز ہے۔“

”یہ سوال آپ مسٹر تارن سے کیجئے گا.... ہمیں ایسی باتیں کہاں معلوم ہیں بھلا؟“

”ارے... اب کچھ کھانے کو تو دو نا جھنسی.... انجکشن والے کھانے سے بھوک ختم نہیں ہوتی صرف کمزوری ختم ہوتی ہے۔“
 ”ابھی لا دیتے ہیں کھانا.... لیکن اب آپ شور نہیں مچائیں گی۔“ اس نے کہا۔

”چلو منظور ہے.... لیکن شرط ایک ہے۔“

”اور وہ کیا۔“

”کھانے میں گوشت نہ ہو.... صرف دال ہو یا سبزی ہو....

یا انڈے ہوں۔“

”کیوں.... گوشت کیوں نہ ہو؟“

”تم لوگ تو نہ جانے کس کس چیز کے گوشت کھا جاتے ہو..

ان جانوروں کے تو میں نام تک نہیں لے سکتی... بہت گھن آتی ہے۔“

”اوہ میں سمجھا.... آپ شاید سُر کی بات کر رہی ہیں....“
 ”صرف سُر کی ہی نہیں.... کلک....“ وہ کہتے کہتے رک
 گئیں.... انہیں ابکائی آگئی۔

”اوہ ہاں.... آپ کتوں کی بات کر رہی ہیں.... بالکل ٹھیک
 ہم کہتے بھی تو کھاتے ہیں۔“

”توبہ توبہ.... جاؤ.... ایسی گھناؤنی باتیں نہ کرو۔“

وہ ہنستا ہوا چلا گیا.... جلد ہی ان کے لیے کھانا آ گیا.... کھانا
 واقعی ان کی مرضی کے عین مطابق تھا... بلکہ ان کے دین کے عین
 مطابق تھا.... لیکن اس کھانے کو کھانے کے فوراً بعد انہیں حد درجے
 گہری نیند نے آدو چا.... دونوں بے سدھ پڑی تھیں.... انہیں قید
 کرنے والے یہ دیکھ کر مسکرائے.... پھر کئی آدمی کمرے میں گھس
 آئے اور انہیں اٹھا کر ایک گاڑی پر سوار کیا گیا۔ گاڑی سے انہیں ہیلی
 کاپٹر تک لایا گیا.... تین گھنٹے کے سفر کے بعد ہیلی کاپٹر ایک جگہ فضا
 میں رک گیا....

”تم دونوں کوری کی سیڑھی کے ذریعے نیچے اترتا ہے۔“

”نن.... نیچے....“ دونوں ایک ساتھ بولیں.... انہوں نے

نیچے جھانک کر بھی دیکھا۔

”ہاں نیچے۔“ کہا گیا۔

”لیکن نیچے تو زمین نظر ہی نہیں آرہی۔“

”زمین بہت زیادہ نیچے ہے.... رسی کی سٹرھی بہر حال وہاں تک جائے گی.... تم فکر نہ کرو۔“

”لیکن تم ہمیں وہاں کیوں پہنچانا چاہتے ہو؟“

”اس وادی میں ہم نے دنیا کے بہترین کوہ پیما.... مہم جو اور انجینئر اور سائنس دان اتارے تھے.... انہیں دس دن کی خوراک دی گئی تھی.... اور کہا گیا تھا.... دس دن کے اندر اندر اگر اس وادی سے نکل آئے تو ٹھیک.... ورنہ وہیں ایزیاں رگڑ رگڑ کر مرنا ہوگا....“

”کیا مطلب؟“ دونوں پوچھیں۔

”مطلب تو آپ سمجھ گئی ہیں۔“

”مطلب یہ کہ ہمیں بھی دس دن کی خوراک دی جائے گی۔“

”ہاں.... اگر آپ دس دن میں اس وادی سے نکل آئیں تو آپ سب کو ارشاد خان سمیت آپ کے ملک بھیج دیا جائے گا.... نہ نکل سکیں تو یہ وادی تم لوگوں کا قبرستان ثابت ہو جائے گی۔“

”نہن.... نہیں.... آپ مہربانی فرما کر ایسی خوفناک باتیں تو

نہ کریں۔“

”اب ہم ان سے کم خوفناک باتیں کہاں سے لائیں۔“

پالٹ ہنسا۔

انہوں نے چونک کر پالٹ کی طرف دیکھا۔

”کیا بات ہے... مجھے بہت حیران ہو کر دیکھ رہی ہیں آپ۔“

”یہ جملہ آپ نے کیسے کہہ دیا.... اس قسم کے جملے تو بس ہم

کہا کرتے ہیں.... کیا آپ کبھی ہماری صحبت میں رہے ہیں۔“

”نہیں.... میں اپنے ملک سے کبھی باہر نہیں گیا.... اور نہ

جانے کا ارادہ ہے۔“

”ہمارے باقی ساتھی کہاں ہیں۔“

”آپ کو شاید بتا دیا گیا تھا.... مسٹر تارن ان سب کو ایک جگہ

جمع کرنے کی کوشش میں ہیں.... بہر حال انہیں بھی یہاں لا کر نیچے

اتار دیا جائے گا۔“

”اوہ اوہ.... اور آپ کا خیال ہے.... ہم اس وادی سے نہیں

نکل سکیں گے۔“

”نہیں۔“ وہ ہولا۔

”کیا پروفیسر ارشاد خان کو بھی ہمارے ساتھ اس وادی میں

اتارا جائے گا۔“

”ارے نہیں.... ویسے اس بارے میں مسٹر تارن زیادہ

جانتے ہیں.... ہم تو جانتے تک نہیں کہ یہ پروفیسر ارشاد ہے کون..“

”اچھا شکریہ.... سیڑھی لٹکا دیں.... ہم اتر جاتی ہیں۔“

”کیا ہی اچھا ہوتا.... آپ دونوں کو یہاں سے دھکا دینے کا

حکم ہوتا۔“

”گویا تم ہمیں دھکادے کر خوشی محسوس کرتے۔“

”بے تحاشا۔“

”تب پھر آپ میری ایک بات سن لیں.... لیکن بات کان میں بتانے والی ہے۔“ تنگم جمشید مسکرائیں۔

”ہاں! کہیے....“ وہ نزدیک آگیا۔

تنگم جمشید نے آؤدیکھانہ تاؤ.... اسے ایک زوردار دھکادے دیا۔ وہ اچھلا اور نیچے کی طرف گرتا نظر آیا.... ساتھ ہی انہوں نے اس کی بلند ترین چیخ سنی۔

”یہ.... یہ کیا کیا۔“ اس کے ساتھی چلائے۔

”اگر وہ ہمیں دھکادے کر خوشی محسوس کر سکتا تھا تو پھر ہم

بھی اسے دھکادے کر خوشی محسوس کر سکتے ہیں۔“

”اف مالک.... اب کیا ہوگا.... ہمیں تو ہیلی کاپٹر اڑانا آتا بھی

نہیں....“ ان میں سے ایک نے کانپ کر کہا۔

”مسٹر تارن سے فوراً رابطہ کرو.... دوسرا ہیلی کاپٹر بھیج

دیں.... ہم اس پر سوار ہو جائیں گے۔ یادہ ایک پائلٹ اس ہیلی کاپٹر

کے لیے بھی بھیج دیں۔“

”لیکن پائلٹ کا کیا ہوگا۔“

”ان کی تو ہڈیاں تک بکھر گئیں....“

”تب پھر ان دونوں کے ساتھ بھی ہم یہی کریں گے....“

انہیں رسی کی سیڑھی میا نہیں کریں گے۔ ”ایک چیخا۔

”لیکن مسٹر تارن کے حکم کا کیا کریں۔“

”ہم کہہ دیں گے.... ان دونوں نے دیوانگی میں آ کر پہلے

پالٹ کودھکا دیا.... پھر خود نیچے چھلانگ لگا گئیں....“

”تم بے وقوف ہو۔“ ایسے میں انہوں نے ہجم جشید کی سرد

آواز سنی۔

وہ چونک کر ان کی طرف مڑے اور انہیں اپنی طرف پستول

تانے دیکھا۔

☆....☆....☆

دوسرا راسخا

”ارے.... یہ کیسی آواز تھی.... فرش پر کیا چیز گرائی گئی ہے

بھلا۔“

یہ آواز آفتاب کی تھی.... شوکی برادرز آفتاب کی آواز سن کر خوش ہو گئے۔

”بہت خوب! تو یہ آپ ہیں۔“

”ہائیں! شوکی بھائی کی آواز.... وہ بھی اس قدر اندھیرے

میں.... حیرت ہے۔“ آفتاب چمکا۔

”کیوں.... کیا اندھیرے میں آواز سنائی نہیں دیتی؟“ مکھن

نے حیران ہو کر پوچھا۔

”سنائی تو دیتی ہے.... لیکن ذرا کالی کالی سنائی دیتی ہے۔“

آفتاب ہنسا۔

”حد ہو گئی.... اب آوازیں بھی کالی کالی سنائی دینے لگیں....

آگے چل کر نہ جانے کیا ہو گا۔“ شوکی جل گیا۔

”یہاں اس سرے میں آگے چلنے کی جگہ کہاں ہے بڑے

بھائی۔ ”آصف کی آواز لبرائی۔

”اس کا مطلب ہے.... آپ سب یہاں موجود ہیں۔“ شوکی نے کہا۔

”پتا نہیں.... یہاں کون کون ہے.... اور کون کون نہیں۔“

”ارے تو حاضری لگالیں نا.... سکول کے بچوں کی طرح۔“ شوکی نے فوارا کہا۔

”اوہ ہاں! یہ ٹھیک رہے گا.... کیا آپ پانچوں پورے ہیں۔“

”نا مکمل تو خیر کبھی بھی نہیں تھے۔“ مکھن نے کہا۔

”دھت تیرے کی.... ارے بھائی.... مطلب ہے کہ کیا آپ پانچوں موجود ہیں۔“

”اندھیرے میں یہ بات کس طرح کہی جاسکتی ہے.... جب

کہ میں نے ابھی اشفاق، اخلاق اور رفعت کی آوازیں نہیں سنی۔“

”ہم موجود ہیں۔“

”لوہ.... اوہ.... خیر.... اور آفتاب، آصف.... آپ میں سے

کون کون موجود ہیں، انکل.... کیا آپ ہیں۔“

”اور نہیں تو کیا۔“ وہ بولے۔

”بس تو پھر یہ تینوں بھی ہیں۔“ فرحت نے فوراً کہا۔

”انکل جمشید.... آپ کمرے کے کس کونے میں ہیں۔“

ان کی طرف سے جواب نہ ملا۔

”اس کا مطلب ہے.... پہلی پارٹی پوری کی پوری یہاں نہیں

ہے۔“

”یہی کہا جاسکتا ہے۔“

”حد ہو گئی.... ان کے بغیر کیا خاک مزا آئے گا۔“ شوکی نے

کہا۔

”اے.... خبردار.... محمود کی عدم موجودگی میں محمود کے
تکلیف کلام پر ہاتھ صاف نہ کرو۔“

”اب میں یہاں تو لیہ کہاں سے لاؤں۔“

”حد ہو گئی.... تو ایسے تک جانچے۔“ منور علی خان نے جھلا

کر کہا۔

”آہا.... آپ کو تو ہم بھول ہی گئے تھے....“

”اسی لیے میں نے یاد کرادیا ہے۔“ وہ ہنسے۔

”کیا یاد کرادیا۔“

”اپنا آپ.... یعنی یہ بتادیا ہے کہ ہم بھی تو پڑے ہیں راہوں

میں۔“ انہوں نے گنگنا کر کہا۔

”لیکن انکل جمشید یہاں کیوں نہیں ہیں۔“

”وہ ان کے ہاتھ سے نکل گئے.... لیکن اب ہمارے ذریعے“

تارن انہیں بھی پکڑ لے گا۔“

”اس کا مطلب ہے.... ہم ایک بار پھر پھنس گئے اور ارشاد

خان تک نہیں پہنچ سکے۔“

”بس کیا کیا جائے.... مجبوری ہے۔“

اچانک دروازہ کھلا.... لیکن دروازہ کھلنے پر بھی انہیں روشنی نظر نہ آئی البتہ دھم دھم کر کے کچھ گرنے کی آوازیں سنائی دیں۔

”یہ.... یہ.... یہ کیا کر رہا ہے۔“ مکھن کانپ گیا۔

”شاید.... بھوت گر رہے ہیں۔“ آفتاب نے کہا۔

”کیا کہا.... بھوت گر رہے ہیں.... بھوت بھی کہیں گرتے ہیں۔“ آصف چیخا۔

”تت.... تو پھر.... بھوت کیا کیا کرتے ہیں۔“

”وہ.... وہ تو اونچا اڑا کرتے ہیں۔“

”جتنا کوئی اونچا اڑے گا.... اتنا ہی جلد وہ اس اونچائی سے زمین پر آئے گا۔“ انسپکٹر کامران مرزا کی آواز سنائی دی۔

”آپ کی آواز سن کر کچھ حوصلہ سا پیدا ہوتا ہے۔“ آصف

بولے۔

”خدا کا شکر ہے۔“ شوکی نے کہا۔

”کس بات پر شکر ادا کیا۔“

”اس بات پر کہ انگل کی آواز سن کر حوصلہ سا پیدا ہوتا

ہے.... ہمارا بھی یہی حال ہے۔“ شوکی نے کہا۔

”ارے بھائی.... پہلے گرنے والی چیزوں کو تو دیکھ لو۔“ منور

علی خان نے ہانک لگائی۔

”حد ہو گئی.... ہم تو بھول ہی گئے....“

انہوں نے فرش پر ٹٹولنا شروع کیا.... پھر مکھن کی کانپتی

آواز سنائی دی....

”ارے باپ رے.... یہ تو انسانی جسم ہیں۔“

”کیا!!!“ وہ چلائے۔

اور جلدی جلدی ٹٹولنے لگے.... آخر انسپکٹر کامران مرزا نے

کہا۔

”یہ ضرور انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی ہیں اور بے ہوش

ہیں۔“

”گویا سب ایک جگہ جمع ہو گئے ایک بار پھر۔“

”آخر آہستہ آہستہ وہ بھی ہوش میں آ گئے.... کمرے میں

بدستور اندھیرا تھا۔

”تو آپ بھی آ گئے۔“ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

”آتے نہ تو کیا کرتے.... انہوں نے فی وی اور ریڈیو پر

اعلانات کرائے تھے کہ انسپکٹر جمشید اور دوسرے ساتھی بھی خود کی

گرفتاری پیش کر دیں.... تاکہ انہیں ان کے ساتھیوں کے پاس پہنچا

دیا جائے.... ان کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ان کی ساتھی....

دونوں پارٹیاں ہمارے قبضے میں ہیں.... بلکہ انسپکٹر جمشید کی بیگم اور ان

کی پڑوسن پیغم شيرازی بھی ہماری قيد ميں هيں....“

”نن نهیں۔“ انسپکٹر کامران مرزانے پر خوف آواز ميں کہا۔

”مير اخیال هے.... تارن جھوٹ نهیں بول سکتا.... وه

ضرور ان دونوں کو بھی يهاں لے آیا هے.... تاکه همیں قابو ميں رکھ

سکے۔“

”ليکين آخر.... وه هم سے خوف زدہ کيوں هے.... هم يهاں

اس کا کيا نگار لیں گے بھلا.... ساری طاقت تو اس کے هاتھ ميں هے۔“

”بس وه چاهتا هے.... هم پروفيسر ارشاد خان تک نه پہنچ

سکيں۔“

عين اس وقت کمره روشن هو گیا....

”تو آپ سب اب هوش ميں هيں۔“ انہوں نے تارن کی

آواز سنی۔

”کيا کيا جائے.... مجبوري هے۔“ آفتاب بولا۔

”حد هو گئی.... اس ميں مجبوري کيا بھلا کيا بات هے۔“

”تھکل آرنا.... آخر آپ هم سے چاهتے کيا هيں۔“ فاروق

نے منہ بتایا۔

”يہ کيا کہا تم نے.... تھکل آرنا... يہ کيا هوتا هے۔“

”جی.... بس.... کيا بتاؤں.... ميری زبان پھسل کر کهيں کی

کهيں جا پہنچتی هے۔“

”تم کچھ دیر خاموش نہیں رہ سکتے۔“ انسپکٹر جمشید نے جل
بھن کر کہا۔

”جی ہاں.... رہنے کو بھلا کیوں نہیں رہ سکتا۔“

”تو پھر خاموش رہو۔“ وہ غرائے۔

فاروق مسکرا کر خاموش ہو گیا.... وہ ان کے مصنوعی انداز
کو اچھی طرح سمجھتا تھا....

”ہاں تو مسٹر تارن.... اوہ سوری تارن.... آپ کیا کہہ رہے
تھے بھلا۔“

”نیگم جمشید اور شیرازی نیگم ہمارے قبضے میں ہیں.... انہیں
اس قلعے کی دوسری طرف جو وادی ہے.... گہری ترین وادی.... اس
میں چھوڑ دیا گیا ہے.... اس وادی سے آج تک کوئی زندہ لوہر نہیں
آیا.... ہمیں خود نہیں معلوم نیچے کیا ہے....“
”اوہ.... نہیں۔“ ان کے منہ سے نکلا۔

”اب تم لوگ وہاں جانے کے لیے بے چھین ہو گئے ہو
گے.... یہی بات ہے نا۔“

”وہ چکر اکر رہ گئے.... وہ تو جلد از جلد پروفیسر ارشاد خان
تک پہنچ جانا چاہ رہے تھے.... لیکن تارن ان کی منزل دور سے دور کرتا
چلا جا رہا تھا۔

”کیا ہوا.... ڈر گئے۔“

”نہیں.... ابھی ڈرے نہیں.... ڈرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔“ آفتاب بولا۔

”حد ہو گئی.... دماغ تو نہیں چل گیا تمہارا۔“
 ”ابھی نہیں چلا.... امید ہے چل جائے گا۔“ مکھن نے کہا۔
 ”یہ میرے ساتھ زیادتی ہے لبا جان۔“ فاروق جھلا اٹھا۔
 ”اوہ ہاں.... واقعی.... اچھا تم بھی بات کر سکتے ہو۔“
 ”شکر یہ! اس اجازت کا....“ اس نے فوراً کہا۔
 ”خاموش.... تم لوگ نہیں جانتے.... ہم کن حالات کا شکار ہیں۔“ انسپکٹر کامران مرزا سرد آواز میں بولے۔
 ”تو بتا دیجئے آپ کن حالات کا شکار ہیں۔“
 ”تارن ہمارے تمام راستے بند کر چکا ہے.... سونے پر سہاگہ یہ کہ ہماری دو عورتیں بھی یہاں لے آیا ہے.... اب ہمیں حد درجے سنجیدگی اختیار کرنا ہوگی۔“
 ”آپ کہتے ہیں تو کر لیتے ہیں سنجیدگی اختیار۔“ آصف نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

”سوال یہ ہے کہ ہمارے سامنے اب کون سا راستہ ہے۔“
 ”مسٹر تارن بتائیں گے۔“ فرزانہ نے فوراً کہا۔
 ”انسپکٹر جمشید آپ کی بیٹی نے بالکل ٹھیک کہا.... آپ لوگوں کے لیے پہلا راستہ یہ ہے کہ آپ بھی اس وادی میں چلے

جائیں.... اس سے نکل کر دکھادیں.... میں پروفیسر ارشاد خان کو
آپ کے حوالے کر دوں گا۔“

”کیا واقعی۔“

”ہاں واقعی۔“

”اور دوسرا راسخا؟“ محمود نے بے چین ہو کر کہا۔

”دوسرا راسخا....“ تارن کی آواز سنائی دی۔

”ہاں! دوسرا راسخا۔“

”دوسرا راسخا یہ ہے کہ آپ لوگ مجھ سے مقابلہ کر لیں....“

اگر آپ سب نے مل کر مجھے شکست دے دی.... تو میں پروفیسر ارشاد
خان دے دوں گا۔“

اب ان کا حوصلہ اور بڑھا۔ انسپکٹر جمشید نے پر جوش انداز میں

کہا۔

”ہمیں منظور ہے۔“

”ہمیں منظور ہے.... کیا منظور ہے، پہلی بات کہ دوسری

بات۔“

”دوسرا راسخا.... اب اس وادی میں کون بھٹکتا پھرے۔“

”اوکے.... میں مقابلے کے لیے تمہیں اپنے پاس بلا رہا

ہوں.... تیار رہیں۔“

”جی اچھا۔“ وہ بولے۔

جلد ہی انہوں نے ایک بہت بڑی گاڑی وہاں رکنے کی آواز
سنی۔ پھر ان سے کہا گیا۔

”اٹھیے جناب.... گاڑی آگئی ہے۔“
جو نئی وہ باہر نکلے.... زور سے اچھلے۔

☆.....☆.....☆

www.pakistanipoint.com

سٹرھی

جوہی گاڑی کے باہر کھڑا تھا.... اس کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ تھی.... وہی جوہی.... جو قلعے سے نکلنے کے بعد انہیں ملا تھا.... وہ کسان.... جس کے گھر میں وہ داخل ہوئے تھے.... انہیں دھکا سا لگا.... وہ مسلمان ہو گیا تھا....

”مجھے دیکھ کر حیرت ہو رہی ہے شاید۔“ اس نے طنزیہ کہا۔
 ”نہیں! ایسی حیرتیں پہلے بہت ہو چکیں.... اب نہیں ہوتی۔“

”بیٹھ جائیں پھر گاڑی میں....“

وہ گاڑی کے پچھلے حصے میں لد گئے.... گاڑی چل پڑی.... ان کے ساتھ جوہی یا جوہی کے ساتھیوں میں سے کوئی نہیں بیٹھا تھا.... گویا وہ جانتے تھے.... وہ فرار نہیں ہو سکتے.... وہ ہوتے بھی کیوں.... وہ تو خود بڑی کوشش کے بعد یہاں آئے تھے.... پروفیسر ارشاد خان کے چکر میں.... یہ اور بات ہے کہ اس چکر میں وہ پیگم جمشید اور پیگم شیرازی کو پھنسا بیٹھے تھے۔

ان کا یہ سفر کافی طویل ثابت ہوا.... اتنا ضرور ہے کہ گاڑی کہیں رکی نہیں، شاید وہ تارن کی خاص گاڑی تھی اور وہاں کے پولیس مین اس گاڑی کو اچھی طرح پہچانتے تھے.... سات گھنٹے بعد کہیں جا کر گاڑی رکی.... جب اس کا پچھلا دروازہ کھولا گیا اور وہ باہر نکلے تو ایک بار پھر اچھل پڑے.... وہ اسی قلعے میں تھے....

”یہ.... یہ تو وہی قلعہ ہے۔“ شکی کے منہ سے نکلا۔

”ہاں! اس میں شک نہیں، یہ وہی قلعہ ہے.... اور اس قلعے کے دوسری طرف وادی میں آپ کی ساتھی دو عورتیں موجود ہیں... براہ راست انہیں حاصل کر کے اپنے ملک جانا چاہیں تو مجھے اس میں بھی کوئی اعتراض نہیں.... آپ لوگوں کو کھلی چھٹی ہے.... اور مجھ سے مقابلہ کر کے میرے ذریعے ان دونوں عورتوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو مجھے اس طرح بھی کوئی اعتراض نہیں۔“ تارن کی آواز گونج اٹھی۔

”ساتھ میں ہم پروفیسر ارشاد خان کو بھی حاصل کرنا پسند کریں گے۔“

”اوہ ہاں! اس کا نام میں بھول گیا.... اگر آپ سب نے مجھ اکیلے کو شکست دے دی تو میں خود ان تینوں کو آپ کے حوالے کر دوں گا اور آپ کے ملک جانے والے جہاز پر سوار بھی خود کراؤں گا۔“

”ہم لڑیں گے.... ضرور لڑیں گے۔“

”اسی لیے میں نے تمہیں اس قلعے میں بلایا ہے۔“

”آپ ہیں کہاں.... اب چھپنے کی کیا ضرورت ہے۔“ محمود

نے جل کر کہا۔

”چھپنے کی ضرورت پہلے بھی نہیں تھی.... میں آپ لوگوں

سے کھیل رہا تھا ذرا۔“

”آپ کا کھیل ختم ہوایا نہیں۔“ شوکی نے جلدی سے کہا۔

وہ مسکرا دیے۔

”میں اردو جانتا ہوں.... محاورات اور ضرب الامثال کے

معانی بھی جانتا ہوں۔ میرا کھیل ختم نہیں ہوا.... میں تمہارا کھیل

خراب کرنے والا ہوں۔ اور یہ بھی سن لو.... شکست کی صورت میں

تم لوگوں کو بھی اس کھائی میں پھینک دیا جائے گا.... پھر تم ڈاکٹر ارشاد کو

تو یہاں سے کیا لے جاؤ گے.... خود تم بھی یہاں سے نہیں جاسکو

گے۔“

”اللہ اپنا رحم فرمائے.... آپ کے ارادے بہت خطرناک

ہیں۔“ مکھن کانپ گیا۔

”آپ لوگ تو ابھی سے کانپنے لگے.... ابھی تو مقابلہ شروع

بھی نہیں ہوا۔“

”اچھی بات ہے.... اب ہم نہیں کانپیں گے.... مہربانی فرما

کر ہمیں حملہ کرنے کا موقع دیں۔“

”کوئی ایسا ویسا موقع.... میں تو دوں گا تم لوگوں کو موقع پہ
موقع۔“

”کیا واقعی۔“

”ابھی دیکھ ہی لو گے۔“

”کیا خاک دیکھ لیں گے.... آپ اب تک ہمارے سامنے
آئے نہیں.... اور دور دور سے ڈینگیں مار رہے ہیں.... ہے کوئی
تک۔“

”آ رہا ہوں.... فکر نہ کرو.... تم لوگوں سے میری لڑائی کی
باقاعدہ فلم تیار ہوگی.... تاکہ دوسرے لوگ بھی لطف اندوز ہونے کا
موقع مل سکے.... تاہم مجھے افسوس ہے.... یہ لڑائی زیادہ طویل نہیں
ہوگی۔ میرا صرف ایک ایک ہاتھ تم لوگوں کے سروں پہ پڑے گا اور
تم چپت ہو جاؤ گے.... پھر میں تم لوگوں کو اس وادی میں پھنکوا دوں
گا.... وہاں تمہارے لیے دو عورتیں پہلے ہی بھیج دی گئی ہیں.... تاکہ وہ
تمہارے لیے کھانا تیار کر سکیں۔“

”کھنکھ.... کھانا۔“ پروفیسر ہٹکائے....

اچانک انہیں یاد آ گیا تھا.... وہ سات آٹھ گھنٹے کے سفر کے
بعد یہاں پہنچ تھے اور اس سے پہلے بھی انہیں کھائے کا کافی دیر ہوئی
تھی.... گویا کھانے کا سنتے ہی ان کی بھوک بے تحاشہ چمک اٹھی۔

”ہاں! کھانا.... کیوں کیا ہوا؟“

”آپ آتورہے ہیں ہمارے لیے کچھ کھانا بھی لیتے

آئیں شاید آٹھ دس گھنٹے سے ہم نے کچھ نہیں کھایا“

”اوہ ان لوگوں نے راستے میں آپ کو کھانا نہیں کھلایا۔“

”نہیں بالکل نہیں۔“

”حد ہو گئی بد تمیز کہیں کے جو بی یہ کیا کیا“

یہ تو ہمارے مہمان ہیں۔“

”لیکن دشمن مہمان۔“ جو بی نے منہ ہنایا۔

”پھر بھی انہیں کھانا تو کھلانا چاہیے تھا۔“

”تو اب کھلا دیتا ہوں گاڑی میں بہت کھانا ہے۔“

”ٹھیک ہے میرے آنے تک ان سب کو کھانا کھلا دو۔“

”جی اچھا۔“ جو بی نے فوراً کہا۔

پھر گاڑی میں سے ان کے سامنے کھانا رکھ دیا انہوں نے

کھانے کے لیے ہاتھ بڑھائے ہی تھے کہ انسپکٹر جمشید پکار اٹھے۔

”ایک منٹ ہو سکتا ہے اس کھانے میں زہر ملا گیا

ہو۔“

”حد ہو گئی ارے بھائی تارن کے لیے آپ جیسے

چوہوں کو ہلاک کرنا کچھ مشکل کام تھا کہ وہ زہر دے کر ہلاک کر دے

گا۔“

”چیک کرنے میں کیا حرج ہے۔“

”ان میں سے کسی کو کھلا کر چیک کر لیں۔“ تارن کی آواز سنائی دی۔

”یہ ٹھیک رہے گا.... مسٹر جوہی.... ایک ایک لقمہ ان سب کھانوں میں سے کھا کر دکھائیں۔“

”اس میں کچھ نہیں ہے.... تم تو باس کے لیے صرف چند چیونٹیاں ہو۔“

”ہم نہیں کھائیں گے اس طرح۔“

”جوہی.... کھا کر دکھاؤ انہیں۔“ تارن کی آواز ابھری۔

”لو بے باس.... جو حکم۔“

اس نے ایک ایک لقمہ تمام کھانوں میں سے کھا کر دکھایا.... پھر آخر انہوں نے کھانا شروع کر دیا.... فارغ ہونے کے بعد وہ بولے۔

”ہم کھانا کھا چکے ہیں مسٹر تارن.... آپ آسکتے ہیں۔“

”بالکل.... کھانا کھا کر آرام بھی کر چکے ہیں۔“

”اوہ اچھا کوئی بات نہیں.... آپ اور آرام کرنا چاہیں تو وہ بھی

کر لیں.... اس لیے کہ ہمیں کوئی جلدی نہیں ہے۔“

”گویا آپ صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہم لوگ وادی میں اتر

جائیں۔“

”ہاں! میں یہی چاہتا ہوں۔“

”تب پھر جھگڑا کرنے کی کیا ضرورت ہے.... ہماری ایک شرط آپ مان لیں.... وادی میں اتر کر ہم دکھادیتے ہیں۔“

”شرط.... کیا مطلب۔“

”ان دونوں عورتوں کو گھر بھجوا دیں.... ہم فون کر کے اپنا اطمینان کر لیں گے۔“

”واہ! یہ کیسے ممکن ہے، انہی عورتوں کے ذریعے تو میں نے تم سب کو قابو کیا ہے۔“

”تب پھر ہم تم سے لڑیں گے۔“

”اس صورت میں بھی تمہیں وادی میں اترنا ہوگا۔“ وہ ہنسا۔

”کیوں بھلا۔“

”اپنی عورتوں کو وادی سے نکالنے کے لیے۔“

”آخر تم یہ کیوں چاہتے ہو.... کہ ہم اس وادی میں اتر جائیں.... اور تم لوگوں کے لیے اس وادی میں اترنا کیوں مشکل ہے۔“

”مشکل نہیں.... ناممکن.... جو بھی اس وادی میں گیا، واپس نہیں آیا.... ہم نے پہلی کا پڑ نیچے اتارے.... وہ اوپر نہیں آئے.... رسی کی سیڑھیوں کی مدد سے اپنے مہم جو اتارے.... وہ اوپر نہیں آئے.... خالی سیڑھی اوپر آئی....“

”کیا مطلب.... کیا سیڑھی درست حالت میں اوپر آئی۔“

”پکڑنا: شاید نے چونک کر پوچھا۔

”ہاں، لیکن ہیلی کا پٹر نہیں آیا.... نہ پائلٹ اوپر آئے۔“

”تب پھر سیڑھی کیوں اوپر آ جاتی ہے۔“

”شاید اس لیے کہ اس کے اوپر والا سراج ہمارے ہاتھوں میں

ہوتا ہے.... ہیلی کا پٹر یا انسانوں کا رابطہ نیچے جانے کے بعد ہم سے نہیں رہتا۔“

”عجیب ترین وادی ہے.... آپ لوگ یہ کیوں چاہتے ہیں کہ ہم لوگ اس میں اتر جائیں۔“

”انٹار جہ اور یگال یہ جانتا چاہتے ہیں کہ آخر اس وادی میں کیا ہے۔“

”سوال یہ ہے کہ اس وادی کا تعلق ارشاد خان سے کیا ہے... یہ سارا معاملہ تو پروفیسر ارشاد خان سے شروع ہوا تھا....“

”وہ بھی آپ کے حوالے کر دیا جائے گا.... اگرچہ یہ ایک مہنگا سودا ہو گا۔“ تارن کی جھانکی ہوئی آواز سنائی دی۔

”آپ کو غصہ آ گیا شاید.... لیکن کس بات پر۔“

”مجھے انٹار جہ اور یگال پر غصہ آ گیا۔“

”کیا مطلب.... ہم سمجھ نہیں۔“

”ایک ٹکٹ میں دو مزے لینا چاہتے ہیں.... نفوس کہیں

نے۔“

”ہم سمجھے نہیں جناب۔“ آصف نے ہانک لگائی۔

”مجھ سے دونوں حکومتوں کا معاہدہ صرف یہ ہوا تھا کہ

موجودہ صدر کا تختہ الٹنا ہے.... میں ادھر گیا.... تو ساتھ ہی انہوں نے پیغام بھیج دیا.... تم وہاں پہنچ تو گئے ہی ہو.... تختہ تو الٹا ہی دو گئے.... لگے ہاتھوں پر و فیسر ارشاد خان کو بھی اغوا کرتے لانا۔“

”کیا مطلب.... یہ کیا بات ہوئی۔“

”بس.... اب میں کیا بتاؤں.... میں نے جل کر ان سے کہا کہ یہ کیا تک ہے.... مجھے جس کام کا معاوضہ دیا ہے.... بس وہ کام لیں مجھ سے.... اس پر انہوں نے کہا کہ پر و فیسر ارشاد خان کے معاملے کا پتا ہمیں ابھی ابھی لگا ہے.... اس کا اغوا بہت زیادہ ضروری ہے.... آپ کو مزید معاوضہ دے دیا جائے گا.... جب میں تختہ الٹا کر اسے اغوا کر ادھر لے آیا تو کہنے لگے.... یہ کام تو بس یونسی ہو گیا ہے.... تمہیں کوئی پاپڑ نہیں بیلنا پڑے.... لہذا کوئی زائد معاوضہ نہیں ملے گا.... مجھے غصہ تو بہت آیا.... لیکن پی گیا.... میں نے سوچا.... کوئی بات نہیں.... اب انہیں مجھ سے جب بھی کوئی کام پڑا.... اس کام کا معاوضہ ساتھ شامل کر کے وصول کروں گا۔“

”اوہ.... اوہ.... لیکن پر و فیسر ارشاد خان ہے کہاں۔“

”میں اس کا پتا نہیں جانتا۔“ تارن کی جھائی ہوئی آواز سنائی

”جانتے نہیں یا بتانا نہیں چاہتے۔“

”جو چاہو سمجھ لو۔“

”اور ہماری عورتیں۔“

”انہیں ولوی میں اتار دیا گیا تھا۔“

”لیا!!!“ وہ چلا اٹھے۔

☆....☆....☆

وادی میں

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے.... تارن ان کے سامنے نہیں تھا.... ورنہ وہ انجام کی پروا کیے بغیر غصے کی وجہ سے اس پر بھپٹ پڑتے.... آخر انسپکٹر جمشید کی آواز سرسرائی۔

”یہ تم نے کیا کہا... مسٹر تارن... ایک طرف تم کہتے ہو... اس وادی سے آج تک کوئی واپس ادھر نہیں آیا.... دوسری طرف تم کہتے ہو.... مجھ سے مقابلہ کر لو.... اور اپنی عورتوں کو واپس لے لو.... تیسری طرف ہمیں سنا رہے ہو.... انہیں وادی میں گر ادیا گیا ہے.... اب اگر ہم تم سے مقابلہ کرتے ہیں اور جیت جاتے ہیں تو تم ہماری عورتیں کیسے لوٹاؤ گے۔“

”یہ میں نے اس لیے کہا تھا کہ تم مجھ سے مقابلہ کر ہی نہیں سکو گے.... لہذا ایسی نوبت تو آئے گی ہی نہیں۔“

”سوال یہ ہے کہ انہیں وادی میں اتارنے کی کیا ضرورت تھی۔“ انسپکٹر کامران مرزا چلائے....

”میں نے سوچا.... تم لوگوں کو آخر کار وادی میں اترنے پر

مجبور ہونا پڑ جائے.... اب دیکھو لو.... تم کس قدر مجبور ہو اترنے کے لیے.... ہوتا۔“

”ہاں.... ہاں۔“ وہ سب کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

”تو تم مجھ سے مقابلہ کر کے کیا کرو گے.... جاؤ.... وادی

میں اتر جاؤ.... جو ہی.... انہیں ہیلی کاپٹر تک لے جاؤ۔ پائلٹ وادی کے عین اوپر جا کر ہیلی کاپٹر کو روک دے گا.... اس کی رسی کی سیڑھی لٹکا دی جائے گی.... اور یہ لوگ اس میں اتر جائیں گے.... رسی لٹکی رہے گی.... اس انتظار میں کہ یہ لوگ شاید واپس آجائیں۔“

”اور اگر ہم واپس آ گئے....؟“

”تو میں پروفیسر ارشاد خان کے ساتھ تم لوگوں کو تمہارے

ملک بھجوا دوں گا.... یہ تارن کا وعدہ ہے.... لیکن....“ وہ کہتے کہتے رک گیا.... اس نے لیکن ایک جھٹکے دار انداز میں کہا۔

”یہ لیکن کہاں سے ٹپک پڑا۔“

”لیکن.... وادی میں جو کچھ ہے.... وہ تمہیں بتانا پڑے گا

آگے.... ہمیں کوئی نہیں بتا سکا آج تک....“

”اچھی بات ہے.... نیچے اترنے سے پہلے ہم جاننا چاہتے

ہیں.... پروفیسر ارشاد خان کا کیا معاملہ ہے۔“

”اس کا معاملہ بعد میں.... تم اپنی عورتوں کے لیے پریشان

نہیں رہے.... میرا خیال تھا.... تم ہاگل ہو جاؤ گے۔“

”اللہ تعالیٰ نے ہمیں صبر عطا کر رکھا ہے.... جو کچھ ہوتا ہوتا

ہے.... وہ ہو کر رہتا ہے.... اکر ان کا وقت آ گیا تھا اور وہ دنیا سے

رخصت ہو چکی ہیں تو ہم کر بھی کیا سکتے ہیں.... لیکن اگر وہ نیچے زندہ

ہیں.... اور انہیں ہماری مدد کی ضرورت ہے.... تو پھر ہم ان کی مدد

کے لیے نیچے ضرور جائیں گے....“ انسپکٹر جمشید نے جلد کی جلد کی کہا۔

”ایک اور بات مسٹر تارن.... بھٹی کا پڑا سے جو سیرھی لڑکائی

جاتی ہے.... تم لوگوں کو یہ بات کیسے معلوم ہے کہ وہ وہاں تک جاتی

ہے....“

”اگر وہ زمین کو چھوٹی نہیں تو اس وقت تک بنتے لوگوں کو

تار اٹیا ہے.... وہ سیرھی کو چھوڑ نہیں سکتے تھے....“

”کیا کہا.... جن لوگوں کو اتار اٹیا ہے.... کیا وہاں کچھ اور

لوگوں کو بھی اتار اٹیا ہے۔“

”ہاں! اس تجربہ کے لیے کہ نیچے آخر کیا ہے.... شہر میں

ہم نے صرف یہ دیکھنے کے لیے اپنے آدمی نیچے اتارے تھے کہ اس

ولوی میں کیا ہے.... جن لوگوں کو اتار اٹیا تھا جب وہ واپس نہ آئے تو

پھر مہم جوؤں کو اتارایا.... تاکہ وہ اپنے ساتھیوں کو اوپر لے آئیں....

لیکن وہ ساتھیوں کو کیا لاتے.... خود بھی نہ آئے.... ہر پھر کوئی بھی

لوپ نہ آیا.... ہم نے نیچے ملٹی جاسوئوں کی بات جیٹ جیٹیں....

انہیں ساری باتیں بتائیں.... اتار اٹیا.... شہر ان میں سے بھی ملتی نہ

آیا...”

”گویا اس بار تم نے ہمیں قربانی کا بحر امنایا ہے۔“
 ”نہیں.... بات قربانی کی بانگل نہیں ہے.... ہماری الجھن کی
 ہے.... الجھن بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے۔“

”تب پھر اس بات کو لکھ لو.... تم لوگوں کی یہ الجھن ان شاء
 اللہ ہم دور کریں گے.... اپنی عورتوں کو بھی اوپر لائیں گے.... آپ
 ہیں پروفیسر ارشد خان کو تیار رکھیے۔“

”ہاں! ضرور.... کیوں۔“ تارن ہنسا۔
 ”آپ ہیں کہاں.... سامنے کیوں نہیں آتے.... کیا ہم سے
 ڈر گئے ہیں۔“ آفتاب نے طنز یہ انداز میں کہا۔

”نہیں.... تم لوگوں سے ڈرنے کی بھلا کیا بات ہے.... جب
 میں ضرورت محسوس کروں گا اس وقت سامنے آؤں گا۔“
 ”اچھی بات ہے.... اس وقت ہم مجبور ہیں.... تمہارے قلاب

میں ہیں.... جب تم ہمارے قلاب میں آؤ گے تو گن گن کر بد لے لیں
 گے۔“ فاروق نے جلد بھنے انداز میں کہا۔

تارن ہنس پڑا.... جیسے کسی ننھے بچے کی بے وقوفانہ بات پر
 کوئی بڑا ہنس دے.... اس پر انہیں اور غصہ آ گیا.... لیکن اچانک
 انہوں نے محسوس کیا.... اس غصے کا نقصان انہی کو ہو گا.... تارن کا
 کیا جھڑپے گا.... خود کو بہت ٹھنڈا رکھنے کی ضرورت تھی اس وقت۔

پھر انہیں ہیلی کاپٹر میں سوار کرایا گیا جو وہی ان کے ساتھ سوار ہوا.... وہ اسے صرف نفرت زدہ انداز میں دیکھ لیتے تھے.... اس سے بات کرنے کو ان کا بالکل جی نہیں چاہ رہا تھا.... اس قدر شدید نفرت انہوں نے بہت کم لوگوں سے محسوس کی ہوگی۔ ہیلی کاپٹر اوپر اٹھا.... پھر وادی کی طرف چل پڑا.... یہ سفر بھی ایک تھکنے کا ثابت ہوا.... پھر نیچے ہونے لگا.... آخر ایک مقام پر پہنچ کر رک گیا.... رسی کی سیڑھی لٹکائی گئی....

”باری باری چلو.... سیڑھی بہت مضبوط ہے.... ایک شخص جو نمی سچھر نیچے ہو.... دوسرا سیڑھی پر آجائے.... اسی طرح تیسرا.... کیا سمجھے۔“ جو وہی نے طنز یہ انداز میں کہا۔

”سمجھا تو ہم تمہیں بہت کچھ دیتے.... لیکن کیا کریں.... مجبور ہیں.... پھر سمجھا دیں گے کسی وقت۔“

”واو.... تم سے تو تمہاری عورت بہادر نکلی۔“ انہوں نے ہیلی کاپٹر میں تارن کی آواز کو سختی سنی۔

”سک.... کیا.... کیا مطلب۔“ وہ چلائے۔

”ہاں! جب حرکت کر ڈالی.... پیچھے جمشید نے.... اور۔“

خوفناک بھی۔

”ہم سمجھے نہیں۔“

”سیڑھی پر اترنے سے پہلے اچانک پائٹ کو نیچے دھکا دے“

دیا۔“

”کیا!!!“ وہ چلائے۔

”ہاں! انہوں نے یہی کیا تھا.... ہمارے ایک پائلٹ کو لے بیٹھیں وہ۔“

”اوہ.... اوہ.....“ ان کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

”اور.... اور پائلٹ کا کیا بنا۔“ شو کی پکار اٹھا۔

”عجب احمق ہو.... ہم آج تک یہی بات تو جان نہیں سکے.. نیچے جانے والوں کا کیا بنتا ہے اور وہ تو یوں ہی بھی اس قدر اونچائی سے گرا تھا.... اس کی ہڈیاں بھھر گئی ہوں گی وہاں۔“

”ہوں.... یہ برا ہوا.... انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔“

”کوئی بات نہیں.... اس مہم کے سلسلے میں تو ہم نہ جانے کتنے آدمی ضائع کر چکے ہیں۔ ایک پائلٹ اور سہی۔“ تاران نے بے فکری کے انداز میں کہا۔

پھر وہ سیڑھی کی طرف بڑھے.... ایسے میں پروفیسر داؤد

بولے۔

”میری ایک درخواست ہے جمشید۔“

”اور وہ کیا؟“

”سب سے آگے مجھے جانے دو۔“

”یہ کیوں پروفیسر صاحب۔“

”ہو سکتا ہے.... وادی میں کوئی ایسی گیس پھیلی ہوئی ہو....“

جس کی وجہ سے اس میں کوئی زندہ نہ رہتا ہو.... اس صورت میں ہمیں فوراً جان لوں گا۔“

”اور فوراً جان کر آپ کیا کر لیں گے۔“ انسپکٹر جمشید ہنسے۔

”شاید میں کچھ کر ہی سکوں۔“

”اچھی بات ہے.... ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔“

اس طرح سب سے پہلے پروفیسر داؤد نے سیڑھی پکڑی....

اور نیچے کی طرف چلے.... ان کے بعد انسپکٹر جمشید.... پھر انسپکٹر

کامران.... اور پھر خان رحمان.... غرض آگے پیچھے وہ اترتے چلے

گئے.... نیچے! ہمیں بالکل دکھائی نہیں دے رہا تھا.... دھند ہی دھند

چھائی ہوئی تھی.... سیڑھی پر سفر یہ ان کی زندگی کا انوکھا ترین سفر

تھا.... اس وقت ان کے ذہنوں سے پروفیسر ارشاد خان بھی نکل چکا تھا

اور تارن بھی.... وہ صرف اور صرف نیچے اتر کر یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ

تیگم جمشید اور شیرازی تیگم کا کیا بنا.... انسپکٹر جمشید کو پروفیسر داؤد نظر

آ رہے تھے.... اور انسپکٹر کامران مرزا کو انسپکٹر جمشید.... مطلب یہ کہ

انہیں پروفیسر داؤد نظر نہیں آ رہے تھے.... گویا دھند اس قدر گہری

تھی....

”اس دھند میں.... نیچے وادی میں ہمیں کیا خاک نظر آئے

گا.... سیڑھی پر تیسرا آدمی تو نظر نہیں آ رہا۔“ ایسے میں فاروق کی آواز

گو نجی۔

انہیں اس کی آواز سے ایک عجیب سی ڈھارس محسوس ہوئی
.. پھر فاروق کی آواز کو اس وادی نے کئی بار دہرایا.... آواز کو نجی چلی
گئی۔

”بائیں.... یہ کیا.... میں نے تو جملہ صرف ایک بار کہا تھا۔“
فاروق بوکھلا اٹھا۔

اب اس کا یہ جملہ بار بار سنائی دینے لگا۔

”عجیب وادی ہے یہ.... کمال ہے۔“

اب اس جملہ کی تکرار شروع ہو گئی۔

”ارے باپ رے.... یہ وادی تو ہمارے ہر جملے کو پکڑ رہی
ہے۔“ آفتاب بوکھلا کر بولا۔

”یہ بازگشت ہے....“ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا

”بلکہ بازگشت کی بھی بازگشت۔“ منور علی خان ہنسے۔

اب یہ سارے جملے وادی دہرانے لگی.... اور انہیں اپنے
کان جتے محسوس ہوئے....

”چپ رہو.... ورنہ ہم سب پاگل ہو جائیں گے۔“ انسپکٹر

جمشید چلائے۔

اب ان کا یہ جملہ بار بار سنائی دینے لگا۔

”میں.... میں تو اپنے کان بند کر رہا ہوں بھائی۔“ مکھن کی

آواز سنائی دی۔

”پاگل ہوئے ہو.... کان بند کرو گے تو اس میٹر ہی کو منہ سے پکڑو گے۔“ فاروق بولا۔

”ارے باپ رے... اچھا کیا بتا دیا ورنہ میں تو گیا تھا کام سے“
 ”کام سے تو ہم سبھی جا رہے ہیں.... کیا ہم بغیر کام کے جا رہے ہیں نیچے۔“ خان رحمان ہنسے۔

”چپ.... چپ.... چپ۔“ انسپکٹر جمشید گرجے۔
 اب واوی چپ چپ کرنے لگی.... انہیں بے تحاشا ہنسی آگئی.... ان کی ہنسی کی آواز بار بار سنائی دینے لگی۔

”یہ.... یہ ہمیں پاگل کر دے گی۔“ خان رحمان چلائے۔
 ”اس کا واحد حل یہی ہے کہ ہم سب خاموش ہو جائیں....
 اب کوئی نہ بولے.... خبردار۔“ انسپکٹر کامران مرزا گرجے۔

وہ خاموش ہو گئے.... انسپکٹر کامران مرزا کے جملے تھوڑی دیر تک بار بار سنائی دیتے رہے.... آخر خاموشی ہو گئی.... انہوں نے سکون کا سانس لیا....

ایسے میں واوی میں کسی کے رونے کی آواز سنائی دی.... یہ آواز سن کر ان کے رونے کھڑے ہو گئے.... مارے خوف کے انہیں یوں محسوس ہوا جیسے ابھی رسی کی میٹر ہی ان کے ہاتھوں سے چھوٹ جائے گی۔

پتھر

”کک.... کیا یہ.... کیا یہ ٹیگم شیرازی کے رونے کی آواز ہے۔“ انسپکٹر جمشید چلائے۔

”محسوس کی جی ہوتا ہے.... لیکن میری امی جان کی آواز کیوں نہیں ہے ان کی آواز کے ساتھ۔“ محمود نے ڈوبتی آواز میں کہا۔

”خود صلہ.... خود صلہ۔“ انسپکٹر جمشید فوراً بولے۔

”لیکن آواز بہت دور کی ہے.... گویا بہت نیچے سے آرہی ہے.... یہ تو پہاڑ ہیں جو اس آواز کو ہم تک بار بار پہنچا رہے ہیں۔ جس طرح ہماری آوازیں یہ پہاڑ بار بار دہرا رہے ہیں۔“ پروفیسر بولے۔

”آواز دور کی ضرور ہے.... لیکن بے ٹیگم شیرازی کی ہی۔“

”یا اللہ رحم۔“ ان کے منہ سے نکلا۔

”میرا جی چاہ رہا ہے.... میں چھلانگ لگا دوں.... تاکہ فوراً ان کے پاس پہنچ جاؤں۔“ فرزانہ بولی۔

”ایسا بے گز نہ کرنا.... خود نشی حرام ہے....“ انسپکٹر جمشید

رد آواز میں بولے۔

”لیکن ہم جلدی اور کس طرح پہنچ سکتے ہیں بھلا۔“ فرزانہ

نے منہ ہٹایا۔

”پرواہ نہ کرو.... اب تک جو ہونا تھا.... ہو چکا ہے.... ہم

کتنا بھی جلدی نیچے پہنچ جائیں.... شاید ان کے کسی کام نہ آسکیں۔“
”کیا ہم سب ساتھی اب رسی پر ہیں۔“ انسپکٹر کامران مرزا

نے پوچھا۔

”حاضری لگوانا پڑے گی.... یوں کیسے پتا چل سکتا ہے۔“

شوکی کی آواز سنائی دی۔

”میرا خیال ہے.... تبھی سیڑھی پر ہوں گے.... حاضری

کی ضرورت نہیں.... کہنا یہ چاہتا تھا کہ اللہ کو یاد کر لو... ہو سکتا ہے...

نیچے اترتے ہی ہم پر موت طاری ہو جائے۔“

”تب پھر پیگم شیرازی کی آواز کیوں اب تک سنائی دے رہی

ہے۔“

”یہ تو نیچے چل کر پتا چلے گا۔“

”اللہ مالک ہے۔“

اب وہ پہلے کی نسبت جلدی جلدی اترنے لگے.... پیگم

شیرازی کے رونے کی آواز کبھی سنائی دے جاتی تھی.... کبھی آواز رک

جاتی تھی.... البتہ پیگم جمشید کی آواز ایک بار بھی سنائی نہیں دی تھی....

اسی لیے انہیں اپنے دل ڈوبتے محسوس ہو رہے تھے.... ہر لمحے ہر آن

ان کی پریشانی میں اضافہ ہو رہا تھا....

آخر خدا خدا کر کے انہوں نے پروفیسر داؤد کو کہتے سنا۔
”سیڑھی ختم ہو گئی ہے۔“ ان کی آواز میں گھبراہٹ بھی تھی۔

”پھر.... کیا آپ کے پاؤں زمین سے لگ گئے ہیں۔“
”ابھی میں نے یہ نہیں دیکھا.... میرا ایک پاؤں آخری

ڈنڈے پر ہے.... اور ایک اس سے اوپر۔“

”اوہو.... آپ دونوں پاؤں آخری ڈنڈے پر رکھ لیں پھر
اس ڈنڈے سے لنک کر پیروں کی مدد سے زمین کو چھوئیں.... اگر
پاؤں زمین سے لگ جاتے ہیں تو سیڑھی چھوڑ دیں۔“

”اور.... جمشید.... اور.... اگر پاؤں زمین سے نہ لگے۔“
انہوں نے گھبرا کر کہا۔

”میرا خیال ہے.... زمین سے پیر ضرور لگیں گے.... آخر یہ
دو عورتیں بھی تو اتر چکی ہیں۔“

”اوہ ہاں! یہ تو میں بھول ہی گیا۔“ پروفیسر چونکے۔
بس تو پھر جلدی کریں.... ارے۔“ انسپکٹر جمشید کے منہ

سے نکلا۔

”ارے کیا۔“ کئی آوازیں ابھریں۔

”وہ.... اب.... پیچھے شیرازی کی آواز سنائی نہیں دے رہی۔“

”اوہ ہاں....“ خان رحمان بولے۔

”اور جمشید.... یہاں ہر طرف کاربن کی بو ہے.... ہم اس بو میں زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکتے.... مطلب یہ کہ یہاں آکسیجن نہ ہونے کے برابر ہے.... میں اب سانس لینے میں بہت دقت محسوس کر رہا ہوں.... شاید میں ایک آدھ گھنٹہ میں مر جاؤں گا۔“

”کیا.... نہیں.... یہ غلط ہے پروفیسر صاحب۔“

”یہ.... یہ غلط ہے.... وہ کیسے؟“

”ایسے کہ.... پیغم شیرازی کو نہ جانے یہاں کتنے گھنٹے گزر چکے ہیں.... کیا ہم ان کی آواز نہیں سن چکے ہیں۔“

”ہاں! سن چکے ہیں.... لیکن خدا جانے.... وہ اب تک زندہ کیسے ہیں....“

”میں بہر حال اتر رہا ہوں۔“

”اچھا.... نھیک ہے.... بسم اللہ کریں۔“ منور علی خان کی آواز ابھری.... اس دوران وہ پہلی بار بولے تھے۔

”اوہ خدا کا شکر ہے.... آپ کی آواز تو سنائی دی.... معلوم ہو گیا.... آپ بھی ہمارے ساتھ ہیں.... کسی اور مہم پر نہیں چلے گئے۔“

شوکی نے جلدی جلدی کہا۔

”میں.... میں اتر گیا.... میرے پاؤں زمین پر لگ گئے۔“

پروفیسر داؤد پر جوش انداز میں بولے۔

”خدا کا شکر ہے.... میں بھی اتر گیا ہوں۔“ انسپکٹر جمشید نے

کہا۔

پھر سب باری باری اترنے لگے.... وہاں گہری دھند کی وجہ سے ہاتھ کو ہاتھ سمجھائی نہیں دے رہا تھا۔

”بیگم.... تم کہاں ہو.... کیا تم میری آواز سن سکتی ہو۔“
انسپیکٹر جمشید کی بلند آواز گونج اٹھی.... ان کی آواز کو پہاڑ بار بار دہرانے لگے۔

لیکن بیگم جمشید کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔

”شیرازی بیگم.... آپ کی آواز تو ہم سنتے رہے ہیں.... آپ ہی جواب دیں۔“ وہ بلند آواز میں بولے۔

ان کی طرف سے بھی جواب نہ ملا۔

”مم.... میں بے ہوش ہوئے لگا ہوں۔“ ایسے میں اخلاق کی آواز سنائی دی۔

”اللہ اپنا رحم فرمائے.... پروفیسر صاحب... کچھ کریں۔“
منور علی خان گھبرا گئے۔

”کچھ کریں.... کیا کریں.... ان حالات میں وہ بھلا کیا کر سکتے ہیں۔“ خان رحمان پاگلوں کی طرح چیخ کر کہا۔

”سب لوگ دماغوں کو قابو میں رکھیں.... اس طرح چیخنے اور پکارنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا.... البتہ ہم گھبراہٹ کا شکار ہو جائیں گے اور مارے جائیں گے۔“

”تب پھر.... کیا کیا جائے۔“

”صبر.... شکر.... اور اس پر غور کہ ہم ان حالات میں کیا

کر سکتے ہیں.... دوسرے یہ آخری آدمی بھی کیا سیڑھی سے اتر چکا ہے۔“

”نن نہیں.... نہیں“ اشفاق کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

”کیا مطلب.... کیا ہوا۔“

”میں بس اب اترنے لگا ہوں۔“

”خبردار.... سیڑھی کونہ چھوڑنا۔“

”جی.... سیڑھی کونہ چھوڑوں۔“

”ہاں اب اinkel۔“

”اچھی بات ہے.... نہیں چھوڑوں گا اور اگر وہ لوگ سیڑھی

کو اوپر اٹھانے لگ جاتے ہیں۔“

”سیڑھی مشین کے ذریعے اوپر اٹھائی جائے گی.... اگر کوئی

ہلکا پھلکا آدمی سیڑھی پر رہ گیا تو انہیں اس بات کا پتا نہیں چل سکے گا....

اور اس طرح تم پہلی کا پڑتک جا سکو گے۔“

”لیکن.... میں اکیلا واپس جا کر کیا کروں گا بھلا۔“

”بھئی.... کم از کم تمہاری جان تو بچ جائے گی۔“

”نن نہیں اinkel.... میں اس طرح اکیلا واپس نہیں جاؤں

گا.... جان تو جانے والی چیز ہے... جا کر رہے گی.... میں لوگوں کے منہ

سے یہ نہیں سن سکتا کہ دیکھو.... یہ کیسا منحصر ہے... انپکٹر جمشید

انسپیکٹر کامران سرز اور دوسرے ساتھیوں کو موت کے منہ میں چھوڑ کر خود واپس لوٹ آیا.... گویا موت سے ڈر گیا.... میں یہ سن سکوں گا انکل۔ "اشفاق کی آواز سنائی دی۔

"تم ہلکے پھلکے ہو اور لمبے بھی ہو.... جو میں کہہ رہا ہوں.... وہ کرو۔"

"جی اچھا.... فرمائیں پھر.... مجھے کیا کرنا ہے۔"

"اوپر جاؤ.... تارن سے بات کرو.... اس سے کہو.... جب تک یہاں آئیجن اور روشنی کا انتظام نہیں ہو جاتا.... ہم اس وادی کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتے۔"

"آپ مجھے جانے دیں ابا جان۔" محمود نے کہا۔

"نہیں.... یہ کام اشفاق ہی کرے گا۔"

"یہ کیوں انکل۔" اشفاق کے لمبے میں حیرت تھی۔

"تم ابھی گئے نہیں.... اور ہاں.... اب تم منہ سے کوئی لفظ نہیں نکالو گے.... جاؤ.... ہدایت کے مطابق کام کرو۔" انہوں نے سرد آواز میں کہا۔

"جی.... جی اچھا۔" اشفاق نے بوکھلا کر کہا اور سیڑھی کے اوپر چڑھنے لگا۔

"اخلاق.... تم سیڑھی کے عین نیچے کھڑے ہو جاؤ.... اس کاؤنڈ اپکڑ کر.... اگر سیڑھی اوپر جاتی محسوس ہو تو چھوڑ دینا.... اور

مجھے بتا دینا۔“

”جی اچھا.... لیکن انکل.... اگر سیڑھی اوپر چلی گئی تو ہم واپس کیسے جائیں گے.... اور اشفاق پھر کیسے آئے گا۔“

”پتا نہیں.... فی الحال ہمیں سانس کا مسئلہ ہے۔“

ان سب کو سانس کھینچ کھینچ کر آ رہا تھا.... اور یہ بات انہیں پریشان کر رہی تھی۔

”سوال یہ ہے کہ تارن نے یہ کیوں کہا تھا کہ کوئی اس وادی کے بارے آج تک کچھ نہیں بتا سکا.... ہم یہاں آ کر بہت آسانی سے اس وادی کے بارے میں سب کچھ بتا سکتے ہیں۔“

”یار جمشید.... کیا تم دوپتھر تلاش کر سکتے ہو۔“ پروفیسر واؤڈ نے بے چہیں ہو کر کہا۔

”دوپتھر۔“

”ہاں! دوپتھر۔“

”کوشش کرتا ہوں۔“

”باجہ ہم سب بہتر کوشش کر سکتے ہیں۔“ محمود نے کہا۔

وہ جلدی بندہ ہی پتھر تلاش کرنے لگے.... آکر منور علی خان

نہ لے۔

”پتھر مجھے مل گئے ہیں۔“

”میری جیب میں کچھ کاغذ ہیں.... میں ان کاغذات کا ایک

گولا ساٹانے لگا ہوں..... جمشید..... تم پتھروں کو آپس میں زور زور سے
 ٹکراؤ..... لیکن اتنے زور سے نہ ٹکرائنا کہ پتھر ٹوٹ کر بے کار ہو جائیں۔
 میں تمہارے بالکل سامنے ہوں اور کاغذ کا گولا میرے ہاتھوں میں
 ہے..... پتھروں کے ٹکرائنے اور رکڑ کھانے سے چنگاریاں نکلیں گی...
 شاید کوئی چنگاری ان کاغذات کو آگ لگا دے۔“

”لیکن اس سے کیا ہوگا پر، فیسر صاحب..... کاغذ کب تک
 جلیں گے بھلا..... اس واوی کا لٹنا اندھیرا دور کر دیں گے بھلا۔“ منور
 علی خان نے حیران ہو کر پوچھا۔

”یہ وقت بتائے گا..... اس واوی میں کاربن ٹیس نہیں ہے..
 کوئی اور ٹیس ہے.....“ پرہ فیسر بولے۔

”اگر یہ بات ہے..... تب بھی..... چند کاغذ جلا کر ہم کیا کر لیں
 گے۔“

”ایک لمحے کے لیے تو اس واوی کو دیکھ ہی سکیں گے۔“

”ہوں..... اچھی بات ہے۔“

”میں پتھر رکڑنے لگا ہوں۔“

”رکڑنے سے بہتر ہے..... ٹکرائیں..... ٹکڑ کھانے سے

چنگاری جلد ہی نکلاؤں گی۔“

”جی اچھا۔“

انجید جمشید دونوں پتھروں کو بار بار ٹکرائنے لگے..... پتھر

باکل سرد تھے.... لیکن بار بار ٹکرانے سے وہ گرم ہونے لگے.... اور آخر ان میں سے چنگاریاں نکلنے لگیں.... جو نمی چنگاریاں نکلتیں.... پروفیسر داؤد کاغذ ان چنگاریوں کے نزدیک کر دیتے.... وہ مسلسل یہ کام کرتے رہتے.... یہاں تک کہ پتھر خوب گرم ہو گئے اور ان سے چنگاریاں مسلسل ایک قطار کی صورت میں نکلنے لگیں.... اب جو وہ کاغذ پر پڑیں.... کاغذ سُلگ اٹھا اور اس نے آگ پکڑ لی۔

”ووہ.... ووہ.... وومار۔“ کنی نے نعرہ لگایا۔

کاغذ جلنے لگا.... لیکن کاغذ کے جلنے ہی ایک عجیب بات ہوئی.... پوری واؤنی یک دم روشن ہو گئی.... ہر طرف نیلی روشنی پھیل گئی....

”یہ.... یہ کیا.... یہ روشنی کہاں سے چھوٹ پڑی۔“

”یہ اس گیس کی روشنی ہے.... جو یہاں پھیل ہوئی ہے.... اس گیس نے آگ پکڑ لی ہے.... شاید یہ ہیلینم گیس ہے.... یا کوئی اور اس جیسی گیس۔ واؤنی میں زیادہ حصہ اس گیس کا ہے.... اندازہ چل رہی ہے.... لیکن یہ کنی آن ختم ہو جائے گی.... اور یہاں پھر اندھیرا ہو جائے گا.... ہمیں اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے.... جلد از جلد دونوں عورتوں کو تلاش کر لینا چاہیے۔“

”لوہاں.... واقعی۔“

”سب ادھر ادھر بھاگنے دوڑنے لگے۔“

”زیادہ دور نہ جانا بھئی.... کہیں اندھیرا ہو جائے اور ہمیں

اپنے ساتھیوں کو تلاش کرنا پڑے۔“ انسپکٹر جمشید چلائے۔

جلد ہی انہوں نے دونوں کو تلاش کر لیا.... وہ واقعی بے ہوش تھے.... انہیں اس جگہ لے آیا گیا.... جہاں پہلے سب موجود تھے.... اب انہوں نے آگ کی روشنی میں اوپر دیکھا.... سیڑھی اوپر اٹھ رہی تھی اور اشفاق اس کے ذریعے اوپر واپس جا رہا تھا.... وہ بھی اس روشنی کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

”اشفاق.... تارن سے کہو.... سیڑھی واپس گرا دے.... ہم نے وادی کاراز معلوم کر لیا ہے.... اب کوئی یہاں اتر کر موت کا شکار نہیں ہوا کرے گا....“

”جی اچھا.... اوپر جا کر کہوں یا یہیں سے۔“ اشفاق نے کہا۔

”یہیں سے چیخنا شروع کر دو....“

”جی اچھا۔“

اشفاق حلق پھاڑ پھاڑ کر تارن کو مخاطب کرنے کی کوشش

کرنے لگا۔ آخر تارن کی حیرت میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

”یہ.... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں....“

بے بس

”ہاہاہا.... مسٹر تارن ہاہاہا۔“ اشفاق بے تگے انداز میں ہنسا۔

”یہ.... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔“

”ہاہاہا.... ہاہاہا۔“ اشفاق پھر ہنسا۔

”بند کرو اپنی بھونڈی ہنسی.... یہ سب کیسے ہو گیا یہ بتاؤ۔“

تارن کی چنگارتی آواز سنائی دی۔

”اب اس وادی میں کوئی آتے ہی نہیں مرے گا.... دیکھ لو

مسٹر تارن.... میں اور میرے ساتھی زندہ ہیں.... کیا تم ان سب کی آوازیں سننا پسند کرو گے۔“

”ہاں! ویسے تو مجھے یقین آ گیا ہے.... اب وادی کی تہہ تک

ہم دیکھ سکتے ہیں۔“

”کک.... کہاں ہے۔“

”اس وادی کے ایک سرے پر پہاڑ کی ایک چوٹی پر ہم نے

آلات نصب کر رکھے ہیں.... دراصل ہم اس وادی کے سلسلے میں نہ

جانے کب سے پریشان چلے آ رہے تھے۔“

”تب پھر تم اللہ تعالیٰ کی قدرت کو مان لو.... کہ اس نے ہم لوگوں کے ذریعے اس وادی کے اسرار کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے.. اب تم ڈر کیوں رہے ہو مسٹر تارن.... یہیں آ جاؤ.... ہمارے ساتھ اس وادی کی سیر کر لو.... اور ہماری ملاقات اب پروفیسر ارشاد خان سے کرادو۔“

”ضرور کیوں نہیں.... میں ہیلی کاپٹر میں نیچے آ رہا ہوں۔ میرے ساتھ پروفیسر ارشاد بھی ہوں گے.... مزے آئے گا۔“

”ابھی اور آئے گا مزہ مسٹر تارن۔“ اشفاق چکا۔

”کیا مطلب.... ابھی اور آئے گا۔“

”ہاں! بس آپ آجائیں۔“

”میں تم لوگوں سے خوف زدہ نہیں.... تم لوگوں کی چٹنی بنانا میرے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔“

”اوہو.... آپ آئیں تو سہی.... میں اور مزے کی بات کر رہا ہوں۔“ اشفاق نے کہا۔

”اور وہ کون سے مزے کی بات کر رہے ہو تم۔“ تارن نے ملا کر کہا۔

”یہ تو ہمیں نیچے آ کر معلوم ہو گا۔“

”اچھا! اب تم اس رسی کی سیڑھی کی جان چھوڑو....“

”ارے باپ رے.... تو میں آپ کو نظر آ رہا ہوں۔“

” پہلے نہیں آرہے تھے.... اب آرہے ہو.... جیسے وادی روشن ہوئی ہے.... اب تو ہم تمہارے باقی ساتھیوں کو بھی دیکھ رہے ہیں....“

” اچھی بات ہے.... تب پھر میں اوپر آ کر کیا کروں گا....“
 نیچے اتر جاتا ہوں.... آپ آجائیں۔“ اشفاق نے جلدی جلدی کہا اور اترنے لگا۔

اشفاق کے پاؤں نیچے لگ گئے.... سیڑھی اوپر اٹھتی چلی گئی... پھر انہوں نے ہیلی کاپٹر کو نیچے اترتے دیکھا۔.. ایسے میں خان رحمان بہت زور سے اچھلے.... پھر دیوانوں کی طرح ایک سمت میں دوڑے اور ان سے کچھ فاصلے پر جا کر رک گئے۔

”کس چیز سے ڈر کر بھاگے انکل...؟“

”کسی چیز سے نہیں۔“ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

”جی.... پھر کیوں بھاگے۔“

”ایک چیز دیکھ کر۔“

”اور وہ کیا چیز ہے.... جو ہمیں نظر نہیں آئی۔“

”وہ اس طرف بے شمار کنکر بکھرے پڑے ہیں نا۔“ انسپکٹر

جمشید چمکے۔

”کیا مطلب.... جمشید... تم.... تم نے جان لیا۔“

”تمہارے بھاگنے سے بہت پہلے۔“

”کیا مطلب....“ وہ سب ایک ساتھ بولے۔

”خاموش جمشید.... خاموش۔“ خان رحمان چلائے اور پھر پاگلوں کی طرح دوڑ کر ان کی طرف آئے.... انہوں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

”شی.... خبردار.... اگر کوئی بولا۔“

”خان رحمان.... پاگل ہو گئے ہو کیا۔“

”ہاں.... ہو گیا.... اب آپ سب ہونے والے ہیں۔“

”بھئی.... میرا تو فی الحال ارادہ نہیں ہے۔“ انسپکٹر جمشید

ہنسے۔

”اور نہ میرا۔“ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

”یہ.... یہ کیا باتیں شروع ہو گئیں.... ہوش ٹھکانے رکھنے

کی ضرورت ہے.... تارن آ رہا ہے۔“

”آتا ہے تو آتا رہے.... تارن جائے بھاڑ میں۔“ خان

رحمان نے منہ ہٹایا۔

”ضرور خان رحمان کے دماغ پر اثر ہو گیا ہے۔“ پروفیسر

بولے۔

”نہیں پروفیسر صاحب.... ایسی بات نہیں۔“ انسپکٹر جمشید

مسکرائے پھر خان رحمان کی طرف مڑے.... اور پر سکون آواز میں

بولے۔

”خان رتمان.... یہ دنیا کی زندگی تو چند روزہ ہے.... ہم اس دنیا میں جو اہرات کے محل بنا کر بھی ان میں رہنا شروع کر دیں.... تو ایک دن ان محلوں کو چھوڑ کر بہر حال یہاں سے جانا ہوگا.... اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے.... اور وہاں اسلام کے مطابق زندگی گزارنے والوں کو اللہ تعالیٰ موتیوں نہیہ دل اور جو اہرات کے محل عطا کریں گے.... ان میں رہنا ہمیشہ کار بہنا ہوگا.... لہذا خود پر قابو رکھو۔“

”جی.... کیا مطلب.... یہ اس وقت آپ نے انکل سے یہ الفاظ کیوں کہے؟ یہ باتیں تو ہم سب کو بہت اچھی طرح معلوم ہیں۔“

”مجھے.... معاف کرو ہمیشہ.... میں چند لمحات کے لیے یہ باتیں بھول گیا تھا۔“ خان رحمان نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا۔

”اوجہ.... آخر.... یہ کیا باتیں ہو رہی ہیں۔“

”تم لوگ نیلی کا پڑائی طرف دیکھو.... اور غور کرو.... چند منٹ بعد یہ صورت حال پیش آنے والی ہے۔“

”صاف ظاہر ہے.... ہمیں لڑنا ہوگا.... تارن سے.... اور تارن سے لڑنا وہی آسان کام نہیں۔“ محمود نے کہا۔

”نہیں سوچا.... لیکن ہم کیا کریں گے.... اس پر غور کرو۔“

”جی بہت اچھا.... آپ کہتے ہیں تو کر لیتے ہیں غور.... ویسے اس وادی میں یہ کام ذرا مشکل سا لگتا ہے۔“ فاروق نے منہ بتایا۔

”انکل.... پوری وادی کی نسبت روشنی اس طرف زیادہ

ہے.... اور یوں لگتا ہے۔ جیسے اس طرف کہیں آگ جل رہی ہے۔“
ایسے میں رفعت نے چیخ کر کہا۔

”کیا مطلب؟“ وہ سب اچھل پڑے۔

اب جو نئی انہوں نے غور کیا.... تو رفعت کی بات بالکل درست تھی۔

انہوں نے ایک نظر نیچے آتے پہلی کاپڑ پر ڈالی.... وہ ابھی کافی اوپر تھا.... اب انہوں نے اس طرف دوڑ لگادی.... جس طرف آگ محسوس ہوئی تھی.... اچانک وہ دوڑتے دوڑتے رک گئے....

انہوں نے اپنی زندگی کا حیرت انگیز ترین منظر دیکھا.... پہاڑ کے دامن میں ایک بہت بڑا سوراخ تھا.... اس سوراخ سے آگ آواز کے بغیر بہت دھیمے دھیمے انداز میں نکل رہی تھی....

اب انہیں معلوم ہوا.... ہادی، دراصل اس آگ سے روشن ہوئی تھی.... اور آگ روشن ہوئی تھی ان پتنگاریوں سے.... ایسے میں پروفیسر داؤد کی آواز ابھری۔

”میں سمجھ گیا بھئی۔“

”جی.... آپ کیا سمجھ گئے.... مہربانی فرما کر ہمیں بھی سمجھا۔“

دیں ذرا۔“

”اس غار سے وہ کیسے خارج ہو رہی ہے.... جو اس پوری ہادی میں پھیل گئی تھی.... غار میں سے نکل نکل کر گیس پھیل جاتی

تھی.... جس کو ہم دھند خیال کرتے رہے.... وہ دھند نہیں تھی غار سے نکلنے والی گیس تھی.... اسی گیس کی وجہ سے اوپر سے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا.... اسی گیس کی وجہ سے نیچے آنے والے زندہ نہیں چتے تھے... جو نہی وہ اترتے.... فوراً گیس ان پر اثر شروع کر دیتی.... اس گیس کی موجودگی میں وادی میں آکسیجن بہت کم رہ گئی تھی.... ہم نے جب کاغذ جلایا.... تو وادی میں پھیلی ہوئی گیس جل گئی.... مطلع صاف ہو گیا.... اور غار سے نکلنے والی گیس چونکہ ایک سوراخ سے نکل رہی تھی.... اس لیے اس نے آگ پکڑ لی۔ اب شعلے کی صورت اوپر اٹھ رہی ہے.... اس کی مثال یوں سمجھ لو.... جیسے گھروں میں گیس کے سلنڈر استعمال کئے جاتے ہیں.... اگر کوئی سلنڈر لیک ہو جائے.... اس میں سے گیس خارج ہونے لگ جائے.... اور اسی حالت میں وہاں کوئی دیا سلائی جلا دے.... تو کمرے میں پھیلی گیس تو ایک دھماکے سے جل کر ختم ہو جائے گی.... اور سلنڈر کے منہ پر آگ لگ جائے گی.... جب تک گیس خارج ہوتی رہے گی.... اس کے منہ پر آگ جلتی رہے گی.... یہی حال اس غار کا ہے.... جب تک غار کے منہ سے گیس نکلتی رہے گی.... آگ جلتی رہے گی.... اور اب یہاں آکسیجن کی کمی بھی نہیں ہوگی.... وہ کمی اس گیس کے پھیلنے کی وجہ سے ہوئی تھی.... غالباً یہ گیس وزنی ہے.... وزنی چیز نیچے رہتی ہے.... آکسیجن اس کی نسبت ہلکی ہوگی.... اسلئے یہ گیس آکسیجن کو اوپر کر دیتی تھی۔“

”اب ساری بات سمجھ میں آگئی.... لیکن انکل خان رحمان والی بات۔“ آفتاب نے کہنا چاہا کہ اچانک خان رحمان نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔
 ”شی۔“

وہ سب مسٹر ادیے.... اور ادھر انہوں نے ہیلی کاپڑ کو اترتے دیکھا۔

”مسٹر تارن آر ہے ہیں.... ہمیں ہیلی کاپڑ کے نزدیک پہنچ جانا چاہیے۔“ مکھن بولا۔

”نہیں.... وہ لوگ خود ادھر آجائیں گے.... اور خان رحمان.... تم تیار رہنا۔“

”مم.... میں.... یعنی کہ میں۔“ وہ ہکلائے۔

”اوہو.... پھر وہی۔“

”جی اچھا....“ انہوں نے ڈر کر کسی چھوٹے بچے کی طرح کہا۔

پھر انہوں نے ہیلی کاپڑ کو نیچے نکتے دیکھا.... تارن اور اس کے ساتھ آٹھ کے قریب آدمی اتر کر ان کی طرف بڑھنے لگے.... ان کے چہروں پر حیرت ہی حیرت تھی.... نزدیک آتے ہی تارن بولا۔

”کمال ہو گیا.... حد ہو گئی.... ہم کتنی مدت سے لگے ہوئے

تھے.... اور تم لوگوں نے چٹکی جاتے ہی مسئلہ حل کر دیا۔“

”اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں.... یہ سب اللہ کی مہربانی

ہے۔“

”لیکن یہ سب ہوا کیسے؟“ تارن بولا۔

”پہلے آپ بتائیں مسٹر تارن.... آپ لوگ جو یہاں اتنے

عرصے سے کام کر رہے تھے.... کیا آپ نے گیس ماسک پہنا کر آدمی نیچے نہیں اتارے۔“

”بہت دفعہ اتارے.... لیکن وہ اندھیرے میں کچھ بھی نہ

کر سکے.... نہ اندھیرا دور کر سکے.... البتہ جو لوگ گیس ماسک کے

بغیر اترے.... وہ اگر فوراً اوپر نہیں آگئے تو زندہ واپس نہیں آسکے۔“

”گویا آپ لوگوں کا اصل مسئلہ یہ تھا کہ اس وادی سے دھند

کس طرح چھٹ جائے.... تاکہ آپ لوگ اس کا جائزہ لے سکیں۔“

”ہاں! ہمیں ایک شک گزرا تھا۔“

”اور وہ کیا۔“

”یہ کہ یہ وادی ہیروں کی وادی ہے۔“

”کیا.... کیا کہا.... ہیروں کی وادی۔“ شوکی اور منور علی

خان وغیرہ چلا اٹھے۔

چلانے والوں میں خان رحمان شامل نہیں تھے.... نہ انسپکٹر

جمشید اور نہ انسپکٹر کامران مرزا شامل تھے.... باقی لوگ ضرور چلائے

تھے۔

”آپ.... آپ تینوں حیران نہیں ہوئے۔“

”ہم پہلے ہو چکے.... خان رحمان ایسے ہی دیوانوں کی طرح نہیں دوڑ گئے تھے.... اس وقت ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ لوگ دراصل ہیروں کے چکر میں ہیں.... ان کے آلات انہیں یہ توہناتے تھے کہ نیچے کچھ ہیرے موجود ہیں.... لیکن نیچے اندھیرا اس قدر تھا اور پھر وہ کیس.... کہ یہ لوگ سمجھ نہ کر سکے....“

”تو یہاں ہیرے ہیں۔“ تارن بولا۔

”اس قدر کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے.... جس طرح کسی دہائی میں کنکر پتھر بھرے پڑے ہوں.... بے شمار کنکر پتھر.... ان گنت کنکر پتھر.... اور جس کی طرف کوئی توجہ نہ دے.... اس طرح یہاں ہیرے بھرے پڑے ہیں.... ان کو اٹھانے والا آج تک یہاں کوئی نہیں آیا.... ہم پہلے لوگ ہیں.... جو آئے ہیں۔“

”نک.... کہاں ہیں وہ ان گنت ہیرے....“

”اور بہت بڑے بڑے.... یعنی ہم آج تک سنتے آئے ہیں کہ دنیا میں سب سے بڑا کوہ نور ہیرا ہے.... جو غالباً مرغی کے انڈے کے برابر بڑا ہے.... لیکن یہاں تو سیب جتنے.... بڑے ہیرے موجود ہیں۔“

”نن.... نہیں.... دو مارا.... وہ کس طرف ہیں....“ تارن پوری قوت سے چلا اٹھا۔

”اس طرف۔“ خان رحمان نے اشارہ کیا....

وہ وہی سمت تھی جس کی طرف وہ کچھ دیر پہلے پاگلوں کی طرح دوڑے تھے.... دراصل انہوں نے ان بکھرے ہوئے پتھروں کو بھانپ لیا تھا کہ پتھر نہیں ہیرے ہیں.... اسی لیے وہ بھاگے تھے اور پھر جو انسپکٹر جمشید نے دنیا اور آخرت کے محلوں کی جو بات کی تھی.... وہ انہی ہیروں کی وجہ سے کی تھی.... اور اب تارن اور اس کے ساتھ پوری قوت سے اس سمت ہی دوڑ رہے تھے۔

”اس سے بہتر موقع ہمارے لیے اور کوئی نہیں ہو گا۔“
فرزانہ نے سرگوشی کی۔

”خان رحمان جا چکے ہیں۔“ انسپکٹر جمشید نے اشارے میں

کہا۔

”لیکن ہم یہاں کیوں ٹھہریں۔“ فرحت بولی۔

”پروفیسر ارشاد کے لیے.... تارن نے کہا تھا.... میں اسے

ساتھ لے کر آتا ہوں.... لیکن وہ تو ان میں نظر آیا نہیں۔“

”ہمیں اسے پہچانتے کب ہیں۔“

”ہوں.... لیکن اس کا چہرہ ہو گا تو ملکی آدمیوں جیسا.... جب

کہ یہ سب کے سب غیر ملکی ہیں۔“

”ہوں.... پروفیسر والا معاملہ نہ جانے کب حل ہو گا۔“

شوکی نے جل کر کہا۔

”ویسے انگل.... ان لوگوں کو چھوڑ کر ہم پہلی کا پٹر اوپر لے

جاسکتے ہیں.... یہ یہیں پیر بیٹھتے رہ جائیں گے۔“ فرحت نے کہا۔
 ”ہم یہی کرتے.... اگر پروفیسر ارشاد کا مسئلہ نہ ہوتا۔“
 ”دھت تیرے کی۔“

ایسے میں خان رحمان بلا کی تیزی سے دوڑتے ان کی طرف
 آئے.... وہ فوراً ان کی طرف مڑے۔

”وہ.... وہ.... اندر ہے۔“ انہوں نے ہانپتے ہوئے دلی آواز
 میں مشکل کہا۔

”کون.... پروفیسر۔“

”ہاں۔“ انہوں نے زور سے سر ہلایا۔

”آؤ پھر.... جلدی۔“

ان سب نے دوڑ لگا دی.... اور آن کی آن میں ہیلی کاپڑ میں
 سوار ہو گئے.... پھر فوراً اس کے دروازے بند کر لیے.... خان رحمان
 نے آؤ دیکھنا نہ سوا.... ہیلی کاپڑ سٹارٹ کر دیا.... اب تک تارن اور
 اس کے سب ساتھی پانگلوں کی طرح بیروں سے کھیل رہے تھے.... وہ
 ان کو اچھال رہے تھے۔ اٹھا رہے تھے پھر اچھال رہے تھے.... قہقہوں
 پر قہقہے لگا رہے تھے.... ایک دوسرے پر پھینک رہے تھے.... خوشی کی
 زیادتی سے ایک دوسرے کو دھکے دے رہے تھے.... زمین پر گر رہے
 تھے.... اٹھ رہے تھے.... پھر پھینک رہے.... ان میں اور پانگلوں میں
 اس وقت کوئی ذرہ بھر بھی فرق نہیں رہ گیا تھا.... ان کی آنکھوں میں

بے شمار پانی بھر رہا تھا.... جو مسلسل بننے کی وجہ سے تھا....

ایسے میں جب اچانک انہوں نے ہیلی کا پٹر سٹارٹ ہوتے دیکھا تو ان سب کی ہنسی یک لخت رک گئی.... ان کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے.... آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں....

پھر وہ سب ان ہیروں کو بھول کر بے توجہ ہیلی کا پٹر کی طرف دوڑ پڑے.... اس قدر تیز کہ کیا کبھی دوڑے ہوں گے.... اس وقت تک ہیلی کا پٹر زمین چھوڑ چکا تھا.... وہ برابر اوپر اٹھ رہا تھا....

”فائر کرو.... فائر۔“ تارن کے ایک ساتھی نے چیخ کر کہا۔
 ”خبردار.... فائر نہ کرنا.... اس صورت میں ہیلی کا پٹر تباہ ہو جائے گا، رہم بھی اس واوی سے نہیں نکل سکیں گے۔“ تارن چیخا۔
 ”لیکن.... ہم اب بھی تو پھنس گئے ہیں۔“ اس کے ساتھی نے جھاک کر کہا۔

”نہیں.... اس صورت میں ہم نہیں پھنسے.... انسپکٹر جمشید اوپر جا کر ہمارے بارے میں ضرور ہمارے لوگوں کو بتائیں گے۔“
 ”نہیں تارن.... میں ایسا نہیں کروں گا۔“ انسپکٹر جمشید بولے۔

”کیا مطلب.... کیا آپ ہمیں یہاں مرنے دیں گے۔“
 ”نہیں.... ایسا بھی نہیں کریں گے ہم لوگ۔“ وہ بلند آواز

”اور وہ کیا....“ تارن فوراً لاپ۔

”اب جو میں کہوں.... آپ وہ کریں گے.... ان ہیروں کو ایک جگہ جمع کر لیں.... میں اوپر سے بیگ پھینک رہا ہوں.... ان دنگوں میں بیرے بھر بھر کر ری کی میٹر بھی پر چڑھ آئیں....“

”اوہ اچھا۔“ تارن نے کہا۔

”میٹر تارن.... کیا آپ بے بسی تو محسوس نہیں کر رہے۔“

ان پلے کا مران مرزانے مسکرا کر پوچھا۔

”ہاں تو.... کر تو رہا ہوں۔“

”بالکل ویسی بے بسی.... جیسی بے بسی میں آپ ہمیں بتانا کرنا چاہتے تھے۔“

”ہاں! یہی بات ہے۔“ اس نے کہا۔

”تھیلے نیچے گرائے جا رہے ہیں.... بھریں ان کو.... اور اوہ پر آنا شروع کریں.... ہم میٹر بھی لٹکا رہے ہیں۔“

”اچھا۔“ وہ ایک ساتھ بولے۔

نیپلی کا پڑ میں بیگ موجود تھے.... کیونکہ ان لوگوں کو تو پہلے ہی ہیروں کی موجودگی کا پتا تھا.... وہ تو اس وادی کو انہوں نے سر کیا نہیں تھا.... وہ جلدی جلدی تھیلے بھر نے لگے.... تھیلے کافی بڑے تھے.... پھر وہ بھر کے انہوں نے ان کو کندھوں سے لٹکا لیا اور میٹر بھی لی طرف آئے.... نیپلی کا پڑ مناسب اونچائی پر خان رحمان روک چلے

تھے....

لو آرمی اب سیر می پر چڑھتے چلے آرہے تھے.... تارن ان سب سے نیچے تھا.... جب تارن نے آخری سیر می پر قدم رکھ دیے تو انسپکٹر جمشید نے خان رحمان کو اشارہ کیا.... انہوں نے اس کو اور اوپر اٹھانا شروع کر دیا.... اس وقت انسپکٹر جمشید نے کہا:

”سب سے اوپر جو شخص ہے.... وہ اپنا تھیلا مجھے پکڑا دے... تاکہ اس بوجھ سے فارغ ہو جائے۔“

”اوہ.... بہت بہت شکریہ.... یہ بوجھ واقعی پریشان کر رہا ہے۔“

”اسے کہتے ہیں خدا کی قدرت.... اب ہیرے بھی بوجھ لگ رہے ہیں.... ہیروں کا بوجھ ناقابل برداشت ہو گیا ہے۔“ منور علی خان ہنسے۔

انسپکٹر جمشید نے نیچے جھک کر بیگ پکڑ لیا اور اس کو خان رحمان کو تھماتے ہوئے بولے۔

”ان تھیلوں کو ایک طرف رکھتے رہو خان رحمان۔“

”بھئی واہ.... مز آ گیا۔“

”ابھی اور آئے گا....“ وہ مسکرائے۔

”کیا مطلب....“ خان رحمان چونکے۔

”اب سب سے اوپر سے نیچے والا اپنا تھیلا اوپر والے کو

دے.... مامہ وہ بھی اس بڑے نجات حاصل کر لے۔“

”اوہ بہت بہت شکریہ۔“ دوسرا بولا۔

”اور یہی تیسرا کرے.... اپنے تھیلے اوپر والے کو پکڑا تے

چلے جائیں۔“

”شکریہ.... شکریہ۔“ وہ بولے۔

اس طرح سب تھیلے اوپر پہنچ گئے.... اب انہوں نے دروازہ

بند کر دیا۔ سیرھی اسی طرح نکلتی رہ گئی۔

”اب ہمیں بھی تو اوپر بلا لیں۔“ تارن چیخا۔

”تھوڑی سی بلندی پر پہنچ کر بات کروں گا مسٹر تارن۔“

انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

”میں.... میں سمجھا نہیں۔“

”ابھی سمجھا دوں گا۔“ انہوں نے کہا۔

ہیلی کاپٹر اوپر ہوتا چلا گیا.... یہاں تک کہ اس وادی سے

نکل آیا.... اس وقت سورج ان کے سروں پر چمک رہا تھا۔

”اب مسٹر تارن.... کیا آپ اس اونچائی سے نیچے چھلانگ لگا

سکتے ہیں۔“

”کیا بات کرتے ہیں.... اس اونچائی سے بھلا کوئی چھلانگ لگا

سکتا ہے۔“

”شکریہ.... یہی جواب سننا چاہتا تھا میں.... اور آپ اس ہیلی

کا پڑ کو تباہ بھی نہیں کر سکتے.... کیونکہ اس طرح آپ لوگ بھی تو مارے جائیں گے۔“

”نن نہیں.... نہیں.... ہم بھلا ایسا کیوں کریں گے۔“

”بہت خوب.... اب تو پھر بات آسان ہو گئی۔“

”بات آسان ہو گئی.... کون سی بات۔“

”ہم اس پہلی کا پڑ سے اسی حالت میں ایک دوست ریاست

تک جائیں گے.... راستے میں اگر آپ کی حکومت نے یا آس پاس کی حکومت نے پہلی کا پڑ گرانے کی کوشش کی تو پھر آپ پہلے مریں گے۔“

”نن نہیں.... نہیں کوئی ایسا نہیں کرے گا.... مائیک میری

طرف لڑکادیں.... میں ان لوگوں کو ہدایات دے دیتا ہوں.... جو پہاڑ کی چوٹی پر ہیں.... اول تو وہ اب تک ہمیں لٹکے ہوئے دیکھ چکے ہیں۔“

”پھر بھی آپ مائیک لے لیں اور ان سے بات کریں....

ہمیں راستہ بھی بتایا جائے.... پہلی کا پڑ میں کتنا تیل ہے.... یہ کہاں تک جاسکتا ہے.... ان سب باتوں کا خیال رکھا جائے.... ورنہ ہمارے ساتھ آپ بھی گئے کام ہے۔“

”نن نہیں.... نہیں.... میں بات کرتا ہوں.... آپ مائیک

لڑکادیں۔“ تارن بو کھلا کر بولا۔

پہلی کا پڑ بدستور بلند ہو رہا تھا.... تارن پہاڑ کی چوٹی پر

موجود اپنے ماتحتوں کو ہدایات دے رہا تھا.... اور وہ دم بخود ہدایات سن رہے تھے....

وہ سب سکتے کے عالم میں تھے کہ یہ سب کیا ہو گیا.... کیسے ہو گیا.... جلد ہی انہیں معلوم ہو گیا کہ ہیلی کاپڑ میں تیل بہت ہے.... اور وہ اپنی نزدیک ترین منزل تک آسانی سے جاسکتا ہے.... انہیں راستا بھی بتا دیا گیا.... کیونکہ ان کے نزدیک تارن اور اپنے لوگوں کی زندگیاں بہت اہم تھیں.... اور انسپکٹر جمشید نے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ انہیں زندہ سلامت چھوڑ دیں گے.... اگر ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی گئی.... اور انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ تارن اور ان کے ساتھیوں کو کچھ نہیں کہیں گے.... لہذا اس معاہدے کے تحت ان کا سفر شروع ہوا.... اس وقت انسپکٹر جمشید نے کہا۔

”مسٹر تارن.... آپ جس بے بسی میں ہمیں مبتلا کر دینا چاہتے تھے.... اب بالکل اسی بے بسی کا مزا آرہا ہے یا نہیں۔“

”بالکل آرہا ہے....“ تارن نے ڈھیلی آواز میں کہا۔

اس کی ساری اکڑ پر لگا کر اڑ چکی تھی.... اس طرح وہ دوست ریاست میں جا پہنچے.... انہیں پہلے ہی اطلاعات مل چکی تھیں.... لہذا ہیلی کاپڑ کو اور تارن اور اس کے ساتھیوں کو گھیرے میں لینے کے انتظامات مکمل کر لیے گئے تھے.... تارن کی طرف سے کسی بھی حرکت کا کوئی امکان تھا.... اس لیے انسپکٹر جمشید بھی نہیں بھولے

تھے.... لہذا پہلی کاپڑ کو اوپر ہی رکھا گیا.... پہلے صرف ان لوگوں کو نیچے اتارا گیا.... فوج نے تارن اور اس کے ساتھیوں کو فوراً بیڑیاں پہنا دیں.... زبردست حفاظتی انتظامات کے تحت انہیں ایک قلعہ نما عمارت میں بند کر دیا گیا.... اب ریاست کے حکمران کی ان سے ملاقات ہوئی.... انہوں نے ریاست کے حکمران کو تحفے کے طور پر ہیروں کا ایک تھیلا پیش کیا.... وہ دھک سے رہ گیا.... اب انہیں ایک خصوصی طیارے پر سوار کرایا گیا اور ان کے ملک کی طرف روانہ کیا گیا.... انشارجہ کو دھمکی دی گئی تھی کہ اگر طیارے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی تو تارن اور اس کے ساتھی زندہ نہیں چھپ سکیں گے.... ریاست کا حکمران ایک پکا سچا مسلمان تھا اور انشارجہ کے خلاف نفرت کے جذبات رکھتا تھا....

اس طرح وہ اپنے ملک پہنچے.... اب انہوں نے ریاست کے حکمران کو فون کیا....

”اب آپ تارن اور اس کے ساتھیوں کو رہا کر سکتے ہیں۔“
 ”لیکن جو نہی میں انہیں رہا کروں گا.... وہ مجھ پر حملہ کریں گے۔“ حکمران بولے۔

”تب پھر ضمانت کے طور پر ان کے چند ساتھی روک لیں... اور جب تک چند بڑی طاقتیں ضمانت نہ دیں.... اس وقت تک انہیں نہ چھوڑیں۔“

”ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔“ اس نے کہا۔
 فون بند کر کے وہ پروفیسر ارشاد کی طرف مڑے۔
 ”اب ہم آپ سے باتیں کریں گے۔“

.....

اوہ... ارے ہائیں

ابھی تک انہیں پروفیسر ارشاد خان سے باتیں کرنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا.... پہلے وہ تارن والے معاملے سے فارغ ہونے کے چکر میں تھے.... اب انہوں نے اس کی طرف دیکھا.... وہ اپنی عمر سے کافی بوڑھا نظر آ رہا تھا۔

”مجھ سے آپ کیا باتیں کرنا چاہتے ہیں۔“ اس نے نفرت زدہ انداز میں کہا۔

”تم نے تمہیں کے قریب بھکاریوں کو قتل کیا ہے۔“
 ”اس میں کوئی شک نہیں.... اگر میرا تجربہ مکمل نہ ہوتا تو میں اور زیادہ بھکاریوں کو قتل کرتا۔“

”ہمیں اس تجربے کی تفصیل درکار ہے۔“

”قیامت تک تو یہ ممکن نہیں۔“ اس نے کہا۔

”کیا مطلب؟“ وہ چونک اٹھے۔

”میں نے کہا ہے.... تم لوگ مجھ سے یہ تفصیل معلوم نہیں

کر سکتے....“

”لیکن کیوں.... اب تم چھپا کر کیا کرو گے.... کس کام آئے

کا تمہارے یہ راز چھپانا؟“

”کوئی پروا نہیں.... کام آئے نہ آئے.... میں نے اس کیس

پر کتنی محنت کی ہے.... یہ تو میں جانتا ہوں.... اور میں نے یہ راز تارن

تک کو نہیں بتایا.... اس نے مجھ پر ظلم کے پہاڑ توڑ ڈالے.... لیکن میں

نفس سے مس نہ ہوا.... اور تارن کے پاس تو زبان کھلوانے کی ایسی ایسی

چیزیں بھی تھیں کہ کیا بتاؤں.... لیکن تارن بھی تھک گیا اور مجھ سے

زبان نہ کھلوا سکا۔“

”کیا کہا.... کیا واقعی۔“ وہ چلائے۔

”ہاں.... بالکل.... اس نے ایڑی چوٹی کا زور لگا لیا.... لیکن

میں نے کوئی بات اسے نہیں بتائی۔“

”یہ.... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“ انسپکٹر کامران مرزا نے بے

یقینی کے عالم میں پوچھا۔

جواب میں پروفیسر مسکرایا.... پھر اس نے کہا۔

”ہاتھ کٹگن کو آرسی کیا۔“

”کیا مطلب؟“ سب ایک ساتھ چلائے۔

”مطلب تو میری بات کا آپ سمجھ گئے ہیں.... خیر.... میں

بتا دیتا ہوں.... میرے منہ سے آپ لوگ یہ نہیں اگوا سکیں گے....

آپ بھی تجربہ کر لیں.... تارن تجربہ کر کے تھک گیا.... آپ کیا

”ہیں۔“

”لوہ.... نن.... نہیں۔“ انسپکٹر جمشید چیخ اٹھے۔

”آپ کو کیا ہوا؟“

”اب تک میں حیرت زدہ تھا کہ تارن نے پروفیسر ارشاد خان کو اس قدر آسانی سے ہمارے ساتھ کیوں بھیج دیا.... اب معلوم ہو گیا اور میں اعلان کرتا ہوں.... تارن میں بہت زیادہ عقل ہے.... ہم شاید اس کی عقل کو کبھی نہ پہنچ سکیں۔“

”یہ کیا بات ہوئی انگل.... بات کر رہے تھے آپ پروفیسر ارشاد سے.... پہنچ گئے آپ تارن کی عقل پر....“ آصف کے لہجے میں حیرت تھی۔

”ٹھیک کہہ رہا ہوں۔“ وہ مسکرائے۔

”کیا ٹھیک کہہ رہے ہیں۔“

”تارن یہاں ہمارے ملک کے صدر کا تختہ الٹنے آیا تھا....

انشہر جہ یا بیگال کی مرضی یہی رہی ہوگی.... وہ ان کی مرضی کے مطابق یہاں آیا.... تختہ الٹا کر ابھی فارغ ہوا ہی تھا کہ یہاں اس کے کسی مقامی ایجنٹ نے پروفیسر ارشاد خان کے بارے میں رپورٹ دی.... شاید اس نے پروفیسر ارشاد خان کے ماضی کی کچھ باتیں بتائی ہوں.... چنانچہ یہ جاننے کے لیے کہ پروفیسر ارشاد خان ہے کس چلریس.... ان لوگوں نے اسے اغوا کر لیا.... اور قید میں رکھا.... اگر پروفیسر ارشاد جھوٹا

نہیں ہے تو گویا وہ اس وقت تک اس سے معلوم کرتے رہے ہیں کہ اس نے اتنے لوگوں کو کس بنا پر قتل کیا۔ اور اگر وہ واقعی ناکام رہے ہیں تو گویا پروفیسر کا راز اب تک راز ہے.... ہم بھی کچھ معلوم نہیں کر سکتے.... لیکن یہاں اس موقع پر تارن کی ذہانت کو داد دینا پڑتی ہے۔“

”لیکن باجان! ہمیں تو اس کی ذہانت دور دور تک نظر نہیں آرہی.... داد کس طرح دیں۔“ فرزانہ نے جل کر کہا۔

”اوہ ہاں.... میں اب یہی بتاؤں گا.... تارن نے سوچا.... وہ تو پروفیسر سے کچھ معلوم نہیں کر سکا.... کیوں نہ اسے انسپکٹر جمشید کے حوالے کر دیا جائے.... ان کا یہ تجربہ رہا ہے لہذا وہ اس سے کسی نہ کسی طرح معلوم کر ہی لیں گے۔ اور پھر وہ خود معلوم کر لیں گے.... یہ تھا ان کا پروگرام.... اس لیے تو میں حیران تھا.... تارن نے اس قدر آسانی سے انہیں ہمارے حوالے کیوں کر.... دراصل وہ راز معلوم کرنے کے چکر میں ہے۔“

”مسٹر ارشاد خان.... اب تو پھر آپ ہمیں بتادیں۔“

”نہیں.... یہ کیسے ہو سکتا ہے.... میں نے اپنی ساری زندگی گلا دی....“

”اچھا جالینوس کا کیا معاملہ ہے۔“ انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر

پوچھا۔

”کیا!!!“ وہ بری طرح اچھلا.... آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

”واہ.... یہ ہوئی ثبات۔“ انسپلٹر جمشید نے خوش ہو کر کہا۔
 ”کیا ہوا ہے انکل... ہماری سمجھ میں تو کوئی بات نہیں آئی۔“
 آفتاب نے گھبرا کر کہا۔
 ”عقل پلے ہو تو سمجھ میں آئے گا۔“ فاروق نے طنز یہ انداز میں کہا۔

”چلو تمہارے پلے تو ہے عقل... تم بتا دو... کیا سمجھے ہو۔“
 آفتاب نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔
 ”ہاں ضرور.... کیوں نہیں.... آخر یہ صاحب جالینوس
 سالاری کا نام سن کر اس قدر زور سے کیوں اچھلے۔“
 ”ہاں واقعی.... یہ تو ہے.... بتاؤ بھائی.... کیوں اچھلے۔“
 ”تارن کو نہیں بتایا.... میرے مقابلے پر وہ ہار گیا.... تم کیا
 ہو۔“ وہ ہنسا۔

”اچھا.... یہ بات ہے.... خیر.... اب ہم معلوم کر کے
 چھوڑیں گے۔“

”ناممکن.... وہ تجربہ میرا پتا ہے.... اس سے فائدہ اٹھاؤں
 گا تو صرف میں.... کوئی اور میرے تجربے سے فائدہ اٹھائے.... یہ
 میں برداشت نہیں کر سکتا.... یہی تو وجہ تھی.... میرے اغوا کی....
 تارن مجھ سے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ میں نے اتنے بھکاری کیوں ہلاک
 کئے... ان لوگوں کو میرے بارے میں پہلے سے بہت کچھ معلوم رہا

ہو گا.... ورنہ وہ اچانک میری طرف متوجہ نہیں ہو گئے تھے.... ان لوگوں نے میرے ساتھ کیا کیا کچھ نہیں لیا.... سارے حربے آزما ڈالے.... لیکن میں نے انہیں ایک لفظ نہیں بتایا۔“

”لیکن تم ہمیں بتاؤ گے۔“ انسپکٹر جمشید نے آنکھیں نکالیں۔

”ہرگز نہیں.... میں مر جاؤں گا.... بتاؤں گا نہیں۔“

”ارے باپ رے۔“ مکھن بدکھلا اٹھا۔

”کیا ہوا؟“ سب اس کی طرف گھوم گئے۔

”اگر یہ صاحب بتائے بغیر مر گئے تو ہم یہ راز کیسے جان سکیں

گے۔“

”یار یہ سوال اس وقت اٹھانا.... جب یہ مر جائے.... ابھی

زندہ ہے.... لہذا مجھے بات کرنے دو۔“ انسپکٹر جمشید نے جھٹاکر کہا۔

”نہیں معلوم کر سکو گے ہمیشہ۔“

”اچھا.... دیکھتے ہیں بھئی۔“

”اور ایک بات اور بتا دوں۔“ اس نے طنز یہ کہا۔

”چلو تم کچھ بتانے پر تیار تو ہوئے۔“ محمود نے منہ بنا کر کہا۔

”پہلے سن لو.... خوش ہونے کے بارے میں بعد میں سوچنا..

تارن نے تنک آ کر خود مجھے تم لوگوں کے حوالے اسی لئے کیا

ہے.... ورنہ وہ ایسا ہرگز نہ کرتا۔“

”کیا مطلب؟“

”اس نے سوچا.... وہ تو مجھ سے کچھ نہ معلوم کر سکا.... تو کیوں نہ مجھے تم لوگوں کے حوالے کر دے‘ شاید تم مجھ سے راز معلوم کر سکو اور پھر وہ تم سے یہ بات معلوم کر لے۔“

”ہو سکتا ہے.... اس نے یہ سوچا ہو.... اور اسی لئے وہ تمہیں ہیلی کاپٹر پر بٹھا کر لے آیا ہو.... لیکن اس سے پہلے تک تو وہ کسی صورت تمہیں ہمارے حوالے کرنے پر تیار نہیں تھا.... یہ ساری جگہ تمہاری خاطر تو ہوئی ہے۔“

”اس وقت تک اتے یقین تھا کہ مجھ سے اگلوے گا.... پہلے انہوں نے مجھے کئی طرح کے لالچ دیے.... کہ اس راز کے اصل مالک تم ہی رہو گے.... تم جو مائلو کے.... دیا جائے گا.... وغیرہ وغیرہ.... لیکن میں اس سے مس نہ ہوا.... میں دنیا کو یہ راز نہیں بتا سکتا.... میں صرف اس راز کو اپنے تک رکھوں گا فائدہ اٹھاؤں گا.... پھر دیکھئے گا انسپکٹر صاحبان.... یہ دنیا کس طرح میرے قدموں میں جھکتی ہے.... دنیا کے کے لیے میں کیا چیز بن جاتا ہوں۔“

”لیکن....“ انسپکٹر جمشید سرد ترین آواز میں بولے۔

وہ سب چونک کر ان کی طرف دیکھنے لگے....
 ”آپ کا یہ لیکن... بہت خوفناک ہے۔“ فاروقی گھبرا کر بولا۔

”ہاں.... شاید۔“ وہ بولے۔

”ہاں شاید.... گویا آپ کو یقین نہیں کہ یہ خوفناک ہے یا

”نہیں۔“

”ہاں شاید۔“ وہ مسکرائے۔

”آپ مذاق کے موڈ میں ہیں کیا۔“

”نہیں.... مذاق میرے موڈ میں ہے۔“ وہ لے۔

”آپ سو فیصد ہمارے انداز میں باتیں کر رہے ہیں....“

خبردار۔ ”فاروق چلا اٹھا.... جیسے انہیں کسی بڑے خطرے سے خبردار کیا ہو۔“

”کان نہ کھاؤ.... ہاں تو مسٹر پروفیسر ارشاد خان... آخری بار تم سے پوچھتا ہوں... تم نے تمس کے قریب بھکاری کیوں ذبح کیے۔“

”اپنے تجربہ کے لیے۔“

”جس تجربہ پر تمس انسانوں کا خون صرف ہوا.... وہ کسی

کے لیے بھلائی کیسے بن سکتا ہے۔“

”یہ ایک ایسا بھلائی کا منصوبہ ہے کہ کیا کوئی منصوبہ ہو گا۔“

اس نے کہا۔

”ہم کیسے مان لیں.... جب کہ تم کچھ بتانے پر تیار نہیں۔“

”یہ میری مجبوری ہے۔“

”آپ کا وہ لیکن رہ گیا۔“ فاروق نے گویا دلدل لایا۔

”میں یہی کہنا چاہتا تھا.... اس شخص کے تجربے سے چاہے

ساری دنیا کو فائدہ پہنچتا ہے.... لیکن تمس آدمیوں کا خون کہاں جائے

گا.... وہ اس کی گردن پر نہیں تو پھر کس کی گردن پر ہو گا.... قاتل کے طور پر پچانسی سے دی جائے گی.... سوال تو یہ ہے۔“

”واقعی.... یہ سوال بہت بڑا ہے.... بہت خوفناک ہے....

مسٹر پرو فیسر.... تمہارے پاس اس سوال کا جواب کیا ہے۔“

”کوئی جواب نہیں.... مجھے آزاد کر دیا جائے.... میں کسی

آزاد ملک میں جا کر اپنا ایک بہت بڑا ہسپتال بناؤں گا.... پھر دنیا کو بتاؤں گا.... کہ میں نے کیا تجربہ کیا ہے۔“

”اور بہت بڑا ہسپتال بنانے۔۔۔ یہ دولت کہاں سے آوے گی۔۔۔“

”دولت.... آپ بیروں کا یہ تھیلا مجھے دے دیں.... کیا

آپ ہنسی نوع انسان کی بھلائی کے لیے اتنا بھی نہیں کر سکتے۔“

”کیوں نہیں کر سکتا.... اس کا ایک حل ہے۔“

”اور وہ کیا۔“ اس نے جلدی سے کہا۔

”ہم تمہارے نام پر ہسپتال بنوائیں گے.... بہت بڑا ہسپتال..

وہاں تمہارے تجربے سے فائدہ اٹھایا جائے گا.... اور تمہیں ان تیس

بھکاریوں کے قتل کے جرم میں پچانسی دے دی جائے گی۔ اس طرح

تم پچانسی پا کر بھی زندہ رہو گے۔“

”یہ مذاق ہے.... کیا پچانسی پانا اتنا ہی آسان ہے۔“

”جن تیس آدمیوں کی تم نے جان لی.... یہ ان کی جان اتنی

ہی آسانی سے نکل گئی تھی۔ ”انہوں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

وہ لاجواب ہو کر اوہر اوہر دیکھنے لگا۔

”نہیں جناب! یہ ہیل اس طرح منڈھے نہیں چڑھے گی۔“

ایسے میں شوکی کی آواز سنائی دی۔

”کیا مطلب؟“ انسپلر جمشید اس کی طرف مڑے۔

”اس سے راز اگلوٹا ہو گا.... اس کے بغیر یہ مسئلہ حل نہیں

ہو گا۔“

”میں اتنا تو سمجھ گیا ہوں.... وہ تجربہ تھا کوئی ڈاکٹری تجربہ..

اس کا تعلق انسانوں کے آپریشن سے تھا.... لیکن کیا تھا.... یہ میں

اندازہ نہیں لگا سکا۔“

”میرا خیال ہے.... پہلے ہم ان کی منتیں کرتے ہیں۔“ شوکی

بولے۔

سب لوگ مسکرا دیے۔

”تھکیت ہے.... اپنی کوشش کر کے دیکھ لو.... پھر ہم اپنا کام

شروع کریں گے۔“ وہ بولے

”مہربانی فرما رہتا دیں۔“ آفتاب نے فوراً کہا۔

”آپ کا یہ احسان پوری دنیا مان جائے گی.... بتادیں۔“

فاروقی بولے۔

”لوگ آپ کی تصویر کو سر آنکھوں پر رکھیں گے.... آپ کو

اس لیے نہیں کہ آپ کے گلے میں تو پھانسی کا پھندا ہو گا۔“ مکھن نے فوراً کہا۔

”نن نہیں.... نہیں۔“ وہ چلایا۔

”بھائی پھانسی سے اس قدر نہ ڈرو.... روز روز تو پھانسی ملتی نہیں۔“ شوکی نے کہا۔
 ”نن نہیں۔“

”معلوم ہوا.... تم پھانسی کے نام سے بدکتے ہو.... یہی بات ہے نا۔“

”بالکل یہی بات ہے۔“ اس نے خوش ہو کر کہا۔

”اچھا ہم وعدہ کرتے ہیں.... تمہیں پھانسی کی سزا نہیں دی جائے گی.... زہر دے کر ہلاک کر دیا جائے گا۔“
 ”حد ہو گئی۔“ وہ غرایا۔

”گویا تمہیں یہ بھی پسند نہیں۔“ فرزانہ نے منہ بتایا۔

”نہیں نہیں نہیں۔“ اس نے مارے خوف کے کہا۔

”نہیں کا اتنا فضول خرچ نہ کرو۔“ مکھن نے منہ بتایا۔

”چلو شکر ہے.... کوئی بات تو ایسی ہے.... جس سے یہ خوف

زدہ ہے۔“

”اوہو.... ہمارے یہ بات بھلا کس طرح کام آئے گی۔“

فرحت نے جل کر کہا۔

”ضروری نہیں کہ ہر بات ہمارے کام کی ہو۔“ رنعت مسکرائی۔

”فضول باتیں کر رہے ہو تم لوگ“ انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔
 ”ارے ہاں! ہم تو ان صاحب کی منتیں کر رہے تھے.... چلو بھئی ہو جاؤ۔“

”کوئی فائدہ نہیں.... میں اپنی ضد کا پکا ہوں۔ تم یہ کیوں نہیں سوچتے.... کہ تارن کیوں ناکام ہو گیا تھا۔ کیا ان کے پاس زبانیں کھلوانے کے آلات یہاں سے کم ہیں۔“

”نہیں.... یہاں کی نسبت کئی گنا زیادہ ہیں.... لیکن اپنا پنا طریقہ ہوتا ہے.... دیکھو.... تم بتاؤ نہ بتاؤ.... تمہارے تجربہ سے دنیا کو فائدہ پہنچے یا نہ پہنچے ہم تمہیں پھانسی پر تو ضرور چڑھائیں گے....“
 ”اس طرح تم وہ راز بھی نہیں جان سکو گے۔“
 ”وہ تو تم بتا ہی نہیں رہے۔“

”آپ میری سزا معاف کرادیں.... میں کسی ملک چلا جاؤں گا.... وہاں جا کر میں اس پوری دنیا کے کام آؤں گا۔“
 ”یہ ناممکن ہے.... تمیں آدمیوں کے قاتل کو ہم کس طرح چھوڑ سکتے ہیں۔“

”بس تو پھر.... تم سے جو ہو سکے کر لو۔“
 ”وہ ہم کریں گے.... اور تم بتاؤ گے.... ابھی تم جانتے

نہیں.... ہم کیا کیا ترکیبیں لڑائیں گے۔“ انپیکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

”پہلے ترکیبیں لڑالو.... پھر بات کرنا مجھ سے۔“
 ”اوکے.... یہ اس طرح نہیں مانے گا بھئی.... اسے خفیہ
 ٹھکانہ نمبر تین پر لے چلو۔“

اب وہ اسے خفیہ ٹھکانے پر لائے.... یہاں انہوں نے زبان
 کھلوانے کے بے شمار آلات نصب کر رکھے تھے.... کچھ آلات نفسیاتی
 بھی تھے.... انہوں نے باری باری ان کو آزمانا شروع کیا.... وہ ناکام
 ہوتے چلے گئے.... پہلے اسے شانجھوں میں کسا گیا.... اس پر کوئی اثر نہ
 ہوا.... وہ نہ چیخا نہ چلایا.... بلکہ وہ ان شانجھوں میں بھی ہنستا رہا....

”ارے بھائی.... تم کس چیز کے نئے ہوئے ہو.... تم ہی
 بتادو۔“

”گوشت پوست اور ہڈیوں کا۔“

”تمہیں تکلیف کیوں نہیں ہوتی۔“

”میں نے اپنے جسم کو بے حس بنالیا ہے.... ایسی دوائیں
 ایجاد کیں کہ اس کے استعمال کے بعد جسم کو کوئی تکلیف محسوس نہیں
 ہوتی۔“

”کرم سلاخوں کے بارے میں کیا خیال ہے ہمیشہ۔“ خان

رحمان بولے۔

”یہ بھی کر کے دیکھ لیں۔“ اس نے فوراً کہا۔
 ”ہمیں اس کی باتوں پر نہیں جانا چاہیے....“ آفتاب نے فوراً

کہا۔

”ہاں! ہمیں اس کی باتوں پر آنا چاہیے۔“ فاروق ہنسنا۔
 ”میرا مطلب ہے.... اپنا یہ تجربہ آزمانا چاہیے.... کیا پتا اس

کا کون سا پہلو کمزور ہے۔“

”اوہ ہاں! واقعی۔“

”اوہ.... ارے ہائیں۔“

ایسے میں مارے حیرت کے پروفیسر داؤد کے منہ سے نکلا۔

.....

آخری کوشش

وہ سب چونک کر ان کی طرف مڑے.... ان کے چہرے پر خوف کا عالم تھا۔

”نیا ہوا آپ کو.... آپ کے چہرے پر خوف کیوں ہے۔“

”تت.... تت.... تارن۔“ وہ ہکلائے۔

”تت.... تت.... تارن.... یہ کیا بات ہوئی۔ یہ تارن یہاں

کہاں سے آئے.... کیا آپ کو تارن دکھائی دیا ہے۔“

”نہیں۔“ وہ ہکلائے۔

”تب پھر؟“

”تارن چال چل گیا۔“

”تارن چال چل گیا.... کون سی چال۔“

”اُف۔“

”چلے ہمیں آپ کا اف بھی قبول ہے.... آپ کچھ بتائے تو

سی۔“ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

”وہ ارشاد خان سے کچھ بھی نہ اگلو اسکا.... جب ہم نے وادی

سے اس دھند کو ختم کر دیا تھا تو اس نے سوچا.... اب ہم لوگوں کو ہمارے ملک میں آنے دیا جائے.... اور پروفیسر ارشاد خان کو ان کے حوالے کر دیا جائے.... لیکن طریقہ ایسا ہو کہ ہمیں ذرا سا بھی شک نہ گزرے.... اور دلیجو کو.... جو شید.... ہمیں.... کسی کو ذرا سا بھی شک نہیں لڑا کہ وہ ہم سے چال چل گیا ہے۔

”کیا مطلب.... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔“

”بہت خوفناک بات۔“

”چلے کتنے پھر.... ہم کافی حد تک خوف زدہ ہو چکے ہیں۔“

فاروق بولا۔

”اس نے سوچا.... ہم دس پندرہ تھیلے ہیرا دل کے بھر لے جاتے ہیں تب بھی یہ سودا منگا نہیں.... اگر اس چکر میں ڈاکٹر ارشاد کا راز معلوم ہو جائے۔“

”آخر کیسے.... وہ خود تو راز معلوم نہیں کرے گا.... ہمارے

ذریعے وہ کس طرح معلوم کر لے گا۔“

”جو نئی راز پروفیسر کے منہ سے نکالے وہ سن لیں گے۔“

”کیا!!!“ وہ ایک ساتھ چلا۔

”کیا....“ پروفیسر ارشاد خان دیکھا۔

”ہاں! یہی بات ہے۔“ بات لی ابھی تصدیق

ہو جائے گی۔“

”ہم ابھی تک کچھ نہیں سمجھ سکے۔“

”ابھی سمجھ جاؤ گے.... چند ماہر ڈاکٹر صاحبان کو یہاں بلا لیا

جائے.... یا پھر اسے ملٹری ہسپتال لے چلتے ہیں.... یہی مناسب رہے گا.... یہاں کیا ہے.... اٹھا کر لائیں گے وہ لوگ۔“

”لیکن آپ نے وضاحت نہیں کی انکل۔“ فرزانہ بے چین

تھی۔

”وہیں کر دوں گا۔“ وہ بولے۔

آخر پروفیسر کو ہسپتال لایا گیا.... انسپکٹر جمشید نے فوراً تمام ڈاکٹروں کو اپنے گرد جمع کر لیا۔

”ہمیں ان کا مکمل چیک اپ چاہیے.... ان کے جسم کے ایک

ایک حصے کا۔“

”ارے.... یہ تو ڈاکٹر ارشاد خان ہے.... اف.... یہ کہاں

غائب ہو گئے تھے.... دل کے آپریشن کے اس قدر ماہر اور یہ غائب

ہو گئے.... ملک کو ان کی حد درجے ضرورت ہے۔“ میڈیکل ہسپتال

کے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ نے کہا۔

”بڑی مشکل سے انہیں تلاش کر کے لائے ہیں۔“

”اچھی بات ہے.... ابھی چیکنگ شروع کر دیتے ہیں....

لیکن مسئلہ کیا ہے۔“

”وہ ہم بعد میں بتائیں گے.... پہلے چیک اپ۔“ پروفیسر

داؤد مسکرائے۔

پروفیسر ارشاد کو مشینوں والے ہال میں لایا گیا.... وہ سب ساتھ تھے.... پروفیسر کارنگ اڑا جا رہا تھا.... ایسے میں اس نے چیخ کر کہا۔

”آپ میرے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہیں۔“
 ”آپ خوف زدہ کیوں ہو گئے ڈاکٹر.... آپ ان آلات کو پہنچاتے ہیں.... ان سے تو صرف انسان کا چیک اپ کیا جاتا ہے اور بس۔“

”لیکن کیوں.... کیوں آپ ایسا کرنا چاہتے ہیں۔“
 ”آپ جانتے ہی ہیں.... پروفیسر داؤد صاحب نے یہ بات ابھی تک ہمیں بھی نہیں بتائی۔“
 ”ہوں.... اچھا۔“ اس نے سر جھکا دیا.... وہ اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

اور پھر اس پر کام شروع ہوا.... اچانک کئی ڈاکٹروں کے منہ سے نکلا۔

”یہ.... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“

”کیا کیسے ہو سکتا ہے۔“

”ڈاکٹر کے دماغ کے اندر گدی کی طرف ایک ننھا سا آلہ موجود ہے.... وہ گوشت پوست کا نہیں ہے۔ بلکہ انسانی ہاتھوں کا

تیار کردہ کوئی سائنسی آلہ ہے۔“

”آہ.... یہی میرا خیال تھا۔“ پروفیسر داؤد نے سر دآہ بھری۔

”کیا مطلب۔“ پروفیسر ارشاد چلا اٹھا۔

”جو نمی تم راز بتاتے.... تارن کو خبر ہو جاتی.... وہ تم سے نہ

اگلو اسکا.... اس نے سوچا.... انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا ضرور کوئی ایسی ترکیب کر لیں گے کہ یہ راز اگل دے.... اور اس آلے کے ذریعے وہ بھی معلوم کر لے گا۔“

”لوہ اوہ۔“ ان کے منہ سے نکلا۔

”دیکھا.... اگر میں بتا دیتا تو.... تارن کو ہو گیا تھا معلوم۔“

”خیر اب ہم یہ آلہ نکال دیتے ہیں.... اس کو ضائع کر دیتے

ہیں.... اس کے بعد آپ ہمیں بتا دیں.... آپ نے کیا بات معلوم کی تھی....“

”ہرگز نہیں۔“ اس نے فوراً کہا۔

”اچھی بات ہے... ہم آپ سے معلوم کر لیں گے.... تارن

کے سننے کا خطرہ تو دور ہوا۔“ وہ مسکرائے۔

اس آلے سے نجات حاصل کرنے کے بعد وہ پھر خفیہ

ٹھکانے پر آگئے۔

”آپ کو بہت زبردست خیال آیا پروفیسر صاحب۔“ منور

علی خان کی آواز سنائی دی۔

”اس میں میرا کوئی کمال نہیں.... یہ خیال مجھے اللہ کی مہربانی سے آیا۔“ انہوں نے مسکرا کر کہا۔

”اوہ ہاں! یہ بات تو ہے.... پروفیسر ارشاد.... بہت ہو چکی.. مہربانی فرما کر اب بتا ہی دیں.... مارے سہنس کے سب کا برا حال ہے.... اتنا تو کبھی ہم نے کسی کو سہنس میں جتا نہیں کیا ہو گا.... حالانکہ ہم اس بات کے لیے مشہور ہیں۔“ فاروق نے تنگ آئے ہوئے انداز میں کہا۔

”کس بات میں مشہور ہیں؟“ ڈاکٹر ارشاد نے پوچھا۔
 ”دوسروں کو سہنس میں جتا کرنے میں.... لیکن آپ نے ہمارا بھی ریکارڈ توڑ دیا ہے۔“
 ”ابھی اور توڑوں گا۔“

”ارے بھائی.... اب جانے دو۔“
 ”مم.... مجھے پیشاب کی حاجت ہو رہی ہے۔“
 ”ہاں کیوں نہیں.... ساتھ ساتھ روم ہے۔“
 وہ اٹھا اور اندر چلا گیا....

”اب اس سے کس طرح معلوم کریں۔“
 ”زیادہ سختی کر نہیں سکتے.... نہیں مرنے جائے اور راز راز نہ رو جائے۔“

”عجیب مشکل ہے۔“

”میں اب ایک نفسیاتی طریقہ اختیار کروں گا۔“ انسپکٹر جمشید

بولے۔

”اور وہ کیا ہو گا انکل۔“ شوکی بولا۔

”دیکھ ہی لو گے....“

”حیرت ہے.... تارن نے ہمیں ہیرے سمیت ادھر آنے

دیا....“

”وہ ایک عجیب و غریب شخص ہے.... اس کے ذہن میں کیا

ہے.... میں اندازہ نہیں لگا سکا۔ اس کیس کا میں نے یہی اندازہ لگایا

ہے.... وہ کہاں سے شروع ہوا.... اور کہاں تک پہنچا.... یعنی اس نے

اپنی اس طرح ظاہر کی کہ ہم دھوکا کھا گئے....“

”واقعی.... وہ عجیب مجرم ہے.... اس سے دوسری ٹکر میں

مزا آئے گا....“

”ہمیں ابھی سے اس سے بے کی تیاری شروع کر دینی

چاہیے.... وہ آئے گا ضرور.... ہم سے پروفیسر ارشاد کا راز معلوم

کرنے.... کیونکہ اب تو اسے ویسے بھی آنا پڑے گا.... وہ سوچے گا....

ہیرے بھی لے گئے.... راز بھی ہاتھ نہ لگا.... اب ان لوگوں سے

ٹکراتا ہی ہو گا.... اپنے ہیرے بھی واپس لوں گا اور راز بھی حاصل

کروں گا.... لہذا وہ آئے گا.... بہت جلد....“

”ارے.... یہ حضرات اب تک نہیں آئے۔“ آفتاب چونک

اٹھا۔

”آجائے گا.... جائے گا کہاں۔“ انسپکٹر کامران مرزا نے منہ

بتایا۔

”ویسے انکل.... کیا آپ اب تک اندازہ بھی نہیں لگا سکے... کہ وہ راز کیا ہے۔“ شوکی نے انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا کی طرف دیکھا۔

”نہیں.... یہی تو مشکل ہے۔“

”کیا تم اندازہ لگا چکے ہو شوکی۔“ پروفیسر داؤد نے اسے

گھورا۔

”جج.... جی نہیں.... میری ایسی مجال کہاں۔“ وہ مسکرایا۔
 ”خیر.... یہ تو کوئی بات نہیں.... کسی کے ذہن میں کوئی بھی بات آسکتی ہے۔“

”ہوں.... ارے.... وہ اب تک نہیں آیا۔“

”واقعی.... دیر ہو گئی.... میں دیکھتا ہوں۔“ محمود نے کہا اور

باتھ روم کے دروازے پر آکر ہاتھ سے دھپ دھپ کی....

”ارے بھائی پروفیسر صاحب.... آپ خیریت سے تو ہیں..

ہم آپ کی خیریت نیک چاہتے ہیں۔“ اس نے ہانک لگائی۔

”حد ہو گئی۔“ فرزانہ نے جھلا کر کہا

”اس میں حد کہاں سے ہو گئی۔“ محمود نے اسے گھورا۔

”سیدھے سادھے انداز میں آواز دو۔“

”پروفیسر ارشاد خان.... باہر آجائیں.... بہت دیر ہو گئی ہے.... ہم تھک گئے انتظار کرتے کرتے۔“ یہ کہہ کر اس نے فرزانہ کی طرف دیکھا۔

”اب ٹھیک ہے۔“

”ہاں! ٹھیک ہے.... ہو جائے گا گزارا۔“ فرزانہ نے منہ بتایا۔

اور پھر جب اندر سے کوئی جواب نہ ملا تو انسپکٹر جمشید تیزی سے دروازے پر آئے.... خوب زور سے دروازے کو پیٹ ڈالا۔
”پروفیسر....“ وہ چلائے۔

اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔

”محمود.... ہٹ جاؤ.... دروازہ توڑنا پڑے گا۔“

انہوں نے پیچھے ہٹ کر دروازے کو ایک ٹکڑے ماری....
دروازہ دوسری طرف جاگرا.... اندر پروفیسر ارشاد فریش پر چپٹ پڑا تھا اور اس کی آنکھیں کھلی تھیں۔

”ازے باپ رے.... اس نے تو خود کشی کر لی۔“ وہ چلائے۔

”اف مالک.... یہ.... یہ کیا ہوا ہے؟“ انسپکٹر کامران مرزا

نے بوجھلا کر کہا۔

”حیرت ہے.... اس نے خود کشی کی کس چیز سے....“

”آہا.... وہ دیکھو.... سوچ پورڈ کی ایک تار ٹنگی ہے.... گویا

اس نے تار بھیج کر اس کو ننگا کیا اور پکڑ لیا....“

”لیکن ہم نے اس کے گرنے کی آواز نہیں سنی۔“

”ہم باتوں میں مصروف تھے.... شاید اس لیے دھیان نہیں

گیا.... ادھر.... اس کے ہاتھ میں تو ایک کاغذ بھی ہے....“ شوکی کی آواز سنائی دی۔

اب ان کی نظریں کاغذ پر جم گئیں.... انسپکٹر جمشید نے کاغذ

اس کی مٹھی سے نکال کر سیدھا کیا.... اس پر لکھا تھا۔

”تم ہار گئے انسپکٹر! اب تم میرا راز کبھی نہیں جان

سکو گے.... تارن بھی ہار گیا.... ایک معمولی انسان نے

کتنے بڑے بڑے لوگوں کو شکست فاش دے دی.... تارن

زور لگا کر تھک گیا.... میں نے اسے راز بتا کر نہ دیا.... آپ

اب کوشش شروع کرنے لگے تھے... سو میں نے سوچا....

آخر میں کب تک سختیاں برداشت کروں گا.... کہیں تھک

کر ایک دن راز اگل نہ دوں.... جب کہ اس راز کو میں نے

صرف اور صرف اپنے لیے حاصل کیا تھا.... میں چاہتا

تھا.... اس فن کے ذریعے میں پوری دنیا کا ایک انوکھا

انسان بن جاؤں.... دور دور سے لوگ بلکہ ملکوں کے

سربراہ میرے دروازے پر آیا کریں.... ہاتھ جوڑ کر لائن

میں میرے سامنے کھڑے ہو جایا کریں.... لیکن میرے راز کی بھٹک تارن کو ہو گئی.... تارن یہاں حکومت کا تختہ الٹنے کی نیت سے ہرگز نہیں آیا تھا.... وہ تو صرف اور صرف مجھے اغوا کرنے کے لیے آیا تھا.... حکومت کا تختہ تو اس نے آپ لوگوں کو الجھانے کے لیے لٹا تھا.... پھر اس نے آپ کو ایسا الجھایا.... ایسا الجھایا کہ بہت دیر تک تو آپ کو میں یاد بھی نہ آیا۔

بہر حال مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ تارن مجھ سے کچھ معلوم نہیں کر سکا.... اور نہ آپ.... اور میں یہ راز لے کر دوسری دنیا میں جا رہا ہوں.... اگر میں اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکا.... تو دوسرے کیوں فائدہ اٹھائیں.... ہاں یہ بتا دوں.... میں نے بھکاریوں کو اپنا تجربہ مکمل کرنے کی خاطر اغوا کرایا تھا جو نئی میں تجربہ میں کامیاب ہوا.... میں نے اغوا کا سلسلہ بد کر دیا.... انسپکٹر جشید اور انسپکٹر کامران مرزا.... تم لوگ دنیا کے ذہین ترین لوگوں میں شمار کیا جاتے ہو.... لیکن میں تمہیں شکست دے کر یہاں سے جا رہا ہوں.... اب دوسری دنیا میں ملاقات ہوئی تو میں تمہیں وہاں اپنا راز بتاؤں گا.... لیکن اس وقت وہ راز تمہارے کسی کام نہیں آئے گا۔“

الفاظ ختم ہو گئے.... وہ سب سکتے کے عالم میں بیٹھے رہ گئے۔
 کافی دیر تک اس حالت میں بیٹھے رہنے کے بعد آخر انسپکٹر جمشید نے کہا۔
 ”میں ایک آخری کوشش ضرور کروں گا۔“
 ”جی.... آخری کوشش۔“

”ہاں! اکثر اشراف نے کیا بات معلوم کی تھی.... وہ معلوم کرنے کی آخری کوشش۔“

”اوہ.... لیکن آپ کیا کریں گے۔“
 ”وہ شخص موجود ہے.... جس کے ذریعے ڈاکٹر کو کوئی خیال
 سہجھا تھا.... یعنی جالینوس سالاری۔“

”لیکن.... اے کا تو آپ چیک اپ کرا چکے ہیں۔“
 ”اس وقت شاید اتنی باریک بینی سے چیک نہیں کیا گیا تھا
 اے.... اب بہت تفصیل سے چیک کراؤں گا۔“

”امید نہیں ہے اس طرح۔“ محمود نے کہا۔
 ”تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے.... تمیں بھکاری قربان
 ہوئے اس کی خاطر۔“

”اوہ ہاں! یہ تو ہے....“
 انہوں نے اکرام کے ذریعے جالینوس سالاری کو بلوایا....
 اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار دیکھ کر وہ بولے۔
 ”پریشان ہونے کی ضرورت نہیں.... ہم صرف یہ جانا

چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر ارشاد نے آپ میں کیا عجیبات دیکھی تھی۔“

”وہ تو آپ پہلے ہی چیک کرا چکے ہیں۔“

”ایک بار اور ذرا تفصیل سے آپ کی چیکنگ ہو گی.... امید

ہے آپ ہمارے ساتھ پوری طرح تعاون کریں گے۔“

”جی اچھا.... لیکن میں اپنے گھر والوں کو بتا کر نہیں آیا۔“

”آپ فون پر انہیں بتادیں۔“ انسپکٹر جمشید نے فون کی

طرف اشارہ کیا۔

”ٹھیک ہے....“ اس نے یہ کہہ کر فون کی طرف ہاتھ

بڑھائے۔

”انہیں بتادیں.... آپ کو ایک دو دن لگ سکتے ہیں۔“

”ایک دو دن۔“ وہ چونک اٹھا۔

”ہاں! شاید اتنا وقت لگ جائے.... ہو سکتا ہے... کم لگے۔“

”اچھا خیر۔“ اس نے کہا اور فون کرنے لگا۔

ادھر دوسرے فون پر انسپکٹر جمشید منور ہسپتال کے انچارج

سے تفصیلی بات کر رہے تھے۔

پھر جالینوس کو ہسپتال لے جایا گیا....

”ان کے دل کے آس پاس کوئی گڑبڑ تھی.... یہ ڈاکٹر ارشاد

خان سے اپنا علاج کرانے کے لیے آئے تھے.... اور ان کے علاج سے

بالکل ٹھیک ہو گئے تھے.... لیکن ڈاکٹر ارشاد آپریشن کے دوران انہیں

دیکھ کر بہت زور سے اچھلا تھا.... سوال یہ ہے کہ آخر وہ کیا بات تھی.... جس نے ڈاکٹر کو اس قدر زور سے اچھل پڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔

”اور یہ ہم پہلے سے چیک کر چکے ہیں.... ان کے جسم میں

کوئی ایسی چیز نہیں ہے.... جو ہمیں چونکا سکے۔“ انچارج مسکرائے۔

”لیکن میں چاہتا ہوں.... ان کے دل کو بہت اچھی طرح

چیک کیا جائے.... تمام آلات کی مدد سے جائزہ لیا جائے.... کہیں نہ

کہیں کوئی نہ کوئی بات ضرور موجود ہے.... ورنہ ڈاکٹر ارشاد کبھی تمیں

بھکاریوں پر تجربات نہ کرتا.... انہیں موت کے گھاٹ نہ اتارتا۔“

”کک.... کیا.... کیا مطلب.... تمیں بھکاریوں کو موت

کے گھاٹ۔“ وہ دھک سے رہ گئے۔

”ہاں! یہی تو وجہ ہے کہ میں اس بات کے پیچھے پڑا ہوا

ہوں۔“

”پہلے آپ ہمیں تفصیل سنائیں.... یہ تفصیل آپ نے پہلے

ہمیں کیوں نہ بتائی۔“

”مجھ سے چوک ہو گئی۔“ انہوں نے تسلیم کیا۔

”خیر.... بتائیں پھر۔“

انہوں نے ساری تفصیل سنادی.... تمام ڈاکٹر سوچ میں

ڈوب گئے.... پھر آپس میں مشورہ کرتے رہے.... آخر انچارج نے

کہا۔

”ہمیں واقعی انہیں تفصیل سے چیک کرنا ہو گا.... آپ ہمارے ساتھ آپریشن تھیٹر چلیے۔“

”آپریشن تھیٹر.... کک.... کیا مطلب۔ کیا آپ میرا آپریشن کریں گے.... نن نہیں.... نہیں.... میں آپریشن نہیں کروں گا۔“

”آپ تو گھبرا گئے.... ہم آلات پر آپ کے جسم کا معائنہ کریں گے۔“

”اوہ.... تب تو ٹھیک ہے۔“

آلات بے ذریعہ چیلنگ ہو گئی.... اس پینکٹ کے سلسلے میں اسے دو تین انجکشن بھی لگوانا پڑے.... ایک انجکشن لگنے کے بعد ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔

”آپریشن کے بغیر یہ مسئلہ حل نہیں ہو گا.... اس لیے میں نے انہیں بے ہوش کر دیا ہے.... اب آپ بتائیں.... ہم کیا کریں۔“

”آپریشن کریں۔“

”اور اگر یہ مر گیا تو.... ہم اس کے گھر کے افراد کو کیا بتائیں گے۔“

”یہ ایک بہت ٹیڑھا مسئلہ ہے.... لیکن آپ آپریشن کریں.... ہم اپنے اللہ سے دعا کریں گے کہ اس دوست کو اس کے

گھر والوں کے سپرد کرنے کے قابل رہیں۔“

”اچھی بات ہے۔“

”خاص طور پر آپ دل کو چیک کریں گے ڈاکٹر صاحب۔“

”ہاں! جو کچھ ہے... دل میں ہے.... یہ ہم جان چکے ہیں۔“

آخر آپریشن شروع ہوا.... وہ لوگ بھی آپریشن تھیٹر میں

ایک طرف موجود رہے.... مارے سہنس کے ان سب کا بد حال

تھا.... وقت آہستہ آہستہ گزرتا محسوس ہو رہا تھا.... آپریشن تھیٹر میں

وقت گزارنے کے لیے باتوں کا سہارا بھی نہیں لے سکتے تھے.... وہاں

بات کرنے کی اجازت نہیں تھی....

اچانک ایک ڈاکٹر بہت زور سے اچھلا.... اسے اس طرح

اچھلتے دیکھ کر ان پر جوش طاری ہو گیا۔

اسی وقت دوسرے ڈاکٹر اس کے انداز میں اچھلے.... انہوں

نے اپنے چہروں سے نقاب نوج ڈالے.... اور لمبے لمبے سانس لینے

لگے.... پھر ان سب کے منہ سے نکلا۔

”یہ.... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“

☆....☆....☆

اہم نقطہ

ایسے میں انچارج ان کی طرف آئے....
 ”دنیا کا آٹھواں عجوبہ۔“ انہوں نے کہا۔
 ”حیرت انگیز بات.... نہیں حیرت انگیز ترین بات بلکہ اس
 سے بھی آگے۔“

”اور وہ کیا.... جلد بتائیں.... ہماری حالت بہت بری ہے
 پہلے ہی بہت انتظار کر چکے ہم۔“
 ”اس کے جسم میں دل نہیں ہے۔“
 ”کیا!!!“

وہ سب ایک ساتھ چلا اٹھے.... پھر انسپکٹر جمشید تیز آواز میں
 بولے۔

”یہ آپ نے کیا کہا.... اس کے سینے میں دل نہیں ہے۔“
 ”ہاں.... دل نہیں ہے.... یہ بے دل انسان ہے....“
 ”لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے.... دل پہ تو زندگی کا دار و مدار
 ہے.... یہ دل کے بغیر زندہ کیسے ہے۔“

”ہمیں نہیں معلوم.... ڈاکٹر ارشاد کو یہی بات معلوم ہوئی تھی.... پھر اس نے رگوں اور شریانوں کا جائزہ لیا.... اور پھر اس کے ذہن میں وہ آئینہ آیا۔“

”آئینہ.... کیا مطلب؟“

”اس نے سوچا.... اگر ایک انسان کا دل خراب ہو جاتا ہے.... ناکارہ ہو جائے یا اس میں نفیس پیدا ہو جاتا ہے.... تو بالکل اس طرح.... جس طرح اس کی رگوں اور شریانوں کا آپس میں جوڑ ہے.... اس کی رگوں اور شریانوں کو دل سے ہٹ کر اگر جوڑ دیں تو.... وہ انسان بھی دل کے بغیر زندہ رہ سکے گا۔ یہ تھا وہ خیال.... جس کی وجہ سے اس نے بھکاریوں کو اغوا کرنا شروع کیا.... اس نے ایک بھکاری کو اغوا کر لیا.... اس کا آپریشن کیا.... اور رگوں اور شریانوں کو اس طرح جوڑا جس طرح جالینوس کی رتیں ہیں.... لیکن بھکاری مر گیا.... اس کا تجربہ ناکام ہو گیا.... اس نے پھر ایک بھکاری کو اغوا کر لیا.... وہ بھکاری بھی مر گیا.... اس طرح وہ تجربہ کرتا رہا.... بھکاری مرتے رہے.... مرنے والے بھکاریوں کو وہ اپنی کوٹھی کے پیچھے نہیں دفن کرتا رہا ہو گا.... یا دوسروں سے کرتا رہا ہو گا.... آپریشن کے دوران وہ اکیلا نہیں تھا.... کوئی اس کے ساتھ ضرور تھا.... ایک اکیلا آدمی.... یہ سارا کام نہیں کر سکتا.... پھر لاشوں کو ٹھکانے لگانے کا کام بھی تھا.... اس سوال کا جواب یہی ہے کہ اس کا کوئی ماتحت اس کے

ساتھ تھا.... جب اس کا تجربہ مکمل ہو گیا.... تو اس نے اسے بھی ختم کر دیا.... تاکہ راز راز رہے....“ یہاں تک کہ کراچی نچارج خاموش ہو گیا۔

”اف مالک.... کیا واقعی.... ایسا ہوا ہے.... اور کیا واقعی ایسا ہے.... کیا کوئی انسان دل کے بغیر بھی ہو سکتا ہے۔“

”مثال تو اب ہمارے سامنے ہے.... آکر خود دیکھ لیں....

یہاں دل کی جگہ خالی ہے صرف رگیں اور شریانیں آپس میں جڑی ہوئی ہیں.... بالی پاس آپریشن کرتے ہوئے.... ہم بھی تو رگوں اور

شریانوں کو آپس میں جوڑتے ہیں.... لیکن اس طرح انسان صرف کچھ

دیر زندہ رہ سکتا ہے.... یہ نہیں کہ دل کے بغیر وہ زیادہ دیر تک زندہ رہ

جائے.... جب کہ جالینوس کی شریانوں اور رگوں کی ترتیب بالکل اور

ہے.... اور یہی ترتیب ڈاکٹر ارشاد نے سیکھی تھی.... لیکن یہ سیکھنے کے

لیے اس نے تیس انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا....“

”ہوں.... اس میں شک نہیں کہ یہ بہت اہم تجربہ ہے....

لیکن ہم قانون قدرت کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکے.... یہ جاننے

کے لیے کہ دل کے بغیر وہ کون سی شریانیں ہیں جو رگوں کے ساتھ

جوڑ دی جائیں تو انسان دل کے بغیر زندہ رہ سکے.... ہم کسی کو تجربہ کی

خاطر موت کے حوالے نہیں کر سکتے.... وہ علاج سے زندہ رہ سکے یا نہ

رہ سکے.... لیکن ہم تجربہ کے لیے کسی ایک انسان کی جان لینے کا بھی

حق نہیں رکھتے۔ ”انسپکٹر جمشید نے پرسکون آواز میں کہا۔

”بالکل ٹھیک....“ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

”ہم جالینوس کے جسم کو ہٹائے لگادیں....“

”ہاں! اس لیے کہ صرف دیکھ کر تو آپ یہ نہیں جان سکیں

گے کہ کون سی شریان کس رگ سے جوڑی جائے گی۔“

”بالکل نہیں.... یہ تو آپریشن کر کے ہی معلوم کیا جاسکے

گا۔“

”تب پھر اس تجربہ کا دروازہ ہمیشہ ہمیش کے لیے بند کر

دیں۔“

”لیکن ابا جان.... یہ تو کتنا پڑے گا.... یہ کہ یہ انسان اللہ کی

قدرت کا ایک نشان ہے۔“

”اس میں کیا شک ہے۔“

”اس دنیا میں اور بھی کئی انسان قدرت کی کاریگری کے

نشان ہوتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا

ہوئے.... انہوں نے ماں کی گود میں لوگوں سے باتیں کیں۔ یہ بتایا کہ

میں اللہ کا رسول ہوں.... ان سے بھی پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو

بغیر باپ اور بغیر ماں کے اللہ نے پیدا فرمایا.... پہلے ہم سوچ بھی نہیں

سکتے تھے کہ انسان کے جسم سے اگر ایک گردہ نکال دیا جائے تو پھر بھی

وہ زندہ رہ سکتا ہے.... لیکن اب ایسا ہوتا ہے.... عزیز علیہ السلام

سو سال تک مردہ پڑے رہے.... پھر اللہ نے انہیں زندہ کیا.... جب کہ ان کا گدھا بھی ان کے سامنے بکھر اڑا تھا.... اس کی ہڈیاں تک ذرات میں بکھری ہوئی تھیں.... اللہ تعالیٰ نے اسے بھی زندہ کر دیا.... گدھے کے ذرات جمع ہوئے اور گدھا پھر سے آوازیں نکالنے لگا.... اس طرح اصحاب کف کا واقعہ ہے.... اور چھوٹے موٹے واقعات ہیں.... غرض دنیا میں ایسے ان گنت ان کے واقعات اللہ تعالیٰ کی کاریگری کا ثبوت ہیں.... لہذا ہمیں اللہ کی تعریف بیان کرنا چاہیے.... کسی انسان کی زندگی چلانے کے ارادے سے کسی کی جان نہیں لے سکتے ہم.... اگر یہ راز تارن کے ہاتھ لگ جاتا.... تو اس کے ملک میں ضرور اس تجربہ پر ان گنت لوگوں کو قربان کر دیا جاتا.... لیکن وہ اپنے لوگوں کو ہرگز قربان نہ کرتے.... دوسرے ملکوں سے دوسرے غریب لوگوں کو اغوا کراتے.... لہذا خدا کا شکر ہے.... اس تجربہ کی ہوا انہیں نہیں ٹلنی....“

”لیکن.... اب بے چارے جالینوس کا کیا ہو گا۔“

”اس کی زندگی کو کوئی خطرہ نہیں ہے.... بس یہ راز اس کمرے سے باہر نہیں جائے گا.... انسانی بھلائی کی خاطر میں آپ سب سے درخواست کروں گا کہ آپ اس کو راز رکھیں بلکہ اس بات کو بھول جائیں۔“

”فکر نہ کریں.... ایسا ہی ہو گا۔“

اور وہ اٹھ کھڑے ہوئے.... گھر پہنچے تو فون کی گھنٹی بج رہی تھی.... انسپکٹر جمشید نے ریسیور اٹھا لیا۔
 ”تارن بات کر رہا ہوں۔“

”اوہ.... آپ ہیں۔“
 ”پورے کیس میں آپ نے ایک بات پر توجہ نہیں دی۔“
 ”کیا مطلب.... آپ کون سے کیس کی بات کر رہے ہیں۔“
 انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

”ڈاکٹر ارشاد خان والے کیس کی۔“
 ”اوہ ہاں.... وہ کیا بات ہے۔“
 ”مجھے پتا چلا کہ ڈاکٹر ارشاد کوئی تجربہ کر رہا ہے۔“
 ”ہاں واقعی.... یہ پہلو بہت اہم ہے.... مہربانی فرما کر بتا دیں.... آپ کو کیسے پتا چلا۔“
 ”یہ بات میں آپ کو بتا دیتا ہوں.... ایک بات آپ مجھے بتا دیں۔“

”وہ کیا۔“

”آپ نے اب تک پروفیسر ارشاد خان سے کیا معلوم کیا....
 یہ تو میں جان چکا ہوں کہ آپ نے اس کے دماغ سے آلہ نکلوا لیا ہے.... جو میں نے فٹ کر لیا تھا۔“
 ”افسوس۔“ وہ لے۔

”افسوس کیا.... یعنی آپ نہیں بتا سکتے۔“

”یہ بات نہیں۔“

”تب پھر؟“

”پروفیسر ارشاد نے خود کشی کر لی ہے.... اس کی لاش ابھی مردہ خانے میں پڑی ہے.... آپ اپنے کسی سرکاری کارکن کے ذریعے اس بات کی تصدیق کرا سکتے ہیں۔“

”اوہو اچھا۔“

”آپ تصدیق کرا لیں۔“

”اس کی ضرورت نہیں۔“

”کیوں؟... ضرورت کیوں نہیں.... آپ کو کیسے یقین آئے

گا۔“ انسپکٹر جمشید بولے۔

”آپ جھوٹ نہیں بولتے.... یہ میں جانتا ہوں.... تو وہ راز

بتائے بغیر مر گیا۔“

”ہاں!“

”بہت افسوس ہوا!.... بہت برا ہوا!.... میرے بھی ہاتھ سے

گئے.... راز بھی معلوم نہ ہو سکا.... لیکن خیر.... میں اپنے ہیرے

واپس لینے کے لیے آپ کی طرف ضرور آؤں گا۔“

”ضرور آئیے گا.... ہم آپ کا استقبال کریں گے۔“ انہوں

نے ہنس کر کہا۔

”بہت جلد آؤں گا۔“

یہ کہتے ہوئے اس نے فون بند کر دیا....

”ارے.... اس نے اپنی بات تو بتائی ہی نہیں۔“ محمود چونکا۔

”کوئی ضرورت نہیں.... میں سمجھ گیا.... ات پر و فیسر کے

بارے میں کس طرح پتا چلا تھا۔“

”چلئے تو پھر آپ ہی بتادیں.... آپ کیا سمجھ گئے۔“ شوکی

نے بے چین ہو کر پوچھا۔

”اس کا کوئی کارکن بھکاری کے روپ میں شہر میں کسی جگہ

کھڑا ہوتا ہو گا.... اس نے یہ محسوس کر لیا ہو گا کہ اس کے پاس کھڑا

ہونے والا بھکاری غائب ہے.... اس نے اس کی گم شدگی پر کام شروع

کیا ہو گا.... اور اس طرح اس نے جان لیا کہ کون بھکاریوں کو اغوا کرا

رہا ہے.... ڈاکٹر ارشاد کے بارے میں ان لوگوں کو پہلے سے ہی معلوم

ہو گیا.... اندازہ سن گن لیتا رہا.... جب اس نے محسوس کیا کہ پر و فیسر

ارشاد خان نے کوئی بہت اہم بات معلوم کی ہے.... تب اس نے تارن

کو اطلاع دی.... اور تارن ادھر آ گیا.... اس نے بھی حالات کا جائزہ

لیا.... پھر پر و فیسر کو اغوا کرنے کا پروگرام ترتیب دیا.... یہ ہے کل

داستان۔“ یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔

”جو ہو گئی ختم....“ فاروق بولا۔

”نن.... نہیں.... نہیں۔“ فرزانہ چلا اٹھی.... اس کی

آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی۔

”کیا کہا.... نہیں.... یعنی داستان ختم نہیں ہوئی۔“

”ہاں! نہیں ہوئی۔“ فرزانہ نے پر زور انداز میں کہا۔

”لیکن کیسے.... اب اس کیس میں رہ کیا گیا ہے۔“

”سب سے اہم نقطہ؟“ فرزانہ پٹ سے بولی۔

”سب سے اہم نقطہ.... کیا کہا....“ محمود نے اسے گھورا۔

”ہاں! میں نے یہی کہا ہے.... ہم سب اس کیس میں سب

سے اہم نقطے کو باہل بھول گئے۔“

”چلو پھر بتاؤ.... وہ نقطہ کیا ہے۔“

”تمیں بھکاریوں کے بعد اس نے پھر کوئی بھکاری انخوا نہیں

کرایا....“

”یہ نقطہ تو ہم سب کو معلوم ہے.... تم نے کون سی نئی بات

کہہ دی۔“ آفتاب جل گیا۔

”حد ہو گئی.... غور کیا نہیں اور بول پڑے۔“ فرحت اس پر

الٹ پڑی۔

”تو کیا.... تم نے کیا ہے غور۔“ آفتاب نے بھنا کر کہا۔

”ہاں! لیکن فرزانہ کے جملہ کہنے کے بعد.... یہ کہ تمیں کے

بعد اس نے اکتیسواں انخوا نہیں کرایا....“

”اوہو.... تو اس سے کیا ثابت ہوا۔“

”تیسویں پر اس کا تجربہ مکمل ہو گیا تھا.... یعنی وہ اس کے دل کو الگ کر کے.... اس کی شریانوں اور وریدوں کو اس حساب سے جوڑنے میں کامیاب ہو گیا تھا.... کہ وہ دل کے بغیر بھی زندہ رہا....“

”اوہ.... ارے باپ رے.... اف۔“ ملی جلی آوازیں ابھریں.... گویا بھی چیخے تھے۔

”واقعی فرزانہ.... ہم سب اسے بھول گئے تھے....“ انسپکٹر جمشید کہتے کہتے رک گئے۔

”اور اس کے ساتھ ہی.... ہمارا اس شخص تک پہنچنا بہت ضروری ہو گیا.... کیونکہ اگر تارن اس نقطے تک پہنچ گیا.... تو وہ اسے لے اڑے گا.... گویا اس سے پہلے ہمیں اس بھکاری تک پہنچنا ہے.... اٹھو....“

وہ دوڑ کر باہر نکل آئے اور پھر سب کے سب یک لخت رک گئے۔

”حد ہو گئی.... آخر ہم اس تک کیسے پہنچیں گے.... ہمیں کیا خبر.... وہ کون ہے....“

”دھت تیرے کی.... پھیل جاؤ.... مختلف سمتوں میں.... اور ہر بھکاری سے چند سوال کرتے آگے بڑھ جاؤ.... ساتھ ہی غور سے جائزہ بھی لیتے رہیں.... جلدی کریں....“

اور وہ شر میں پھیل گئے.... کئی گھنٹے کی بھاگ دوڑ کے بعد

آخر انسپکٹر کامران مرزا ایسے بھکاری تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے....
 انہوں نے موبائل پر سب کو اطلاع دی اور اسے لے کر گھر آ گئے....
 وہ حد درجے پریشان لگ رہا تھا.... اگرچہ انسپکٹر جمشید اور کامران مرزا
 نے کئی بار اسے تسلی بھی دی تھی....

جب سب آ گئے تو انہوں نے پوچھا۔
 ”کیا آپ کو کچھ عرصہ پہلے دو آدمیوں نے اغوا کیا تھا اور کسی
 ڈاکٹر کے پاس پہنچایا تھا۔“
 ”جی ہاں! یہی بات ہے۔“
 ”پھر آپ کے ساتھ کیا کیا گیا۔“
 ”جی.... مجھے کچھ معلوم نہیں.... مجھے تو اس نے بے ہوش
 کر دیا تھا۔“

انہوں نے پروفیسر ارشاد کی تصویر اسے دکھائی۔
 ”کیا وہ یہی تھا؟“
 ”جی.... جی ہاں.... بالکل۔“

”آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں.... آپ کے وقت کا
 پورا معاوضہ دیا جائے گا.... بلکہ زائد رقم دے کر آپ کو رخصت کیا
 جائے گا۔“

”اوہ.... تب تو ٹھیک ہے۔“ اس نے خوش ہو کر کہا۔
 وہ اسے فوراً منور ہسپتال لے گئے.... وہاں کے چند ڈاکٹر زکو

پہلے ہی ساری بات معلوم تھی۔ انہیں کچھ بتانا نہیں پڑا.... فوراً اس کو چپک کیا گیا.... اور اس وقت یہ حقیقت ان کے سامنے آئی.... کہ واقعی اس کے سینے میں دل نہیں تھا....

”اگر کسی طرح اس شخص کی بھینک تارن کو پڑ گئی تو وہ اسے اغوا کر لے جائے گا.... اب کیا کریں.... یہ تو ہمارے لیے ایک مشکل ہو گئی۔“

”واقعی.... پریشان کن مسئلہ ہے.... اور یہی مسئلہ جالینوس سالاری کے سلسلہ میں ہے.... اب ہم ان دونوں کا کیا کریں....؟“

وہ سوچ میں پڑ گئے.... جالینوس کی حد تک تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ اس راز کو ہسپتال سے باہر نہ جانے دیا جائے.... لیکن اب اس کا وہ کیا کر سکتے تھے.... یہ بات ان کی سمجھ میں بالکل نہیں آرہی تھی۔

”کچھ نہیں سوچ رہا۔“

”تب پھر چھوڑ دیں۔“

”میں ایک ترکیب بنا سکتی ہوں۔“ فرحت کی آواز گونجی۔

”جلدی بتاؤ....“ خان رحمان نے منہ بنایا۔

”ان کے حلیے تبدیل کر دیتے ہیں.... کچھ عرصہ تک انہیں

کسی تفریحی مقام پر خفیہ طور پر بھیج دیا جائے.... وہاں ان کے تمام اخراجات ہم برداشت کریں گے.... واپسی پر بھکاری صاحب کو کسی

جگہ ملازمت دلوادی جائے گی.... اور جالینوس صاحب کا بھی محکمہ تبدیل کرادیا جائے گا۔“

”اس سے زیادہ ہم واقعی کچھ نہیں کر سکتے۔“ انسپکٹر کامران مرزا نے سر ہلایا۔

”اس کا مطلب ہے.... اس کیس سے تو اب ہماری چھٹی ہو گئی۔“ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

”جی نہیں.... اب ہمیں ہیروں کو چھانے کے لیے حرکت میں آنا ہو گا۔“ رفعت بولی۔

”ارے باپ رے... یہ تو مم پیہ مم نکلتی چلی آرہی ہے....“ آفتاب نے بوٹھلا کر کہا۔

”ممات سے ڈرنے والے نہیں ہم۔“ خان رحمان نے مکا ہوا میں لہرایا۔

”یہ تو پھر انکل.... ممات کو دعوت دینے والی بات ہو لی.... بسکہ آبیلا مجھے ماروالی بات ہو گی۔“ آصف نے ہنس کر کہا۔

”دھت تیرے کی.... اسے کہتے ہیں.... ناچ نہ جانے آٹلن نیز ہما۔“ محمود بول اٹھا۔

”غلط بالکل غلط.... ہر گز اسے یہ نہیں کہتے....“ آصف نے اسے گھورا۔

یہ.... میں نے غلط کہا.... تمہاری تو اپنی کی تھیں۔

یہ کہتے ہوئے محمود اس پر جھپٹ پڑا اور ہر آصف نے اس پر حملہ کیا.... جب تک بڑے انہیں روکتے.... وہ سب ایک دوسرے پر جھپٹ چکے تھے.... بڑے تو صرف یہ کہتے رہ گئے۔
 ”ارے ارے.... یہ.... کیا بھئی.... رک جاؤ.... رک

جاؤ۔“

ہٹا.... ہٹا.... ہٹا

www.pakistanipoint.com